المو حدین اسلامی لائبریری

پیش کرتے ہیں

عقیدہ

اہلسنت والجماعت

تالیف: الشیخ عبد الباقی حفظہ اللہ

دین کا ماخذ قرآن' حدیث اور اجماع صحابہ ہے ایمان وعقائد میں صحابہ کرام اور تابعین کے راستے کی پیروی واجب ہے اور فروعی واجتہادی مسائل کے برعکس اس میں اجتہاد جائز نہیں۔

باب:اول

ایمان اوراس کے ارکان

ایمان کی اہمیت

ایمان اسلام کی بنیاداوراساس ہے۔ایمان کی بنیادپرہی دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ایمان کی بنیاد جس قدر گہری'مضبوط اور صحیح ہو گی اسی قدر اسلام کی عمارت مضبوط قائم ہو گی۔ جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت قائم نہیں رہ سکتی جس طرح درخت کی جڑ کے بغیر درخت قائم نہیں رہ سکتااسی طرح ایمان کی صحت وسلامتی کے بغیر اسلام قائم نہیں رہ سکتا۔ ایمان ہی اسلام کے عقیدہ توحید اور دیگر تمام عقائد کی بنیاد ہے۔

ایمان اللہ تعالیٰ کی کامل پہچان ہے جس کا اثبات اور گواہی بندے کا دل'زبان اور عمل دیتے ہیں اور دل'زبان اور باقی تمام اعضاء کے اعمال'ایمان سے مربوط اوراسی کی شرح وبسط ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جس کے مطابق اسلام کی مثال ایک عمارت کی سی ہے۔ جس کی بنیاد ایمان ہے اوراس عمارت کے ستون نماز'روزہ'حج اورزکوۃ ہیں۔اوراس کی چھت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اسلام اوراعمال صالحہ کی قبولیت کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے۔جس کاایمان صحیح نہیں ہو گااس کااسلام بھی قبول نہیں ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ

(النحل:۹۷)

جونیک عمل کرے گامرد ہویاعورت اوروہ صاحب ایمان بھی ہوتوہم اسے(دنیامیں)ضرورایک پاکیزہ(اورآرام کی)زندگی عطاکریں گے اور(آخرت میں)ان کے اعمال کانہایت اچھاصلہ دیں گے۔

اور جس کا ایمان نہیں ہو گا یا صحیح سلامت نہیں ہو گا اس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے۔

وَمَن لَّمْ يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ فَإِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَـٰفِرِينَ سَعِيرًا

(الفتح:۱۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بلاشبہ ہم نے ایسے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اصولِ ایمان

ایمان کی تعریف

"التصدیق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالجوارح"

دل سے تصدیق کرنا'زبان سے اقرار کرنااوراعضاء سے عمل کرنا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایمان قول اور عمل ہے'قول دل (کااعتقاد) اورزبان(کااقرار)اور عمل دل 'زبان اوراعضائے جسمانی کا'اور یہ کہ ایمان اطاعت سے بڑھتااورزیادہ ہوتاہے اورمعصیت سے اس میں کمی واقع ہوتی ہے...(اس پر)تمام صحابہ'تابعین'ائمہ سنت وحدیث اور جمہورفقہاءوصوفیہ'امام مالک'امام سفیان ثوری'امام اوزاعی' امام حمادبن زید'امام شافعی اورامام احمدبن حنبل وغیرہ ایسے امام اوراہل کلام کے محققین سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان اوردین قول اور عمل ہے۔صحابہ کرام وغیرہ ایسے سلف کے یہی الفاظ ہیں اگرچہ کسی جگہ ایمان سے عمل کامغایر(یعنی صرف قول) مرادہوسکتاہے لیکن سب کے سب اعمال صالح دین اورایمان کے معنی میں داخل ہیں۔ قول میں دل (اعتقاد)اورزبان کاقول شامل ہے اور عمل میں دل اور اعضائے جسمانی کے عمل شامل ہیں۔

(مجموع الفتاوی:۳-۱۵۱'۱۲-۴۷۱)

اہلسنت ایمان کے متعلق خوارج اور مرجئہ کے مقابلے میں منہج اعتدال قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر ہیں۔

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک کے سوا سب کے سب جہنمی ہوں گے رواى نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہوں گے آپ نے فرمایا۔ میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلنے والے ہوں گے۔

(ترمذی:۲۵۶۵)

دین کا ماخذ قرآن' حدیث اور اجماع صحابہ ہے ایمان وعقائد میں صحابہ کرام اور تابعین کے راستے کی پیروی واجب ہے اور فروعی واجتہادی مسائل کے برعکس اس میں اجتہاد جائز نہیں۔

امام حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
اعتقادات کے معاملے میں اہلسنت والجماعت کے نزدیک اللہ عزوجل کی بابت کوئی بات کی ہی نہیں جاسکتی سوائے اس بات کے جو خود ہی اپنی ذات کے بارے میں بیان کردے' یارسول ﷺ اس کی بابت بیان کردے' یا جس پر امت نے اجماع کرلیا ہو اللہ کی مثل کوئی چیز ہے ہی نہیں جس کا قیاس یا گہرے غور وخوض کے نتیجے میں ادراک ہونا ممکن ہو۔

(صحیح جامع بیان العلم وفضلہ:۳۷۳)

ایمان کے ارکان چھ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر ایمان لائے' اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لائے اچھی ہو یا بری۔

(ابوداؤد:۱۲۷۰)

اسلام کے بنیادی احکام کا اقرار کرنا بھی ایمان میں شامل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة و صوم رمضان وحج البيت من استطاع اليه سبيلا۔

(صحیح بخاری:۸)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا جو اس کے سفر کی طاقت رکھتا ہو۔

ایمان اور اسلام کبھی کبھار ہم معنی ہوتے ہیں اور ان میں باطنی اعتقادات اور ظاہری اعمال سب شامل ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھار ان میں فرق کیا جاتا ہے چنانچہ اسلام سے مراد صرف ظاہری اقرار ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد قل لم تومنو ولکن قولواسلمنا (کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ اسلام لائے) کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کلمے کے اقرار کا نام ہے اور ایمان اعمال کے کرنے کا نام ہے۔

(ابو داؤد:۴۶۸۴)

کمال ایمان میں اعمال صالحہ بھی داخل ہیں جن کے کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور نافرمانی کرنے سے گھٹتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایمان کے ستر سے کچھ اوپر شعبے ہیں جن میں سب سے افضل شعبہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ ایمان کا یہ ہے کہ راستہ سے ہڈی (رکاوٹ) ہٹائی جائے اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے ۔

(ابو داؤد:۴۶۷۴)

ایمان کی سب شاخیں برابر نہیں'(مرکب)ایمان کی دو شاخیں ہیں(اصل ایمان اور کمال ایمان)اصل ایمان کی شاخیں چھ ہیں اللہ پر ایمان'کتابوں پر ایمان وغیرہ اوپر حدیث میں اول الذکر شاخ لاالٰہ الااللہ اصل ایمان کی ہے اور باقی الذکر حیاوغیرہ کمال ایمان کی شاخیں ہیں۔

ایمان کے متعلق یہ اصول قرآن وسنت سے ثابت ہونے اوران پر اہلسنت کااجماع ہونے کی وجہ سے یہ قطعی نص کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پہلا اصول: (مرجئہ کے رد میں)

''اصل ایمان کے منافی کفریہ اعتقاد'قول اور عمل سے ایمان خارج ہوجاتا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کسی بندہ کے دل میں ایمان اور کفر جمع نہیں ہوسکتے۔

(سلسلۃ الصحیحۃ:۱۰۵۰)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایمان کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی اس طرح کفر کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی...ان دونوں میں سے ایک حصہ زائل ہونے سے ایمان زائل ہوجاتا ہے۔

(کتاب الصلوۃ)

اس کے علاوہ کچھ کفریہ اعمال اصل ایمان کے زائل اور ختم ہوجانے کے سبب ہیں چاہے لوگ اعتقاد میں انھیں حرام ہی کیوں نہ خیال کریں۔مثلاً نواقض الاسلام وغیرہ۔

دوسرا اصول: (خوارج کے رد میں)

''کمال ایمان کے منافی عمل اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے ایمان گھٹتا اور ناقص ہوتا ہے۔''

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت میں جو لوگ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے میری شفاعت ان کے لئے ہو گی۔

(ترمذی:۲۴۳۵)

اصول ایمان میں خوارج ومرجئہ کی بدعات ہم آگے باب "ایمان کے متعلق بدعات" میں تفصیلاً بیان کریں گے۔

ایمان کے ارکان

ایمان کے ارکان چھ ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا'اس کے فرشتوں پر ایمان لانا'اس کی کتابوں پر ایمان لانا'اس کے رسولوں پر ایمان لانا'آخرت کے دن پر ایمان لانااوراس بات پر ایمان لانا کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ

(البقرہ:۲۸۵)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ایمان لائے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی ہے اور سارے مومن بھی'سب اللہ پر اوراس کے فرشتوں پر اوراس کی کتابوں پر اوراس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ مِن قَبۡلُۚ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا

(النساء:۱۳۶)

اے لوگوجوایمان لائے ہو اللہ اس کے رسول اوراس کی کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی اوراس کتاب پر بھی جو اس نے پہلے نازل کی اور جو شخص اللہ'اس کے فرشتوں'اس کی کتابوں'اس کے رسولوں اورآخرت کے دن کاانکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جاپڑا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب تک بندہ چار باتوں پر ایمان نہ لائے ایمان والا نہیں ہو سکتا اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور اس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے' موت پر اور موت کے بعد زندہ ہونے پر اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری:۵۰)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص سفید کپڑے پہنے نمودار ہوا' نہایت سیاہ بالوں والا' اس پر سفر کے آثار نہیں تھے اور نہ ہی ہم اسے جانتے تھے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ٹیک دیا اور اپنے دونوں ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اسلام یہ ہے کہ) تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نماز قائم کرے' زکوۃ ادا کیا کرے اور اگر تو طاقت رکھے سفر کی تو بیت اللہ کا حج کرے۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی آپ کی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتلایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر ایمان لائے' اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لائے اچھی ہو یا بری' اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا' پھر اس نے کہا مجھے احسان کے بارے میں بتلایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالٰی کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو گویا وہ تجھے دیکھ رہا اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے میں بتلایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔ اس نے کہا اچھا قیامت کی علامات بتلایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے اور دیکھے کہ ننگے بھوکے لوگ' محتاج اور بکریاں چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنانے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں پھر وہ چلا گیا پس میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر کیا تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے اور تمہارے پاس آئے تھے تاکہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دے۔

(صحیحین'ابو داوٗد:۱۲۷۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے کل ارکان چھ ہیں اور چھ چیزوں کو ماننا ایمان کہلاتا ہے۔

1. اللہ پر ایمان لانا
2. فرشتوں پر ایمان لانا
3. کتابوں پر ایمان لانا
4. رسولوں پر ایمان لانا
5. آخرت پر ایمان لانا
6. تقدیر پر ایمان لانا

اللہ پر ایمان لانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ ...... وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ

(البقرہ:۲۵۵)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں'وہ زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند'جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملک ہے'کون ایسا ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے وہ سب

کو جانتا ہے۔اوروہ(لوگ)اس کے علم میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے'ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے'اس کی کرسی آسمانوں اورزمین پر حاوی ہے۔اوراسے ان کی نگرانی ذرا بھی نہیں تھکاتی'اوروہ بہت عالی شان اور نہایت عظیم الشان ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ . . . . . . وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(الحشر:۶۳-۶۴)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ(حقیقی)پاک(ذات)سلامتی والا'امن دینے والا نگہبان'غالب'زبردست اور بڑائی والا ہے۔وہ ان لوگوں کے شرک سے بہت پاک ہے وہی اللہ(تمام مخلوقات کا)خالق'ایجاد واختراع کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے'اسی کے سب اچھے اچھے نام ہیں'آسمانوں اورزمین میں جتنی چیزیں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتی ہیں اوروہ بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

ان آیات سے اللہ پر ایمان کا علم ہوتا ہے۔

☆ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تھا اس کے ساتھ یا اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔

☆ اللہ تعالیٰ اونگھ'نیند'ظلم'غفلت'عاجزی اور تھکاوٹ سے پاک ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی صفات ربوبیت'خالق'مالک'رازق'اور متصرف الامور ہونے میں اکیلا ہے۔

☆ اس طرح الوہیت وعبادت کی تمام اقسام نماز'رکوع'سجدہ'قربانی'نزرونیاز'استغاثہ'دعا'پکار'حاجت روائی'مشکل کشائی'تحلیل وتحریم'قانون سازی'حاکمیت واطاعت صرف اللہ کیلئے خاص ہے۔

☆ اس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماءوصفات صرف اس کے لیے خاص ہیں وہی سمیع وعلیم اور عالم الغیب ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً صفت کلام'صفت علو'صفت استوا'صفت محبت'خوشنودی'ناگواری وغضب'اللہ کی عین(آنکھ)'ید(ہاتھ)'وجہ(چہرہ)'ساق(پنڈلی)اورآخرت میں دیدار وغیرہ پر جس کا ذکر اللہ نے اپنے کلام میں کیاہے اس پر اسی طرح ایمان لاناواجب ہے۔جس طرح کہ وہ مذکور ہیں۔اوران صفات کے متعلق تشبیہ وتمثیل'تکیف وتاویل اور تعطیل جائز نہیں۔یہ صفات اسی طرح ہیں جیسے اس کی شان وعظمت کے لائق ہیں۔

☆ ایمان باللہ'توحید کی سات شروط ہیں جن کو ایمان باللہ کے اقرار سے پہلے پورا کرناضروری ہے یہ سات شروط یہ ہیں۔علم'تسلیم'یقین'اخلاص'صدق'محبت اورانقیاد۔

☆ ایمان باللہ کے چھے ارکان ہیں:اللہ پر ایمان'فرشتوں پر ایمان'کتابوں پر ایمان'رسولوں پر ایمان'آخرت پر ایمان اور تقدیر پر ایمان

اللہ پر ایمان لاناتوحید کہلاتاہے اور توحید کے ارکان میں شرک اور طاغوت کاانکاراوراللہ واحد کی عبادت پر ایمان لاناشامل ہے۔

<u>پہلارکن:</u> طاغوت کاانکار

<u>دوسرارکن:</u> اللہ واحد پر ایمان

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ۔

(البقرہ:۲۵۶)

پس جس نے طاغوت کاانکار کیااوراللہ پر ایمان لایاپس اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیاجوٹوٹنے والانہیں۔

☆ اللہ کی توحید کونہ ماننا یا اس میں شرک کرناایمان سے خارج کر دیتاہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات'اس کی ربوبیت'الوہیت اوراسماءوصفات میں شرک کرناایمان باللہ کے نواقض میں سے ہے۔اللہ کے ساتھ اتحاد و

حلول کا نظریہ رکھنا اور غیر اللہ سے تصرف واستغاثہ کی امید رکھنا' سجدہ' قربانی اور نذر کو ان کے لئے ادا کرنا ایمان باللہ اور توحید سے خارج کرنے والے امور ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا یا ان کا انکار کرنا بھی ناقص ایمان اور کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ۔

(النساء:۱۱٦)

بے شک اللہ یہ گناہ ہر گز نہیں بخشتا کے اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔

(الانبیاء:۲٦-۲۷)

(فرشتے اللہ تعالیٰ کے) مکرم بندے ہیں اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق اوراس کے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری نظروں سے اوجھل کرر کھاہے۔ فرشتے اللہ کی عبادت و تسبیح اوراس کے احکام کی اطاعت میں مصروف ہیں اور وہ کبھی اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کچھ مخصوص کاموں کا مکلف بنایا ہے جن کا کلام الٰہی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر موجود ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جن کو وحی کا کام سونپا گیا تھا جسے وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل تک پہچاتے تھے۔ اوران میں سے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو بارش برسانے اور کھیتی اگانے

پر مامور ہیں اور ایک حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو قیامت آنے پر صور پھونکے گے۔ ان میں ایک ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو موت آنے پر روح قبض کرتے ہیں۔ ایک ملک الجبال ہے جن کو پہاڑوں کے امور سونپے گئے ہیں۔ ایک فرشتہ مالک علیہ السلام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے ان کے علاوہ دیگر فرشتے ہیں جو مختلف کاموں پر مامور ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

آسمانوں میں بیت معمور ہے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں جو ایک مرتبہ داخل ہو جاتے ہیں پھر دوبارہ ان کی کبھی باری نہیں آتی۔

(صحیح بخاری:۳۲۰۷)

فرشتوں کو تسلیم کرنا ایمان میں داخل ہے اور عقل و حواس کی پیروی کرتے ہوئے ان کا انکار کرنا کفر ہے۔

کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت وراہنمائی کے لئے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل فرمائیں جو ان پر حجت اور ان کے لئے دستورِ زندگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر رسول پر کتاب نازل فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔

(الحدید:۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا ہے اور ان پر کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

ہمیں ان کتابوں میں سے حسب ذیل کا علم ہے۔

تورات: جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور وہ بنی اسرائیل یہود کی عظیم ترین کتاب تھی۔

انجیل: جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔

زبور: جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔

صحیفے: یہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

یہ تمام آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام پر عارضی اور محدود مدت کے لئے نازل فرمائی تھیں۔ اوران میں وقت کے ساتھ تغیر و تبدیلی ہو گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ۔

(النساء:٤٦)

جو لوگ یہودی ہوئے ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو الفاظ کو ان کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔

قرآن: سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا جو تا قیامت ساری مخلوق کے لئے بطور ہدایت وراہنمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرما کر سابقہ تمام کتابوں کو منسوخ فرمادیا ہے اوراسے قیامت تک کے لئے تغیر و تبدیلی سے محفوظ کر دیا ہے۔ اوراس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔

(الحجر:۹)

بلاشبہ ہم نے ہی یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن کریم کے تمام احکامات پر ایمان لانافرض ہے جو اس کے احکامات کا انکار کرے یا قرآن کریم کو محفوظ اور تغیر و تبدیلی سے پاک کتاب نہ مانے تو وہ کافر ہے۔اس طرح یہ ماننا بھی لازم ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام بعد صفت ہے نہ کہ اس کی مخلوق۔

رسولوں پر ایمان

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔

(النساء:۱۶۵)

یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اورڈرانے والے(بنا کر بھیجے گئے تھے)تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت اور دلیل باقی نہ رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

(الاحزاب:۴۰)

اے لوگو!محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں'بلکہ وہ تواللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

تمام انبیاءاوررسول اللہ کے محبوب بندے ہیں اوران میں کسی قسم کی تفریق جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ۔

(البقرہ:۲۵۸)

ہم اس کے رسولوں میں کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔

البتہ افضلیت کے اعتبار سے سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسٰی علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مقام و مرتبہ ہے۔

تمام انبیاء ورسل معصوم عن الخطا مخلوق' بشر اور بندے تھے اور ربوبیت کے خصائص میں سے کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی۔

ارشاد باری تعالٰی ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ ۔

(الکہف:۱۱۰)

(اے نبی) کہہ دیجئے میں تو بس تمہاری ہی طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے حکم فرمایا کہ آپ اعلان کریں۔

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۔

(الانعام:۵۰)

میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' میں غیب نہیں جانتا اور نہ ہی تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے۔

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۔

(الاعراف:۱۸۸)

میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں' مگر جو اللہ تعالٰی چاہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی صورت میں عالمگیر شریعت سے نوازا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام اوراحادیث پر ایمان لانا فرض ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہیں۔

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔

(النجم:۳-۴)

اوروہ(اپنی)خواہش سے نہیں بولتا بلکہ وہ وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وشریعت کا انکار کرے یا آپ کے ساتھ استہزاء کرے اور مذاق اڑائے یا شریعت کے مخالف قوانین وضع کرے اورانہیں شریعت الٰہی پر ترجیح دے تو وہ کافر ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

(آل عمران:۸۵)

جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرنا چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامرادرہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ وہ انبیاء اوررسل کے بعد تمام مخلوق میں سب سے بہتر اورافضل ہیں۔ ان میں سب سے افضل اور خلافت کے اولین مستحق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 'پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 'حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب کا مقام ومرتبہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے درمیان جو فتنے اوراختلاف رونماہوئے وہ سب اجتہاد پر مبنی تاویل کی وجہ سے تھے۔ ان میں جو اجتہادی غلطی پر تھا اس کی غلطی معاف کردی جائے گی اوروہ ایک اجر پائے گا۔ اور جو درستگی پر تھا وہ دواجروں کا مستحق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اوران کی پیروی کرنے والی جماعت ہی حق اور فرقہ ناجیہ ہے۔

آخرت کے دن پر ایمان

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ۔

(الانبیاء:۱۰۴)

جس طرح ہم نے پہلی بار (لوگوں کو) پیدا کیا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے۔ ہم ضرور ایسا کر کے رہیں گے۔

قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا جس سے تمام لوگوں کی موت واقع ہو جائے گی۔ اس کے بعد پھر صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ کے دربار میں پیش ہوں گے' حساب و کتاب اور میزان قائم کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔

(الزلزال:۷-۷)

سو جو کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

اللہ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کثیر امت جنت میں داخل ہو گی۔ اہل ایمان کو جنت اور اہل کفار کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ قبر کے انعام اور عذاب' حوض کوثر' پل صراط اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا بھی یوم آخرت پر ایمان لانے میں شامل ہیں' جن کا قرآن وحدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے' اور ان چیزوں کا انکار کرنا کفر ہے۔

تقدیر پر ایمان

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔

(الحج:۷۰)

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اورزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے'سب کچھ ایک کتاب میں (درج) ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم مشیت وارادے سے کائنات کا ہر امر اورانسان کی اچھی یابری تقدیر ان کے وجود سے قبل مقرر فرمادی تھی۔اللہ کے علم کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا۔اللہ تعالیٰ کے علم میں جہل کا کوئی شائبہ نہیں کہ تجدید کی ضرورت پیش آئے اور نہ ہی اسے علم کے بعد سہو ونسیان لاحق ہوتا ہے۔

تقدیر کی خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔چنانچہ بندوں سے جو بھی اقوال وافعال صادر ہوتے ہیں یا جن کاموں کو وہ ترک کرتے ہیں وہ سب اللہ کے علم اوراس کی تقدیر میں لکھے ہیں اوراللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ان کو پیدا کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔

(الصفت:۹۰)

حالانکہ تم کو اور جو تم کرتے ہو سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔

☆ خیر سے مراد نیک اعمال اور آسانی رزق ہے۔اور یہ اللہ کے حکم اوراس کی تقدیر کی وجہ سے ہیں۔خیر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔

☆ شر سے مراد مقتضیات یعنی فیصلوں کے تقاضے ہیں جو مصائب و تکالیف اور بد اعمال کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہ بھی تقدیر میں لکھے گئے ہیں۔ شر کو شیطان یا اپنے نفس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

تقدیر کے مقتضیات میں بعض شر مثلاً مصائب و تکالیف بندے کی قدرت و اختیار میں نہیں ہیں۔ یہ اللہ کے حکم اور ارادے سے بندے کی تقدیر میں لکھے گئے ہیں۔ اس کی دلیل دعائے قنوت کا یہ جملہ ہے۔

و قنا شر ما قضیت۔

اے اللہ! مجھے اس چیز کے شر سے محفوظ رکھ جس کا تو نے فیصلہ فرما دیا ہے۔

مقتضیات شر میں سے مصائب و تکالیف اللہ کے اختیار میں ہے جب کہ بداعمالیاں اور گناہ انسان کے اختیار میں ہیں کہ چاہے انہیں کرے یا نہ کرے۔ اللہ نے اپنے علم کی بدولت ان کے صدور سے پہلے انسان کی تقدیر میں لکھ دیئے ہیں۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن بد اعمال کو اللہ کی طرف منسوب کرنا یا ان کے جواز پر تقدیر کا سہارا لینا غلط ہے۔ اس شر کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

و الشر لیس الیك۔

(صحیح مسلم:۲۰۱)

اے اللہ! تیری طرف شر (بد عمل منسوب) نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اوامر و نواہی کا مکلف ٹھہرایا ہے۔ بندے کے اعمال اس کی قدرت و اختیار سے انجام پاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ بندوں کو نیکی پر جزا اور بدی پر سزا دیتا ہے اور وہ ظلم و زیادتی سے پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔

(الروم:۴۱)

زمین و آسمان میں جو فساد ہے یہ سب لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

بابِ دوم:

ایمان باللہ 'توحید

ایمان باللہ توحید دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے' جس پر اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت قائم نہیں ہو سکتی اس طرح توحید کے بغیر ایمان قائم نہیں ہو سکتا۔ توحید کی اسلام میں وہ حیثیت ہے جو انسانی جسم میں سر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی توحید کی خاطر انسانوں کو پیدا کیا اور اسی توحید کی دعوت کے لئے لاکھوں انبیاء کرام علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو ایمان و توحید کی دعوت دیں اور شرک و کفر سے بچائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔

(الذاریات:٥٦)

اور میں نے جن اور انسان اس لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۔

(الانبیاء:٢٥)

اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کرو۔

لیکن شیطان جو اللہ کے دربار میں عہد کر چکا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کی عبادت سے بہکا کر جہنم کا ایندھن بنا کر چھوڑے گا اس لئے اس مردود کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ بندے کے اسلام کو برباد کرنے کے لئے توحید کی اس بنیاد

کوڈھادے جس پر اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ سب سے زیادہ کوشش توحید کو خراب کرنے کے لئے کرتا ہے اور شرک کی مختلف راہوں کو مزین کرتا ہے تاکہ انسان ان پر چل کر اپنے سب اعمال برباد کرلے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔

(فاطر:٦)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائے۔

شیطان انسان کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن بنانے کے لئے کوشش کرتا ہے کہ اسے اس طرح گمراہ کردے کہ وہ شرک ہی کو ہدایت اور حق کا راستہ سمجھ کر چلتا رہے اور کبھی توبہ نہ کرے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف نہ فرمائیں گے جبکہ دوسرے گناہوں کو اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ۔

(النساء:١١٦)

بے شک اللہ یہ گناہ ہرگز نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کردیتا ہے۔

اس لئے شیطان انسان کے سامنے سب سے زیادہ شرک کو مزین کرتا اور اس کے لئے مختلف راہیں نکالتا ہے لیکن وہ ان لوگوں کو ہرگز گمراہ نہیں کرسکتا جو اللہ کی خالص توحید کی معرفت وپہچان رکھتے ہیں اور شرک سے متعلق مکمل واقفیت رکھتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔

(الحجر:۴۰)

اس نے کہامیرے رب مجھ کو تیرے گمراہ کرنے کے سبب یقیناً میں ان لوگوں کے لئے زمین میں (شرک)خوشنمابنادوں گااوران سب کو گمراہ کروں گا تیرے ان بندوں کے سوا جو ان میں سے چنے ہوئے ہیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ شرک سے بچنے کے لئے توحید کو جاناجائے اوراس کا علم حاصل کیاجائے'توحید کاعلم حاصل کرنااوراس کے مقابل شرک کو پہچاناہر مسلمان پر فرض ہے تاکہ وہ توحید پر چل کر شرک سے بچ سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔

(محمد:۱۹)

پس جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔

لیکن افسوس کے آجکل لوگوں نے صوف کلمہ کے ظاہری اقرار کوتوحید سمجھ رکھاہے اوروہ کلمے کااقرار کرکے اپنے آپ کومسلمان سمجھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کی گواہی کے ساتھ توحید کاعلم بھی ایمان اوراسلام کے لئے شرط قراردیاہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِلَّا مَن شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ ۔

(الزخرف:۸٦)

سوائے اس کے جس نے حق (لاالہ الااللہ) کی گواہی دی اوروہ اس کاعلم بھی رکھتے ہیں۔

آج مسلمان شرک سے بے پرواہ ہوچکے ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد شرک آہی نہیں سکتا۔جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۔

(یوسف:١٠٦)

اوران کے اکثر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں لیکن وہ مشرک ہی ہوتے ہیں۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سب سے زیادہ شرک سے ڈرایاہے اورانہیں خبردار کیاہے کہ تم ضروریہودونصاریٰ کی پیروی کروگے جس طرح ان کے اندر شرک آگیا'اسی طرح تمہارے اندر بھی شرک آجائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ولاتقوم الساعة حتٰی یلحق حی من امتی بالمشرکین وحتی تعبد فئام من امتی الاوثان۔

(ترمذی:2219ابوداؤد:٤٢٥٢)

اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کاایک قبیلہ مشرکوں سے مل جائے گااور میری امت کے بہت سے لوگ بت پرستی شروع کردیں گے۔

لیکن آج امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جوشرک کی انواع واقسام میں گرفتارہے'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین کو جھٹلارہی ہے اور توحیدواسلام کے بنیادی عقائد سے پہلو تہی کا شکارہے۔

شرک کی وجوہات

شیطان نے انسانوں میں شرک کورائج کرنے کے لئے اوران کے لئے اسے مزین کرنے کے لئے نت نئے رواج اور فلسفے اختراع کئے ہیں اوراس نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شرک کاوار کرنے کے لئے بنیادی طورپراسی طریقے سے کام کیاہے جس طریقے سے اس نے دیگر انبیاء کی اقوام کوشرک میں مبتلا کیاتھااوروہ طریقہ ہے قوم وقبیلہ کے نام آور سربراہوں اور نیک لوگوں کی شان وعظمت میں غلووزیادتی سے کام لے کران کواللہ کی صفات سے متصف کردینا تاکہ لوگ ان کواللہ کے ساتھ شریک ٹھرائیں۔امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی شیطان نے اسی طریقہ سے

شرک کومزین کیاہے اوران کے اندر شرکیہ نظریات اور فلسفوں کورائج کر دیاہے جن پر چل کر آج امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد شرک میں گمراہ ہو کر ایمان وتوحید سے تہی دامن ہو چکی ہے۔ان نظریات کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

اتباع راہنماء وسربراہ:

شیطان انسانوں کو شرک میں مبتلا کرنے کے لئے جس شرک کو سب سے پہلے مزین کرتا ہے وہ اللہ کی حاکمیت اوراطاعت واتباع میں شرک ہے۔اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی اقوام کو جس شرک کے راستے پر سب سے پہلے ڈالا وہ اللہ کی الوہیت وحاکمیت میں شرک تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کواپنی طرف یکسوپیدا کیا'پھر شیاطین آئے اورانہیں ان کے دین سے پھیر دیااور جن چیزوں کو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھاانہیں ان پر حرام کر دیااورانہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں جس پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

(صحیح مسلم:۲۸۶۵)

سابقہ اقوام اللہ کی الوہیت وعبادت کے جس شرک میں سب سے پہلے شکار ہوتی تھیں وہ یہ تھا کہ وہ وحی الٰہی اوراللہ کے احکام وقوانین ترک کرکے اپنی قوم کے نام آور سرداروں اور مذہبی راہنماؤں کے ٹھہرائے گئے رسوم وقوانین کواپنی اخلاقی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں اختیار کر لیتے تھے اور کہتے۔

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ۔

(الزخرف:۲۳)

بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادوں کوایک طریقے پر پایااور ہم توانھی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔

یہود ونصاریٰ بھی اسی گمراہی کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔

(التوبہ:۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔

اس آیت کے نزول پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے (جو عیسائی سے مسلمان ہوئے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم نے اپنے علماء ورھبان کو کبھی رب نہیں بنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم ان کے حلال و حرام کو مانتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔(ترمذی:۳۰۹۵)

یہود ونصاریٰ اپنے علماء وسرداروں پر رب اور معبود کے الفاظ نہ بولا کرتے تھے اور نہ ان کے آگے رکوع و سجود اور دوسری عبادات ادا کرتے تھے لیکن وہ اور ان کے علماء و سردار اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں میں موجود احکام وقوانین پر ایمان لانے کے باوجود اپنے دنیاوی مفادات وخواہشات کی خاطر ان کو چھوڑ کر اپنے علماء'پادریوں'سرداروں اور بادشاہوں کے ٹھرائے گئے قوانین کی اپنے معاشرتی اور سیاسی زندگی میں پیروی واتباع کرتے تھے۔ اللہ کی حاکمیت واطاعت میں ہی شرک ہے جس نے انہیں اوج ثریہ توحید سے اتار کر شرک کی تاریک اور اتھاہ گہرائی میں پھینک دیا تھا۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم آج جس شرک میں سب سے زیادہ ملوث ہے وہ یہی شرک ہے۔ آج امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملک و معاشرے سے اللہ کی حاکمیت وشریعت کو ترک کر کے جمہوریت اور خود ساختہ پارلیمانوں کے وضع کردہ قوانین کی اطاعت وعبادت میں مصروف ہے۔ حاکمیت و قانون سازی کا حق اللہ کی بجائے پارلیمنٹ اور انسانوں کو دے دیا گیا ہے۔ دین کو سیاست سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اللہ کی حاکمیت کو صرف عباداتی شعائر نماز'روزہ تک محدود سمجھ کر باقی تمام معاشرہ معاشی اور سیاسی حاکمیت و قانون سازی مکمل طور پر انسانوں اور اہل پارلیمان کی

اکثریت کے ہاتھوں میں ہے اوران کے وضع کردہ اللہ کے احکام کے مخالف قوانین کی ملک ومعاشرے میں مکمل پیروی واتباع لازم ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیگر مشرک اقوام اوریہود ونصاریٰ کی طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت وحاکمیت کے اس شرک کی حقیقت سے ناواقف ہے۔

فلسفہ اتحادوحلول:

شرک میں مبتلاکرنے کے لئے شیطان کادوسراطریقہ واردات غلوہے۔شیطان جانتاہے کہ لوگوں کواللہ کے انکاراور غیر اللہ کومعبود کہلوانے کی طرف مائل کرنامشکل ہے'اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث شدہ انبیاءاوران کے علاوہ نیک وصالح اولیاء کی شان ومنزلت میں غلواورزیادتی کرواتاہے۔اس کے لئے وہ لوگوں کے ذہنوں میں عبادت اور قرب الٰہی پانے کے لئے خودساختہ اور غیر شرعی طریقے'فلسفے اور نظریئے رواج دیتاہے جن کواپناکرلوگ انبیاء اوراولیاءکوان کے مقام بندگی سے بڑھاکر درجہ الوہیت پر پہنچادیتے ہیں'اللہ کی ذات کے ساتھ شریک اوراوصاف الٰہیہ سے متصف مانتے ہیں۔اس طرح شیطان اللہ کاقرب پانے اوراس کی عبادت کوانجام دینے کے لئے ان انبیاءواولیاء کی عبادت کووسیلہ بناکرپیش کرتاہے۔اس کے لئے شیطان ان سے متعلق غلوپر مبنی کرامات وتصرفات کے جھوٹے قصے کہانیاں گھڑتااور مزین کرتاہے تاکہ وہ لوگوں سے اللہ کی عبادت کے دھوکے میں غیر اللہ کی بندگی کرواسکے۔

شیطان نے یہودونصاریٰ میں حضرت عزیرعلیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلوکرکے ان کواللہ کی ذات کے ساتھ اتصال کافلسفہ اور نظریہ تثلیث رواج دیا۔مشرکین مکہ جواپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کامتبع مانتے تھے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عقیدت میں غلوکرواتے ہوئے ان کی مورتیاں بنانے پر لگایا۔اسی طرح مشرکین مکہ کے دلوں میں قوم نوح علیہ السلام کے نیک افراد کے متعلق اسی طرح بتدریج (غلوانہ) خیالات ڈالے جس طرح قوم نوح کوشرک کی راہ ڈالنے کے لیے ڈالے تھے۔شیطان نے قوم نوح علیہ السلام کوشرک کی راہ پرڈالنے کے لئے پہلے اللہ کے دین اوراس کی عبادت کی طرف رغبت کے لئے قوم نوح کے نیک صالح بندوں یعنی وَدّ'یغوث'یعوق اور نصر کی محبت کوپروان چڑھایا'پھران کی محبت وعقیدت اور شان

ومنزلت میں اضافہ کر کے انہیں اللہ کی صفات سے متصف اور وسیلہ وذریعہ بتلایا۔ اوراسی عقیدت کی تڑپ میں آہستہ آہستہ ان کی تصویریں' مورتیاں اور بت بھی بنوڈالے۔

اسی طرح امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان نے شرک کی راہ پر ڈالنے کے لئے پہلے پہل حب الٰہی کی آڑ میں عبادت میں راھبانہ حد تک غلو اور غیر شرعی طور طریقوں کو مزین کیا۔ اسی حب الٰہی کی آڑ میں تیسری صدی ہجری میں متکلمین صوفیاء کا ایسا گروہ پیدا ہوا جنہیں شیطان حب الٰہی کی شدید تڑپ کے ساتھ خطرناک حد تک لے گیا۔ عبادات میں غلو سے پیدا ہونے والے دماغی سکر اور اس کے ساتھ یونانی ورومی اور ایرانی وہندی' اخلاق وفلسفہ (کہ مجاہدہ' ریاضت اور نفس کشی سے باطنی وروحانی ترقی حاصل کرتے ہوئے خدا تک پہنچا جاسکتا ہے) کے مطالعہ نے ان کو ایسی حالت تک پہنچادیا کہ انہوں نے اللہ کی ذات کے ساتھ اتصال اور اس کی صفات پر تصرفات' اور خدا سے بالواسطہ باطنی علم کے حصول کے دعوے کر دیئے' اور وحدت الوجود اور حلول وتصرف کے نظریئے وضع کر کے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرک کی ترویج کی راہ ہموار کی۔ پہلے پہل صوفیاء نے حب الٰہی کے جزبے میں توحید کی یہ تشریح کرنی شروع کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی اور معدوم ہے جو کہ کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن درجہ بدرجہ عبادات میں غلو اور حب الٰہی کی تڑپ میں اس کو لاموجود الااللہ بنادیا یعنی اللہ کے سوا کسی غیر کا وجود ہی نہیں' جو وجود بھی نظر آتے ہیں ان میں اللہ کے ساتھ اتحاد ہے اور وہ باعتبار باطن وجود الٰہی کی نمود ہیں۔

ذالنون مصری کا کہنا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوئے انسان پر ایسا وقت بھی آتا ہے جب وہ اس سے متحد ہو جاتا ہے۔

(تاریخ تصوف اسلام: ۱۶۰)

اس طرح متکلمین صوفیاء نے اللہ کے ساتھ اتحاد وحلول کا نظریہ وضع کر کے خود کو الوہیانہ صفات اور تصرفات کا حامل ٹھہرایا اور اس کے ساتھ یہ نظریہ وضع کیا کہ ہر دور میں الوہیانہ صفات کے حامل قطب' غوث' ابدال اور اولیاء ہوتے ہیں جو آسمان' زمین اور انسانوں کے تمام معاملات سنبھالتے ہیں۔

متکلمین صوفیاء کے ان نظریات کے ساتھ ان کے تصرفات وکرامات کی ترویج واشاعت کی وجہ سے لوگوں کے اعتقاد ویقین' دعا' پکار' استغاثہ' نذرونیازان کے مزارات وقبور سے مختص ہو کر رہ گئی ہے۔ متکلمین صوفیاء کے یہی نظریات کثیر لوگوں میں شرک کی گمراہی پھیلنے کا باعث بنے ہیں۔

فلسفہ عطائیہ:

ان متکلمین صوفیاء کے پیروکاروں نے فلسفہ اور عقل کی پیروی میں یہ نظریہ بھی ایجاد کیا کہ جس طرح دنیاوی بادشاہ اپنے دربار میں لوگوں کی التجا کے لئے اپنے کچھ مصاحبین کو اختیارات عطا کرتے ہیں جن کے ذریعے لوگ اس کے دربار میں سوال کرتے ہیں۔بعینہ اسی طرح خداجو مستقل بزات الٰہ ہے اس نے اپنے مقرب بندوں اور صلحاء کو غیر مستقل بذات خدائی صفات عطا کی ہیں۔خدا کی صفات توذاتی ہیں لیکن ان بندوں کی خدائی صفات عطائی ہیں۔ان عطائی صفات کی بدولت یہ اولیاء لوگوں کی دعا' نذراور عبادات خدا کے دربار میں پہنچاتے ہیں اور لوگ ان کو وسیلہ اور سفارشی ٹھہراتے ہیں۔

اس نظریہ میں شیطان نے پہلے خدا کی صفات کو غیر اللہ میں تقسیم کرایااور پھر لوگوں کی دعا' استغاثہ' نذر اور عبادات کو خالص اللہ کے دربار سے موڑ کر غیر اللہ کی طرف پھیر دیااور پھر مخلوقات کو غیر مستقل بذات عطائی الٰہ مقرر کر دیا۔شیطان جانتاہے کہ غیر اللہ کو لوگوں سے مستقل بذات الٰہ ٹھہرانا مشکل ہے۔اس لئے اس نے اولیاء وصلحاء کی شان ومنزلت میں غلو کر کے انہیں خدا کی صفات میں شریک باور کرایا۔اوراس کے لئے عبادت کے دھوکے میں غیر اللہ کی عبادت سرانجام دیں۔یہودی ہوں یا عیسائی مشرکین مکہ ہوں یا آج کے مشرکین وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوردیگر انبیاء واولیاء کو عطائی شریک اور غیر مستقل بذات الٰہ اوروسیلہ مان کر استغاثہ' پکار' نذراوردوسری عبادات کو ان کے سامنے رکھتے ہیں۔جب ان لوگوں کو رسول خداایک اللہ کی عبادت اورایک اللہ سے بغیرواسطہ اوروسیلہ کے دعاوالتجا کی دعوت دیتے تھے تو یہ لوگ وہ جواب دیتے جو ارشاد باری تعالیٰ میں یوں مذکور ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۔

(الزمر:۳)

ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔

نیز فرمان الہی ہے۔

وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ۔

(یونس:۱۸)

کہتے ہیں؛ یہ خدا کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

انہی باطل فلسفوں اور نظریوں کی مزید تفصیل اور قرآن و حدیث سے ان کا رد ہم آگے بیان کریں گے۔ ان شاءاللہ

باب سوم:

ایمان باللہ 'توحید کی شروط

توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ اپنی ربوبیت 'الوہیت اور اسماءوصفات اور افعال میں اکیلا اور خاص ہے۔ توحید کی سب اقسام کلمہ لا الہ الا اللہ میں موجود ہیں۔ توحید کو ماننے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے اقرار سے پہلے اس کی کچھ شروط کا جاننا اور عمل کرنا لازم ہے۔ ان شروط توحید کے نہ ہونے سے کلمہ کا اقرار بھی غیر مقبول اور بے فائدہ ہے۔

شروط سے مراد عمل سے باہر وہ قیود ہیں جن کا ہونا عمل سے پہلے ضروری ہے۔ عمل کی صحت اور قبولیت کا دارومدار ان شرائط پر ہوتا ہے۔ توحید کی شروط سے مراد توحید اور کلمہ کے اقرار سے پہلے قلب اور ارادے کا فعل اور آمادگی ہے۔ توحید سے پہلے ان شرائط کے پیشگی ہونے سے توحید اور اس کا اقرار قبول ہو گا۔

توحید اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی شروط قرآن وحدیث میں کسی ایک جگہ اکھٹی بیان نہیں ہوئیں بلکہ ان کا ذکر متفرق جگھوں پر آیا ہے۔ جس طرح فقہا' ائمہ کرام نے نماز' روزہ اور دیگر اعمال کی شروط جو قرآن وحدیث میں متفرق جگھوں پر آئی ہیں ان کو اکٹھا کر کے ایک باب میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح عقیدے کے آئمہ کرام نے توحید کی شروط جو قرآن وحدیث میں متفرق جگھوں پر آئی ہیں ان کو توحید کے باب میں توحید کی سات شروط کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

1. توحید کا علم
2. تسلیم
3. یقین
4. اخلاص
5. صدق

❻ محبت

❼ انقیاد

جس طرح نماز کی شروط میں وضو اور قبلہ رخ ہونا ہے جن کے بغیر نماز قبول نہیں ہو گی'اسی طرح توحید کی شروط نہ ہونے سے توحید بھی قبول نہ ہو گی۔اس لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ کلمہ شہادت سے پہلے بلکہ کلمہ شہادت کے بعد بھی اپنی توحید کو معتبر بنانے کے لئے ان شرائط کو پورا کرتا رہے۔

وہ کلمہ اور توحید کا معنی و مفہوم جانے،اس کلمہ پر کامل یقین رکھے،ایسا اخلاص اختیار کرے جس میں ریاوشرک کا کوئی شائبہ نہ ہو،اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچائی اوروفاداری کرے،منافقت سے کام نہ لے،اللہ کی توحید سے ایسی محبت ہو کہ اسلام کے کسی بھی رکن سے بغض وعناد باقی نہ رہے،اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بغیر کسی حیلے اور حجت کے تسلیم کرے،اس کلمہ کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔ اگران شروط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو کلمہ معتبر نہ ہو گا۔

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن "کتاب التوحید" کی شرح میں فرماتے ہیں۔
علم'یقین اور صدق پر مبنی شہادت ہی قابل قبول ہوتی ہے اوروہ شہادت جولاعلمی اور شک پر مبنی ہو وہ نہ تو معتبر ہوتی ہے اور نہ فائدہ مند۔پس جس شہادت کی بنیاد جہالت'لاعلمی اور شک پر ہو تو ایسا شخص اپنی شہادت میں جھوٹا سمجھا جائے گا۔نیز کلمہ طیبہ کا ایسا اقرار کہ جس سے نہ تو اس کے مفہوم و معنی کا علم ہو نہ یقین ہو نہ اس کے تقاضوں کے مطابق عمل ہو نہ شرک سے بیزاری ہو نہ دل اور زبان میں ہم آہنگی ہو اور نہ دل اوراعضاء کے کردار میں یگانگت ہو تو ایسی شہادت بالاجماع غیر نافع اور غیر مفید ہے۔

(ہدایۃ المستفید:۱-۱۹۱)

ایمان باللہ 'توحید کی پہلی شرط

علم

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ ۔

(محمد:۱۹)

پس جان لو (اس بات کی حقیقت) کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے صحیح بخاری کی "کتاب العلم" میں باب باندھا ہے۔

العلم قبل القول والعمل 'لقول اللّٰه تعالی؛ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ 'فبدأبالعلم۔

اس بات کا بیان کہ علم وفہم کا مرتبہ قول اور عمل سے پہلے آتا ہے 'جس پر دلیل ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان؛ پس جان لو (اس بات کی حقیقت) کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ 'چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بات علم سے شروع کی۔

اللہ تعالیٰ نے کلمہ کے اقرار کے ساتھ اس کا علم ہونا بھی فرض کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۔

(الزخرف:۸۲)

سوائے ان کے جو حق (لا الٰہ الا اللہ) کی شہادت دیں اس حال میں کہ وہ علم رکھیں۔

عن عثمان قال قال رسول اللّٰه من مات وهو يعلم انه لااله الااللّٰه دخل الجنة۔

(صحیح مسلم:۲٦)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص مرا اس حال میں کہ وہ اس بات (کی حقیقت) کو جانتا ہو کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

لا الہ الا اللہ کے علم سے مراد یہ ہے کہ آدمی جانتا ہو کہ کلمہ کے پہلے جز "لا الہ" میں غیر اللہ کی کونسی صفات اور افعال سے نفی وانکار مقصود ہے۔ اور "الا اللہ" میں اللہ کی کونسی صفات اور افعال کا اثبات واقرار مقصود ہے۔ چنانچہ اس سے مراد خدائی افعال بھی ہیں۔

مثلاً خلق' پیدا کرنا' رازق' پالنا' کھلانا' مالک' حاکم و قانون ساز' تصرف الامور' کائنات اور زمین کے معاملات چلانا' سبزے کو اگانا' بارشیں برسانا' موت و تنگی دینا' ہر چیز پر قدرت وعلم رکھنا وغیرہ۔

اسی طرح افعال عبادت کا علم بھی مراد ہے۔ مثلاً پوجنا' سجدہ و تعظیم کرنا' ذلت وانکساری' دعا و فریاد' حاکمیت و قانون سازی ماننا اور مطلق اطاعت وغیرہ ان چیزوں کے متعلق اللہ کے علاوہ ہر کسی سے انکار کرنے کا علم ہو اور ان چیزوں کا اللہ کے لئے خاص ہونے کا علم ہو۔ ان سب چیزوں کا علم ہونا کلمہ کی پہلی شرط ہے۔

ایمان باللہ' توحید کی دوسری شرط

تسلیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۔

(الصفت:۳۶)

جب ان سے "لا الہ الا اللہ" کو تسلیم کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

اس سے محض مطلق کلمہ کا اقرار مراد نہیں ہے بلکہ کلمہ توحید اوراس کے تمام احکام کو دلی و باطنی 'رضاو آمادگی کے ساتھ تسلیم و قبول کرلینا'اپنی مرضی اور خواہش و عصبیت سے دستبردار ہو جانااور توحید اور دین کے کسی بھی حکم وپابندی کے خلاف دل میں کراہت پیدا نہ ہونے دینا مراد ہے۔ تسلیم کو ایمان کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ الغرض ایمان واعتقاد پر قلبی آمادگی دکھانا'اللہ کی الوہیت اوراس کے احکام و قوانین کے قبول کرنے اور تابع فرمان ہو جانے کے لئے تیار ہونااس طرح مطلوب ہے کہ اس کے سواہر قسم کے آباؤ طواغیت کی بات مان لینے کا دل میں خیال بھی پیدا نہ ہو۔

ایمان باللہ 'توحید کی تیسری شرط

یقین

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا ۔

(الحجرات:۱۵)

حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے 'پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللہ ورسول پر ایمان کو اس بات سے مشروط کیا ہے کہ وہ شک وشبہ سے خالی یعنی یقین کامل پر مشتمل ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من لقیت من وراء ھذاالحائط یشھدان لاالٰہ الااللہ مستیقنابھاقلبہ فبشرہ بالجنۃ۔

(صحیح مسلم:۱-۵۹)

اس دیوار سے پرے جو آدمی بھی تمہیں ایسا ملے جو اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں تو ایسے آدمی کو جنت کی خوشخبری سنادو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اشھد ان لاالہ الااللّٰہ وانی رسول اللّٰہ'لایلقی اللّٰہ بھماعبد غیر شاك فیھماالادخل الجنة۔

(صحیح مسلم:۱-۵٦)

میں شہادت دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں'جو بندہ ان دونوں شہادتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا۔بشرطیکہ وہ ان دونوں باتوں کی حقیقت میں کوئی شک نہ رکھتا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

کلمہ توحید کا صرف علم اور معلومات رکھنا کافی نہیں بلکہ اس کو ایک اٹل اور یقینی حقیقت سمجھتے ہوئے دل ودماغ میں مضبوطی اور گہرائی سے اس طرح جگہ دینا بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلق ظن گمان اور کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔اعتقاد میں یقین کے نہ ہونے سے اعضاء وجوارح سے شک وشبہ کا اظہار اوراظہار وفاداری کا غیر اللہ کی طرف میلان ہو جانا یقینی امر ہے۔اسی کامل و صحیح یقین کے نہ ہونے کی وجہ سے کئی لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ کفر شک میں مبتلا ہوتے ہیں اوراس گمان میں رہتے ہیں کہ شاید حق یہ ہو یا شاید حق وہ ہو۔اللہ کی خالص عبادت بھی قبول ہے اور غیر اللہ کے وسیلہ سے کی جانے والی عبادت بھی قبول ہے اور کچھ لوگ تو رواداری کے دھوکہ میں اس حد تک کفر شک میں چلے جاتے ہیں کہ مسجد کا راستہ بھی خدا کو جاتا ہے اور مزار'مندر'گرجااور گوردوارہ بھی خدا کی طرف ہی لے جاتے ہیں۔العیاذ باللہ۔

قرآن وحدیث اور دینی کتب کا مطالعہ اور کائنات میں غور وفکر یقین کی مضبوطی اور شکوک وشبہات کے اذالہ کے لئے اہم ہے۔

ایمان باللہ توحید کی چوتھی شرط

اخلاص

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ ۔

(البینۃ:۵)

اوران کواس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اسعد الناس بشفاعتی من قال لاالہ الااللّٰہ خالصامن قلبہ أونفسہ۔

(صحیح بخاری:۱۹۳-۱)

میری شفاعت کا حقدار ترین شخص وہ ہے جو خلوص دل یا (فرمایا کہ) خلوص نفس کے ساتھ یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔

اخلاص نیت ویسے تو ہر عمل کی مقبولیت کے لئے شرط ہے لیکن اس کی اہمیت کلمہ توحید کے اقرار و عمل میں سب سے بڑھ کر ہے اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ توحید اور اسلام کا اقرار کسی بے توجہی یا لاابالی پن کے ساتھ نہ کیا جائے نہ ہی اسے معاشرے وماحول کی دیکھا دیکھی آبائی رسم'معاشرتی رواج اور قومی روایت سمجھ کر ادا کیا جائے'نہ ہی کلمہ گو ہونے سے مقصد کسی کو خوش یا متاثر کرنا ہو اور نہ ہی اس سے کوئی دنیاوی مفاد اور غرض مطلوب ہو بلکہ یہ سنجیدگی کے ساتھ خالص دل کی پکار ہو اور اس سے مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی اور جنت کا حصول اور جہنم سے نجات ہو۔چنانچہ اگر اس کلمہ توحید کے اقرار میں دھوکا'منافقت اور ریاکاری وغیرہ ہوئی تو یہ کلمہ اللہ کے ہاں قبول نہیں۔

ایمان باللہ توحید کی پانچویں شرط

صدق

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۔

(العنکبوت:۱-۳)

کیالوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اوران کو آزمایانہ جائے گا۔حالانکہ ہم سب لوگوں کی آزمائش کرچکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔اللہ کوتوضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔

حضرت معاذبن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مامن احد یشھدان لا الہ الا اللّٰہ وان محمدعبدہ ودسولہ صدقامن قلبہ الاحرمہ اللہ علی النار۔

(صحیح بخاری:۱-۲۲۶)

جو آدمی بھی صدق دل سے یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تواللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم پر حرام کردیتا ہے۔

ضروری ہے کہ آدمی کلمہ توحید کو قلب وعمل کی سچائی اوروفاداری کی آمادگی سے مانے اور کسی منافقانہ عمل کی بجائے پوری دیانت داری اور ثابت قدمی کے ساتھ ممکنہ نتائج کے علی الرغم اس دعوت کو قبول کرے۔صدق ووفاداری دراصل ایک طرح کاخلف وفاداری اوراستقامت وثابت قدمی ہے کہ لاالہٰ الااللہ کی صورت میں جس حقیقت کو جانااور قبول کیاہے۔اس کوسچ کردکھانے پر آمادگی اوردلجمعی رکھنا۔اس شرط کے پوراکرنے سے آگے چل کرلاالہٰ الااللہ کااہم ترین تقاضاالولاءوالبرء(محبت ودشمنی)پوراکرناممکن ہوتاہے۔صدق ووفانہ ہوتوآدمی خواہ لاکھ قسمیں کھاکراپنامومن ہوناظاہر کرے وہ پھر بھی منافق اور جھوٹاشمار ہوگا۔

ایمان باللہ 'توحید کی چھٹی شرط

محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ

(المائدہ:۵۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔

تو صرف اور صرف اللہ کی خاطر' اور تیسری یہ کہ کفر سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان 'ان یکون اللہ ورسوله احب الیه مماسوا هما' وان یحب المرء لایحبه الااللہ' وان یکره ان یعودفی الکفربعداذانقذه اللہ منه' کمایکره ان یقذف فی النار۔

(متفق علیہ)

تین باتوں جس آدمی میں آجائیں وہ ایمان کی مٹھاس پالیتا ہے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دنیا جہاں سے زیادہ عزیز تر ہو جائیں' دوسری یہ کہ وہ کسی انسان سے محبت کرے ایک بار نکل آنے کے بعد اس میں لوٹ جانا اس کے لیے ویسا نا قابل برداشت ہو جیسا زندہ آگ میں پڑ جانا۔

کلمہ توحید کی چھٹی شرط یہ ہے کہ کلمہ میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے اس سے آدمی کے دل میں اللہ ورسول سے والہانہ محبت والفت اور شدید قسم کی وابستگی پیدا ہو' وہ اللہ ورسول کے مقابلے میں ہر چیز کی محبت کی قربانی پیش کر دے

اوراس کلمہ سے وابستہ رہنااوراس کے احکام پر عمل کرنااسے اپنے دنیاوی مفادات'خواہشات نفسانی'نعمتوں اور ہر قسم کی راحتوں سے بڑھ کر عزیز ہو۔اس شرط کی بنیاد پر بندگان خدا سے محبت ووابستگی اور دوستی اور بندگان کفر سے نفرت وکراہت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

ایمان باللہ'توحید کی ساتویں شرط

انقیاد

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

(لقمان:۲۲)

جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردے اور عملاًوہ نیک ہو اس نے فی الواقع ایک مضبوط کڑا تھام لیا۔

نیز ارشاد فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(النساء:۶۵)

نہیں(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)تمہارے رب کی قسم!یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والانہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کردیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعالماجئت بہ۔

(بغوی فی شرح السنہ: ۲۱۳' ۲۱۲-۱)

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے من کو میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کرے۔

دل کا اللہ کی الوہیت اور اس کے احکام و قوانین پر قلبی و باطنی طور پر تابع فرمان ہونے کے لئے تیار ہونا کلمہ کی قبولیت کے لئے شرط ہے۔ انقیاد و اطاعت کو اسلام کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ یعنی صرف اسلام کے احکام و شریعت کو اطاعت واتباع کے لائق سمجھنا اور اس کے علاوہ غیر اللہ کے احکام و قوانین کا دل میں انکار ہونا۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کلمہ توحید کا اقرار اور اسلام کے احکام و قوانین اور شریعت کی پیروی کے بغیر بھی قبول ہو سکتا ہے تو ان کا کلمہ اللہ کے ہاں قبول نہیں اور ان کی ابھی کلمہ توحید کی یہ ساتویں شرط پوری کرنا باقی ہے۔

باب چہارم

ایمان باللہ 'توحید کے ارکان

جس طرح ائمہ فقہاء نے نماز'روزہ اوراسلام کے دیگرارکان بیان کیے ہیں۔اس طرح ائمہ کرام نے ایمان باللہ'توحید کے ارکان بھی بیان کیے ہیں۔ جس طرح نماز کے ارکان ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی مثلاً تکبیر تحریمہ'رکوع'سجوداور تشھد وغیرہ ان ارکان میں سے کوئی بھی رکن بندے سے رہ جائے تو آدمی ایمان باللہ کا حامل اور موحد نہیں رہتا۔اور فقط لا الہ الا اللہ کا زبانی اقراراور محض اس کی شروط کا علم ہونا اسے کوئی فائدہ نہ دے گا۔

رکن سے مراد کسی چیز کا وہ جزو ہے جو اس چیز کی ماہیت میں داخل ہوتا ہے۔رکن کے بغیر شئے صحیح نہیں ہوسکتی۔شئے کی صحت کا دارومدار رکن کی صحت پر ہوتا ہے۔رکن کے عدم سے کسی شئے کا عدم لازم آتا ہے۔مگر رکن کے وجود سے کسی شئے کا وجود ضروری نہیں۔

ایمان باللہ 'توحید کے دوارکان ہیں۔

- غیر اللہ کا انکار کرنا
- اللہ پر ایمان لانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا

(البقرہ:۲۵۶)

پس جو کوئی طاغوت(غیر اللہ)کا انکار کرے اوراللہ پر ایمان لائے پس اس نے نہ ٹوٹنے والے کڑے کو مضبوطی سے تھام لیا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

توحید عبادت میں قرآن حکیم کا طریقہ بیان یہی ہے کہ نفی کو اثبات کے ساتھ جوڑا ہے' چنانچہ قرآن مجید ہر غیر اللہ کی عبادت کی نفی کرتا ہے اور ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت کرتا ہے اور یہی توحید کی حقیقت ہے۔نہ تو محض نفی توحید ہے اور نہ محض اثبات توحید ہے۔ نفی اور اثبات دونوں جمع ہوں گے تو توحید کے مکمل معنی حاصل ہوں گے اور یہی لا الہ الا اللہ کی حقیقت ہے۔

(تیسر العزیز الحمید:٧٦)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی الاسلام علی خمس علی أن یعبدالله' ویکفر بما دونه۔۔۔۔

(صحیح مسلم:١٢-١١٢)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئے ہے'اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ماسوا کے ساتھ انکار کیا جائے...۔

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

من قال لا اله الا الله وکفر بما یعبد من دون الله حرم ماله ودمه وحسابه علی الله۔

(صحیح مسلم:٢٣)

جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ جن جن کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون حرام ہے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ ایمان باللہ 'توحید کے انہی دو ارکان کو بیان کرتا ہے۔"لا الہ" غیر اللہ کا انکار پہلا رکن ہے اور "الا اللہ" اللہ پر ایمان دوسرا رکن ہے۔ایمان باللہ 'توحید کے ان دونوں ارکان پر عمل کیے بغیر کلمہ توحید کا محض اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا۔اس لیے غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادت اور ان کو عطا کردہ صفات الٰہی کا انکار کرنا اور اللہ کی ذات'صفات اور عبادت کی تمام اقسام کو اللہ کے لئے خاص کرنا ضروری ہے۔آج کل لوگ توحید کے ان دونوں ارکان کا محض اقرار کرتے اور مانتے ہیں۔لیکن عملاً ان دونوں ارکان میں اللہ کو خاص کرنے میں کمی اور اس کے ساتھ غیر اللہ

کو شریک کرتے ہیں۔ اور لوگ اپنی دعا و ندا' محبت و تعظیم' خوف و امید' توکل و یقین' تسلیم و اطاعت' نذر و نیاز اور قربانی وطواف وغیرہ کو صرف اللہ کے لیے خاص نہیں کر رہے' بلکہ اپنے اعتقاد اور عمل میں غیر اللہ کو شریک کر رہے ہیں۔

پہلا رکن: غیر اللہ کا انکار

شیخ عبد الرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

پس حقیقت یہ ہے کہ (جب تک) لا الہ الا اللہ کے مدلول اور تقاضوں کو خواہ وہ نفی پر ہوں یا اثبات پر' سمجھا نہ جائے اور اس پر اعتقاد نہ رکھا جائے اور ان کو قبول کر کے عملی جامہ نہ پہنایا جائے اس وقت تک اس کلمہ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

(ہدایۃ المستفید: ۱-۱۹۸)

کلمہ طیبہ میں غیر اللہ کے انکار کا حکم اللہ تعالیٰ نے اللہ پر ایمان و اقرار سے پہلے بیان کیا ہے۔ کیونکہ جب تک غیر اللہ کا مکمل انکار نہ کیا جائے اس وقت تک اللہ پر ایمان و اقرار بھی قبول نہیں ہوتا۔

غیر اللہ کے انکار کی اہمیت کے پیش نظر اس پر قرآن مجید میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ غیر اللہ کے انکار پر مکمل بصیرت اور فہم حاصل کیا جائے۔

ایمان باللہ' توحید کی مقبولیت کے لیے ضروری ہے کہ غیر اللہ کا انکار اعتقاد' قول اور عمل ہر طرح سے کیا جائے۔ جب تک ان تینوں طریقوں سے غیر اللہ کا انکار نہ کیا جائے تو آدمی غیر اللہ کا انکار اور اس کی نفی کرنے والا شمار نہ ہو گا۔ جس طرح ایمان کا اثبات تین صورتوں میں ہوتا ہے جیسا کہ ایمان کی تعریف (قول بل اللسان' تصدیق بالقلب و عمل بالجوارح) سے ظاہر ہے۔ اس طرح غیر اللہ کا انکار کرنے اور اسے چھوڑ دینے کی بھی تین قسمیں ہیں۔

1. اعتقاداً ترک کرنا
2. قولاً ترک کرنا
3. فعلاً ترک کرنا

غیر اللہ کے انکار کے لیے قرآن مجید میں پانچ چیزوں کا بیان ہوا ہے۔ غیر اللہ کے انکار کے لئے ان پانچ چیزوں کا اپنے اعتقاد، قول اور فعل میں ہونا ضروری ہے۔

❶ غیر اللہ کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ

(الحج:٦٢)

یہی برحق ہے اور اللہ کے سوا یہ جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

❷ غیر اللہ سے عملاً اجتناب کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

(النحل:٣٦)

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (غیر اللہ) سے اجتناب کرو۔

❸ غیر اللہ سے دل میں نفرت و بغض رکھنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ

(الشعراء:٧٧)

کیا تمہیں معلوم ہے کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو'تم اور تمہارے پہلے آباؤاجداد'سو یہ تمام میرے دشمن ہیں سوائے اللہ رب العالمین کے۔

❹ مشرکین سے عملاً عداوت و دشمنی کا اظہار کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ

(الممتحنۃ:۴)

بے شک ہم تم سے اوران تمام چیزوں سے بیزار ہیں کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو'ہم تمہاراانکار کرتے ہیں'ہمارے اور تمہارے درمیان کھلی دشمنی اور بغض واضح ہو چکا ہے یہاں تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ۔

❺ مشرکین کی تکفیر کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ

(الانبیاء:۹۸)

تم اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو'سب دوزخ کا ایندھن بنو گے'تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔

دوسرا رکن: اللہ پر ایمان لانا

ایمان باللہ'توحید کا دوسرا رکن اللہ واحد پر ایمان لانا ہے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام افعال ربوبیت'اسماء وصفات اور بندوں کے تمام افعال عبادت میں اکیلا اور خاص ٹھہرانا ہے۔

① اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

(المومن:٦٢)

یہی اللہ تمہارا رب ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے۔

② اللہ کی الوہیت پر ایمان لانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

(الفاتحہ)

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

③ اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا

(الاعراف:١٨٠)

اور اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں لہذا تم اسے ان سے پکارو۔

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

میرے بھائیو تمہیں اللہ کا واسطہ اپنے دین کی بنیاد تھام لو شروع سے آخر تک اور یہ بنیاد ہے لا الٰہ الا اللہ اس کا معنی و مطلب سمجھو اس سے محبت رکھو اس کے ماننے والوں سے محبت رکھو انہیں اپنا بھائی بناؤ اگرچہ وہ تم سے دور ہی کیوں نہ ہوں طاغوت کا انکار کرو اس سے نفرت کرو' طاغوت کے ماننے والوں سے نفرت کرو ان سے بھی نفرت کرو جو ان کی

حمایت کرتے ہیں یاان کو کافر نہیں سمجھتے یا یہ کہتے ہیں کہ ہماراانکے کرتوتوں سے کیاواسطہ یا یہ کہتے ہیں کہ میری ذمہ داری نہیں کہ میں طاغوت کے پیروکاروں سے دشمنی کروں اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو وہ اللہ کی بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے اس پر فرض کر دیا ہے کہ وہ طاغوت کاانکار کرے اس سے اوراس کے ماننے والوں سے نفرت وبیزاری وبرأت کااعلان کرے اگرچہ وہ اس کے بھائی اوراولاد ہی کیوں نہ ہوں۔لہذاان باتوں کو مضبوطی سے تھام لو تاکہ تم اللہ کے پاس جاؤتو مشرک بن کے نہ جاؤ'اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ وہ ہمیں اسلام پر موت دے اور ہمیں صالحین کے ساتھ یکجا کر دے۔

(مجموعۃالتوحید:١-١٤١)

نیز فرماتے ہیں۔

دین اسلام کی دوبنیادیں ہیں ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کاحکم دینا'لوگوں کواس کی دعوت دینا'جولوگ توحید پر کاربند ہوں انہیں اپنادوست اورولی سمجھنااوردوسراجولوگ اکیلے اللہ کی عبادت کاانکار کریں یااس کے ساتھ شرک کریں ان کی تکفیر کرنا۔

باب پنجم

ایمان باللہ 'توحید کا ناقض

جس طرح ائمہ فقہاء نے نماز 'روزہ اور اسلام کے دیگر ارکان کے نواقض بیان کیے ہیں۔ جن سے آدمی ان اعمال سے خارج ہو جاتا ہے۔اس طرح ائمہ کرام نے ایمان باللہ 'توحید کے نواقض بھی بیان کیے ہیں۔ جس طرح نماز کے نواقض بدن سے ہوا کے اخراج اور دوران نماز کھانا پینا اور قہقہ لگانا وغیرہ ہیں۔ یہ تمام چیزیں نماز کو باطل کرنے والی ہیں۔اسی طرح ایمان باللہ 'توحید کے بھی کچھ نواقض ہیں'جب کوئی آدمی ان نواقض کا ارتکاب کرے تو اس کی توحید باطل ہو جاتی ہے اور وہ مشرک و کافر اور ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

ایمان باللہ توحید کا ناقض شرک کا ارتکاب کرنا ہے۔یوں تو مجرد ایمان کے دیگر بھی نواقض ہیں۔ جنہیں ائمہ کرام نے نواقض الاسلام کے باب میں ذکر کیا ہے 'لیکن ایمان باللہ 'توحید کا ناقض شرک اکبر کا ارتکاب کرنا ہے۔

شیخ سلمان بن سمحان فرماتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ کی گواہی میں ضروری ہے کہ دل سے اعتقاد 'زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل ہو' اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہو تو آدمی مسلم نہیں رہتا۔اگر کوئی شخص مسلم ہو' ارکان پر عمل کرتا ہو اور پھر اس سے کوئی ایسا عمل' قول یا اعتقاد سرزد ہو جائے کہ جو اس اقرار کے منافی ہو تو اسے صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا۔

(الدرر السنیہ:۲-۳۵۰)

شرک:

شرک یہ ہے کہ اللہ کی توحید ربوبیت 'الوہیت اور اسماء وصفات میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا۔

شرک کی تعریف:

شرک سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت (خالق 'مالک 'حاکم 'رازق اور متصرف الامور ہونے) میں 'توحید الوہیت (عبادت 'اطاعت 'استغاثہ) میں اور اس کے اسماء وصفات میں کوئی اور بھی شریک ہے۔ اسی طرح اس کے قادر و مختار 'عالم الغیب 'حی القیوم 'لازوال اور بے مثال ہونے میں اس کے ساتھ کوئی اور بھی شامل ہے۔ اور دعا و ندا 'نذر و نیاز 'استغاثہ 'وسیلہ 'محبت 'خوف اور توکل کسی اور کے لئے بھی جائز ہے۔

شرک اکبر:

اللہ کی توحید ربوبیت 'الوہیت اور اسماء وصفات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو شریک کرنا شرک اکبر ہے۔ شرک اکبر ایمان سے خارج کر دینے کا باعث ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہو گئے اور کچھ کافر (ایمان سے خارج) ہو گئے۔ چنانچہ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور ستاروں کے موثر ہونے کا انکار کیا اور جس نے کہا کہ بارش فلاں ستارے کے اثر سے ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

(صحیح بخاری:۸۴۶)

شرک اکبر کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

(النساء:۱۱۶)

بے شک اللہ شرک کو ہر گز معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔

شرک اصغر:

شرک اصغر میں غیر اللہ کی قسم اور ریاکاری وغیرہ شامل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرک اصغر سے ہے لوگوں نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریا (دکھلاوا)۔

(مسند احمد:۵-۴۲۸)

شرک اصغر کا مرتکب ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق نہیں ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیں گے۔اسی شرک کے متعلق دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللهم انی اعوذبك ان اشرك بك اعلم واستغفرك لما لا اعلم۔

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس شرک سے کہ جسے میں جانتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں اس سے جسے میں نہیں جانتا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
شرک کی دو اقسام ہیں' شرک اکبر اور شرک اصغر' شرک اکبر کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ فرمائے گا سوائے اس کے کہ (دنیا میں) توبہ کر لی جائے۔

شرک اکبر ایمان باللہ' توحید کا ناقض اور اسے توڑنے والا ہے۔اگر کوئی مسلمان دانستہ یا لاعلمی میں شرک کا ارتکاب کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔اور مرتد و کافر ٹھہر تا ہے۔اس پر بے شمار واضح قرآنی آیات دلالت کرتی ہیں اور تمام ائمۃ المسلمین کا اس پر اجماع ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

(النساء:١١٦)

بے شک اللہ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔

ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیکی مقبول ہے حتی کہ یہ آیت اتری'یایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم(اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو) پھر ہم نے کہا کہ یہ کیا چیز ہے جو ہمارے اعمال کو باطل کر سکتی ہے۔اور سوچ کر کہا کہ وہ کبائر جو دوزخ کے موجب ہیں اور بے حیائیاں مراد ہیں'حتی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا۔ان اللّٰہ لایغفران یشرك به ویغفرمادون ذالك لمن یشاء۔

(باسند عبداللہ بن مبارک)

امام بخاری اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

باب المعاصی من امرالجاهلیة ولا یکفر صاحبها الا بالشرك وقول اللّٰه تعالی إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

(صحیح بخاری)

اس بات کا بیان کہ نافرمانیاں جاہلیت کا فعل ہیں ان کے مرتکب کو کافر نہیں کہا جائے گا سوائے اس کے کہ شرک کرے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔کہ یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دے۔

شرک اکبر سے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

(الزمر:٦٥)

اورالبتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ اگرتم نے شرک کیاتوتمہاراعمل ضائع ہوجائے گااورتم ضرورضرورخسارے میں رہوگے۔

نیزارشادفرمایا۔

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ

(المائدہ:٧٦)

بے شک جواللہ کے ساتھ شرک کرتاہے اللہ نے اس پرجنت حرام کردی ہے اوراس کاٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔

نیزفرمان الٰہی ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ

(الانعام:١٢)

جولوگ ایمان لائے اوراپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہ ملایایہی لوگ امن وسلامتی اورہدایت والے ہیں۔

اس آیت کے نزول پرصحابہ کرام متفکرہوئے اس وجہ سے کہ کون ہے جوایمان کے بعدکچھ نہ کچھ ظلم کامرتکب نہ ہو۔انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایااس ظلم سے مراد شرک ہے کیاتم قرآن کی یہ آیت نہیں جانتے ان الشرک لظلم عظیم۔(بے شک شرک ہی ظلم عظیم ہے)۔
(صحیح بخاری:٤٧٧٦)

سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک جیسے ظلم عظیم کے مرتکب افرادکوامن اورجان ومال کی سلامتی نہیں دی بلکہ ان کے خلاف لڑائی کوفرض قراردیاہے۔شرک سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتاہے اوراس کی جان ومال حلال

ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ دین کا اقرار کرتا ہو اور نماز' روزہ کا پابند ہو۔ اسی لیے صحابہ کرام نے مانعین زکوۃ جو کلمہ کا اقرار اور نماز' روزہ کو ادا کرتے تھے۔ ان کو اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا اور ان سے قتال کیا۔

شرک ایمان و توحید کا اولین ناقض ہے۔ اس پر دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل ہے کہ انہوں نے اپنے دور خلافت میں ان لوگوں کو جلوا کر قتل کرا دیا تھا جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کی ذات وصفات کے ساتھ شریک کیا۔

عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے پس آپ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔
(صحیح بخاری:٦٩٢٢)

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
یہ آپ لوگوں کا سب سے بڑا دھوکا ہے جس کے ساتھ آپ لوگ عوام کو دھوکے میں ڈالتے ہیں کہ اہل علم فرماتے ہیں کہ کسی بھی گناہ کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر جائز نہیں حالانکہ یہ وہ (گناہ) نہیں جن کے بارے میں ہمارا نزاع ہے بلکہ ہماری بات ان سے بالکل مختلف ہے کہ خوارج ہر زانی' چور اور قاتل' کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمان کو کافر کہتے تھے اور اہلسنت کا مذہب ہے کہ وہ مسلمان کو صرف شرک کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں۔

(رسائل التوحید)

باب ششم

ایمان باللہ 'توحید اور طاغوت

طاغوت کے لغوی معنی:

طاغوت کا مصدر "طغی" ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں "حدوں کو توڑنے والا"۔

(مفردات القرآن)

طاغوت کا شرعی مفہوم:

اللہ کی ذات 'صفات اور افعال میں اور بندوں کے اس کے لیے خاص افعال بندگی میں تصرف و شرکت کرنے والا یا اس کا دعویٰ کرنے والا طاغوت کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خصائص ربوبیت 'الوہیت اور صفات کا کسی اور کو بھی اہل جاننا شرک ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص صفات میں سے کسی کو اپنے لیے جائز ٹھرانے والا طاغوت ہے۔ چنانچہ کسی شخص کا اپنے لیے اللہ کی بعض خصوصیات کا دعویٰ کرنا خود جھوٹا الہ بننے کے مترادف ہے۔ شریعت میں ایسے شخص کو طاغوت (باطل دعوے دار خدائی) کہا جاتا ہے۔

طاغوت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اللہ کی صفات کا یا خود الہ ہونے کا دعویٰ کرے بلکہ اگر کوئی دعویٰ کیے بغیر محض اللہ کے لیے خاص افعال میں تصرف کرے وہ بھی طاغوت کہلاتا ہے۔

طاغوت کے دلائل قرآن و حدیث سے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

(التوبہ:۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور رہبان کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا۔

یہود و نصاریٰ کے علماء اپنے لوگوں کے لیے حکم الٰہی سے مخالف شریعت و قانون بناتے تھے۔ جبکہ شریعت و قانون بنانا صرف اللہ کا خاص حق ربوبیت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں "ارباب من دون اللہ" کے علاوہ طاغوت بھی قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ

(النساء:۶۰)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ بے شک وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت سے کرائیں۔

اس آیت کے شان نزول میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کا جھگڑا ہو گیا تو یہودی نے کہا کہ اس کے حل کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلتے ہیں جبکہ مسلمان نے کہا کہ نہیں کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو اللہ کے خاص حق فیصلہ و قانون سازی میں تصرف کرے وہ طاغوت ہے۔

وقال جابر كانت الطواغيت التي يتحاكمون اليها في جهينة واحد' وفي اسلم واحد' وفي كل واحد' كهان ينزل عليهم الشيطان۔

(صحیح بخاری' کتاب التفسیر:۴۳)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

طاغوت وہ ہوتے ہیں جن کی طرف لوگ فیصلے لے کر جاتے ہیں۔جہینہ قبیلے میں ایک طاغوت تھا'اسلم قبیلے میں ایک طاغوت تھااوراسی طرح ہر قبیلے میں ایک طاغوت ہوتا تھا۔یہ طاغوت کاہن ہوتے ہیں جن پر شیاطین اترتے ہیں۔

طاغوت کے متعلق سلف صالحین کے اقوال:

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

طاغوت وہ ہوتا ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔

(تفسیر ابن کثیر)

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

طاغوت صاحب اثر انسانوں کی شکل میں شیطان ہوتے ہیں جن کی طرف لوگ فیصلے لے کر جاتے ہیں۔

(ابن ابی حاتم:۳-۹۹۴)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

طاغوت کے بارے میرے نزدیک درست قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی کرے اوراسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا جارہاہو۔اس کی پوجایاتواس کی زبردستی یاقہر کی وجہ سے کی جاتی ہو جو کہ اسے پوجنے والوں کے دلوں پر چھائی ہویاپوجنے والوں کی طرف سے اطاعت کے جزبہ کے تحت اس کی پوجا کی جارہی ہو۔یہ معبود خواہ کوئی انسان'شیطان'بت ہو یادنیا کی کوئی بھی چیز ہو۔

(تفسیر الطبری:۳-۲۱)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جارہی ہو اور وہ اس پر راضی ہو وہ طاغوت ہو گا۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جس کی بات مانی جارہی ہو'اوردین حق اورہدایت کے راستے کی اتباع کی بجائے جس کی غیر مشروط اطاعت کی جارہی

ہو ایسا شخص طاغوت کے زمرے میں آتا ہے۔اسی لیے اس شخص کو بھی طاغوت کہاجاتا ہے جس کے پاس کوئی فیصلہ کروانے کے لئے آئے اوراس کا معمول یہ ہو کہ وہ کتاب اللہ کے بغیر ہی فیصلہ کرتاہو۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ:۲۸-۲۰۰)

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

طاغوت ایک عام لفظ ہے'ہر وہ چیز یا ذات جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہو اور وہ اس عبادت پر راضی بھی ہو خواہ وہ معبود ہو یا متبوع اور مطاع ہو وہ طاغوت کے زمرے میں آتا ہے۔

(مجموعۃ التوحید:۹)

جن چیزوں کی لوگ پوجا کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

بے جان: مثلاً بت'قبریں'پتھر'درخت'سورج اور چاند وغیرہ

جاندار: عاقل مثلاً انسان'جنات'فرشتے اور عاقل جانور'پرندے اور حشرات وغیرہ

وہ عاقل جاندار جو اپنی بندگی واطاعت کروانے پر راضی ہیں۔جیسے انسان اور شیطان وغیرہ یہ سب طاغوت کے زمرے میں ہیں۔

وہ عاقل جاندار جو اپنی بندگی کراونے پر راضی نہیں ہیں کہ ان کو اللہ کا شریک بنایا جائے جیسے نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ کا درجہ دیتے ہیں'کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مشکلات کے حل کے لئے پکارتے ہیں اور کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدد کی فریاد کرتے ہیں۔یہ اپنی یا اللہ کے علاوہ ہر کسی کی بندگی سے برأت کرنے والے ہیں اور یہ اللہ کی بجائے اپنی عبادت پر راضی نہیں اس لئے انہیں طاغوت کہنا جائز نہیں۔ایسی صورت میں شیطان ہی طاغوت ہے جس نے مشرکوں کو اس کام پر لگایا ہے۔

طواغیت کی اقسام

توحید باری تعالیٰ کو تین اقسام توحید ربوبیت'الوہیت اوراسماءوصفات میں تقسیم کیا گیاہے۔اس لیے طاغوت بھی ان ہی تین اقسام توحید میں تصرف وشرکت کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔

ا-اللہ کی ذات اور خصائص ربوبیت پر راضی ہونے والے طاغوت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ

(النازعات: ۲۴)

اس نے کہامیں تمہاراسب سے بڑا رب ہوں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا

(الزخرف:۱۵)

اورانہوں نے اللہ کے بعض بندوں کواس کا جز ٹھہرا دیا۔

آج دنیاکے بہت سے ممالک میں جاندار اور بے جان اشیاء کو معبود کے طور پر پوجا جاتا ہے۔براعظم ایشیاکے اکثر ممالک چین'جاپان'اور ہندوستان وغیرہ میں انسان وحیوانات مذہبی پنڈت وپروہت' گائے' سانپ'بتوں'پتھروں'تصویروں اور مظاہر قدرت کی پوجاہوتی ہے۔یورپ میں نصاریٰ اپنے پوپ وپادری ان کے مجسموں'تصویروں اور صلیبوں کوپوجتے ہیں۔ یہ سب طاغوت کے حکم میں ہیں۔اس طرح مسلم ممالک میں متکلمین صوفیاءکے فرقے اتحادیہ وجودیہ پائے جاتے ہیں جن کاعقیدہ یہ ہے کہ وہ تصوف کی منازل طریقت طے کرکے فنافی اللہ یعنی اللہ میں ضم ہوجاتے ہیں یہ اللہ کی ذات میں تصرف کے دعوے دار طاغوت ہیں جیساکہ منصور حلاج نے الہ ہونے کادعویٰ کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ

(البقرہ:۲۵۸)

اس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

نمرود کی طرح مسلم ممالک میں ولائت کے دعوے دار جھوٹے اولیاء الشیطان پیر'فقیر'کاہن'جادوگر اور نجومیوں کی بہتات ہے جو ربوبیت کی خصوصیت اور مافوق الفطرت قدرت واختیار کے مختلف دعوے کرتے ہیں ایسے لوگ بھی طاغوت کی صف میں شامل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ

(یوسف:۴۰)

بے شک حکم (قانون سازی) صرف اللہ کا حق ہے۔

آج کل جمہوری نظام اوراس کے تحت قائم ہونے والے پارلیمانی ادارے جو اکثریت کی بنیاد پر قانون سازی کرتے ہیں۔اکثریت پرستی کو حکم اور معبود بنانے والا یہ نظام بھی طاغوت ہے۔جو اللہ کی ربوبیت کی خاصیت حَکَمُ پر تصرف کرتا ہے۔

۲-اللہ کی صفات الوہیت پر راضی ہونے والے طاغوت

1. توحید الوہیت'الدعاء والعبادہ میں تصرف کے دعوے دار طاغوت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔

(البقرہ: ۱۶۵)

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔

مسلم ممالک میں اولیاء الشیطان نام نہاد پیر جو لوگوں کی حاجات و مشکلات دور کرنے 'دعا و استغاثہ کرنے 'تعظیمی رکوع و سجود اور قدم بوسی کو خود کے لئے روا رکھتے ہیں۔ اور لوگ ان جعلی پیروں اور دوسرے انداد قوم 'قبیلہ 'جماعت اور وطن سے اس طرح محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیے۔ ان کے ہر طرح کے حکم کی اطاعت اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ توحید الوہیت و عبادت میں تصرف کرنے والے طاغوت ہیں۔

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔

(الاعراف:۳)

تم اس کی اطاعت کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور تم اس کے علاوہ اوروں کی اطاعت نہ کرو۔

جو لوگ اسلامی شریعت کے مخالف قانون و آئین وضع کرکے لوگوں کو اس کے مطابق فیصلے اور اس کی پیروی پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ توحید الوہیت 'الحکم والطاعۃ میں تصرف کرنے والے طاغوت ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۔

(یس:۶۰)

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا 'وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کی یہ عبادت اس کو معبود بنانے یعنی اس کے مزین کردہ کفر و شرک اور عصیان میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے میں ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ۔

(الجاثیہ:۲۳)

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

نفسانی خواہشات کی پیروی میں گناہ کرنے والا گناہ گار مسلمان ہے لیکن جو سیکولر نظریہ آزادی کی اتباع میں خود کو کسی ضابطہ کا پابند نہیں سمجھتا وہ درحقیقت خواہش نفس کو معبود اور مطاع ٹھرا رہا ہے ایسا شخص بھی طاغوت کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

توحید اسماء وصفات پر راضی ہونے والے طاغوت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ۔

(الاعراف:۱۸۰)

ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں سے کج روی کرتے ہیں۔

العلیم: عالم الغیب ہونا'الخبیر: ہر چیز کو جاننا' السمیع: ہر آواز اور پکار کو سننا'البصیر: ہر چیز پر نظر ہونا'یہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص صفات ہیں جو پیر'کاہن اور نجومی عالم الغیب ہونے اور دیگر صفات کا دعویٰ کریں وہ اللہ کے مقابل طاغوت ہیں۔

باب:ہفتم

ایمان باللہ 'توحید اوراس کی اقسام

ایمان باللہ 'توحید سب سے بڑی نیکی اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ الٰہی! مجھے وہ طریقہ تلقین فرما جس سے میں تجھے یاد کروں اور تجھے پکاروں'اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔اے موسٰی لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔جناب موسٰی علیہ السلام نے عرض کیااے پروردگار! یہ کلمہ تو تیرے سب بندے پڑتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایااے موسٰی اگر میرے سوا ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اوران کی آبادی ایک پلڑے میں رکھ دی جائے اوردوسرے پلڑے میں لا اِلہ الا اللہ ہو تو کلمہ طیبہ والا پلڑا بھاری ہو گا۔

(ابن حبان وحاکم)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیاہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

(صحیح بخاری:٦٨٦١)

توحید پر عمل پیرا ہونے اور شرک سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی توحید اور شرک کو مکمل تفصیل سے جانے اوراس کا علم حاصل کرے۔

توحید کا لغوی معنی:

توحید کا مادہ "وحد" ہے اور اس کے مصادر میں "وحد" اور "وحدہ" زیادہ مشہور ہیں۔ جس کا مطلب ہے اکیلا اور بے مثال ہونا۔ وحید یا وحد اس شئ کو کہتے ہیں جو اپنی ذات اور صفات میں اکیلی اور بے مثال ہو۔ وحد کا واؤ ہمزہ سے بدل کر احد بنا ہے۔ یہی لفظ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص میں بیان فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔

(اخلاص:۱)

کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔

توحید کی تعریف:

توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ اپنی ربوبیت (خالق' مالک' رازق اور متصرف الامور ہونے) میں' الوہیت (عبادت'اطاعت'استغاثہ)میں' اسماءوصفات اوراپنے افعال میں اکیلااور خاص ہے۔اسی طرح وہ قادر ومختار' عالم الغیب'الحی القیوم'لازاوال اور بےمثال ہےاور ہر قسم کی دعاوندا'نذرونیاز'استغاثہ ووسیلہ'محبت و خوف اور توکل وبھروسہ صرف اسی سے ہے۔

توحید کی اقسام:

عام طور پر علماء نے توحید کو قرآن کے بیان کے مطابق ان بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1. توحید ربوبیت
2. توحید الوہیت

- توحید الدعاءوالعبادہ
- توحید الحکم والطاعۃ

توحید ربوبیت

توحید ربوبیت رب کے افعال ہیں یہ اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق'مالک'رازق اور تدبیر کائنات کا تنہا مالک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ۔

(یونس:۳۱)

آپ کہہ دیں کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہے'کون بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے'کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے'وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ'کہو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔

توحید الوہیت

توحید الوہیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ ہی الہ واحد ہے اور وہی عبادت واطاعت کے لائق ہے۔توحید الوہیت بندوں کے افعال سے متعلق ہے کہ وہ اعتقاداً'قولاً اور عملاً عبادت کی تمام اقسام اور افعال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ۔

(البقرہ:۱۶۳)

اور تمہارا الٰہ بس ایک ہی الہ ہے۔اس رحمن رحیم کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

توحید الوہیت کو دو شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱-توحید الدعاء والعبادہ

۲-توحید الحکم والطاعۃ

توحید الدعاء والعبادہ:

توحید الدعاء والعبادہ سے مراد یہ ہے کہ مدد والتجا' دعا و پکار' استغاثہ و وسیلہ 'توکل و امید اور بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

(المومن:۶۰)

اور تمہارے رب نے کہا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

توحید الحکم والطاعۃ:

توحید الحکم والطاعۃ سے مراد ہے کہ حاکمیت واطاعت اور فیصلہ و قانون سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اس لیے تمام کونی اور شرعی امور میں انسانوں کے عباداتی و معاشرتی اور سیاسی و معاشی معاملات سے متعلق حکم جاری کرنے اور قانون سازی کرنے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔

(یوسف:۱۰۴)

بے شک اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

توحید اسماء وصفات

توحید اسماء وصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات میں اس کو یکتا مانا جائے اور اس کی صفات العلیم 'السمیع 'البصیر 'الحی القیوم 'صفت ید 'عین 'ساق یا عرش پر بلند ہونے وغیرہ کو مانا جائے اور اس کی تشبیہ و تمثیل نہ بیان کی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ۔

(الشوریٰ:۱۱)

اس جیسی کوئی چیز نہیں 'اور وہ خوب سننے والا 'خوب دیکھنے والا ہے۔

ذات باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ وہ دو 'تین یا کائنات اور مخلوق کی کسی بھی چیز میں منقسم نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡ وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ۔

(اخلاص)

کہہ دیجئے اللہ ایک ہے 'اللہ بے نیاز ہے 'نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی کا جنا گیا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ۖ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَمۡ تَكُن لَّهُۥ صَٰحِبَةٌ ۔

(الانعام:۱۰۱)

وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے اللہ تعالیٰ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ۔

(الزخرف:۱۵)

اور انہوں نے اس کے بندوں کو اس کا جزو بنا دیا بے شک (ایسا) انسان کھلا کافر ہے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۔

(التوبہ:۳۰)

اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے' یہ ان کے مونہوں کی بات ہے' یہ اس سے پہلے کے کافروں کی بات کی ریس کرتے ہیں' اللہ انھیں ہلاک کرے یہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔

(المائدہ:۷۲)

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا بے شک اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے۔

اس لئے فرمایا۔

مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۔

اس کا کوئی غیر تمہارا الٰہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی تمام مخلوق واشیاء کو اللہ کا غیر نہ ماننا یا اللہ تعالیٰ کے انبیاء واولیاء کو اللہ کے ساتھ اتحاد و حلول اور نور من نور اللہ کا عقیدہ رکھنا اللہ کا جز بنانے اور اس کی ذات میں شرک ہے۔

باب:ہشتم

ایمان باللہ'توحید ربوبیت

ایمان باللہ'توحید ربوبیت سے مرادیہ ہے کہ اللہ خالق ورازق' مالک وحاکم ہونے میں اور تصرف واختیار میں اکیلا ہے۔ ربوبیت لفظ "رب" سے ماخوذ ہے اور یہ لفظ "رب" کی شرح وتفصیل ہے۔

خالق ہونے میں یکتا

کائنات اور تمام مخلوقات کا خالق اللہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کر سکتا۔

ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۔

(یونس:۳)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

نیز ارشاد فرمایا۔

هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ ۔

(لقمان:۱۱)

یہ ہے اللہ کی مخلوق اب تم مجھے دکھاؤ کہ دوسروں نے کیا تخلیق کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قیامت کے دن سب سے شدید عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری:۵۹۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
جو شخص دنیا میں کسی جانور کی تصویر بناتا ہے اسے حکم دیا جائے گا کہ اس تصویر میں روح پھونکے لیکن وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا۔

(صحیح بخاری:۷۰۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔
ابن آدم زمانے کو گالی دے کر مجھ کو ایذا پہنچاتا ہے۔ کیونکہ زمانہ میں خود ہوں۔(یعنی زمانہ میرا پیدا کردہ ہے) میں ہی دن اور رات کو بدل بدل کر لاتا ہوں۔

(صحیح بخاری:۴۸۲۶)

رازق ہونے میں تنہا

ہر قسم کی بھلائی ورزق' تنگی وآسانی اور برکت اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی ذرا بھر بھی بھلائی وآسانی دینے پر قادر نہیں۔

فرمان باری تعالٰی ہیں۔
وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔

(ھود:۶)

زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالٰی کے ذمے ہیں وہی ان کے رہنے سہنے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے' سب کچھ واضح کتاب میں ہے۔

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ۔

(الملک:۲۱)

اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی روک لے تو بتاؤ کون ہے جو پھر تمہیں روزی دے گا بلکہ وہ تو سرکشی اور سازش پر اڑے ہوئے ہیں۔

اولاد عطا کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے

فرمان باری تعالیٰ ہیں۔

لِّلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ۔

(الشوریٰ '۴۹)

آسمان اورزمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے' جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے' یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

اس معاملے میں انبیاء بے اختیار ہیں تو اولیاء کس طرح بااختیار ہوسکتے ہیں۔ سیدنا زکریا علیہ السلام بڑھاپے تک بے اولاد ہیں اور اللہ سے اولاد طلب کرتے ہیں۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا۔

(مریم:۴-۵)

عرض کیا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک (سفید ہو) گیا ہے۔ اور اے رب میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔

عزت وذلت عطا کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

(آل عمران:۲۶)

(اے نبی) کہیے اے اللہ اے بادشاہت کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہت دے جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے' ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

موت وزندگی' تنگی وآسانی' نفع ونقصان اور بیماری وشفا عطا کرنے والا صرف اللہ ہے

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۔

(الروم:۴۰)

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا' پھر اس نے تمہیں رزق دیا' پھر وہ تمہیں مارے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے' اللہ ان کے شریک ٹھہرانے سے پاک اور اعلیٰ ہے۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۔

(العنکبوت:۶۲)

اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۔

(الفاطر:۱۵)

اے لوگو!تم سب اللہ کے محتاج وفقیر ہواوراللہ ہی بے پرواا ور سزاوار حمد وثنا ہے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۔

(الشعرا:۸۰)

اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ ہی مجھے شفا دیتا ہے۔

حدیث میں بیمار کے لیے دعا مذکور ہے۔

اللھم رب الناس...اے لوگوں کے رب اس بیماری کو دور کر دے شفاعطا فرما'تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں'ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری نہ چھوڑے۔

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔

(التغابن:۱۱)

کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اذن سے ہی آتی ہے جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۔

(الاعراف:۱۹۰)

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک صحیح سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی بخشش وعنائت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھرانے لگے اللہ تعالیٰ بہت بلند وبرتر ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو لوگ کرتے ہیں۔

اس آیت میں مذکور مشرکین اللہ کی بجائے خالق ورازق غیر اللہ کو نہ سمجھتے تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اولاد فلاں ہستی کے فیض اور وسیلہ سے ملی ہے اس لیے وہ ان بچوں کے نام ان سے موسوم کر کے رکھ دیتے تھے۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

(یونس:۱۰۶)

اوراگروہ تیرے حق میں کسی بھلائی کاارادہ کرے تواس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتاہے اپنے فضل سے نوازتاہے اوروہ درگزرکرنے والااوررحم فرمانے والاہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہ بھی ایمان کی کمزوری ہے کہ اللہ تعالیٰ کوناراض کرکے انسانوں کاشکراداکرے یاان کی تعریف کرے اور جوکچھ اللہ نے نہیں عطافرمایااس کی وجہ سے لوگوں کی مذمت کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کارزق نہ توکسی کے حرص اورلالچ کی وجہ سے حاصل ہوسکتاہے اورنہ کسی کے ناپسندکرنے کی بناپررک سکتاہے۔

(بحوالہ کتاب التوحید)

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي ۔

(حم سجدہ:۵۰)

جونہی سخت وقت گزرجانے کے بعدہم اسے اپنی رحمت کامزہ چکھاتے ہیں یہ کہتاہے میں اس کامستحق تھا۔

مجاہدرحمہ اللہ فرماتے ہیں:کہ آیت میں "ھذالی" سے مرادیہ ہے کہ وہ شخص کہتاہے کہ یہ مال مجھے میری محنت اورکام کی بدولت ملااورمیں اس کامستحق تھا۔

يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ۔

(النحل:۸۳)

یہ اللہ تعالٰی کے احسان کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔اوران میں اکثر انکار کرنے والے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ یہ میرا مال ہے جو مجھے اپنے باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے۔عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح لوگ کہتے ہیں کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو یہ کام نہ ہوتا۔

برکت صرف اللہ کی طرف سے ہے یہ کسی چیز یا ہستی کے اختیار میں نہیں

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کہ ہم غزوہ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام حنین کی طرف جارہے تھے کہ راستہ میں ایک بیری کا درخت نظر آیا جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔مشرکین اس کے پاس بیٹھنا اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکانا باعث برکت خیال کرتے تھے اسے دیکھ کر ہم نے عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بھی مشرکین کے ذات انواط کی مانند ذات انواط مقرر فرمادیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت کے انداز میں اللہ اکبر کہا اور فرمایا بخدا یہ انسان کی وہی پرانی عادت ہے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے خواہش کی تھی اے موسٰی ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی معبود بنادے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔موسٰی علیہ السلام نے کہا تم بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی یقیناً پچھلی امتوں کے طور طریقوں پر چلوگے۔

(مسند احمد)

نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ (بیعت رضوان) والے درخت کے پاس آکر (برکت کے لیے) نمازیں ادا کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو ڈرایا دھمکایا پھر اسے کاٹنے کا حکم دیا' پس اسے کاٹ دیا گیا۔

(فتح الباری:۷-۴۴۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا چھلا دیکھا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کمزوری سے نجات پانے کے لیے پہنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے اتار دو اس لئے کہ تمہیں کمزوری کے سوا کچھ نہ دے گا اور اگر اسے پہنے ہوئے تمہیں موت آگئی تو تم کبھی نجات نہ پاؤ گے۔

(مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی زینب کے گلے میں ایک دھاگہ دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ ایک دھاگہ ہے جو ہمیں دم کر کے پہنایا گیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر کاٹ دیا اور فرمایا۔ عبد اللہ کا خاندان شرک سے قطعی بیزار ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ (شرکیہ) دم' منکے اور محبت پیدا کرنے کے منتر شرک ہیں۔

(ابو داؤد: ۳۸۸۳' ابن ماجہ: ۳۵۳۰)

مالک ہونے میں یکتا:

آسمان وزمین پر ملکیت وحاکمیت صرف اللہ کی ہے۔

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔

(البقرہ: ۲۸۴)

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

(الشوریٰ: ۴۹)

آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے۔

وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا۔

(آل عمران:۸۳)

آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا فرمانبردار ہے۔

جس طرح آسمان پر ملکیت وحاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اس کو لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح زمین کی ملکیت وحاکمیت بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ۔

(الزخرف:۸۴)

اور وہی آسمان میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی الٰہ ہے۔

آج لوگوں نے زمین پر اللہ کی ملکیت وحاکمیت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور وہ اس کی شریعت اور احکام و قوانین کو چھوڑ کر انسانوں کو حاکم و قانون ساز سمجھتے ہیں اور ان کے وضع کردہ قوانین کی اپنے ملک و معاشرے میں اطاعت کرتے ہیں۔

يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ۔

(آل عمران:۱۵۴)

وہ کہتے ہیں کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے کہہ دیجئے سب اختیار اللہ ہی کا ہے۔

بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا۔

(الرعد:۳۱)

یقیناً سارا امر کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ۔

(الاعراف:۵۴)

آگاہ رہو پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ومن زعم ان اللّٰہ جعل للعباد شیاء من الامر فقد کفر بما انزل اللّٰہ علی انبیائہ لقولہ الالہ الخلق والامر۔

(تفسیر طبری وابن کثیر)

اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے امر کی صفت میں سے بندوں کے لیے کچھ اختیار دیا تو تحقیق اس نے کفر کیا ان تمام باتوں کا جو اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں اللہ کے اس قول کی رو سے کہ خبر ادار پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل اس شخص کا نام ہے جو خود کو ملک الاملاک کہلاتا ہے۔ مالک اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

(صحیح بخاری:۶۲۰۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی جن کی کنیت ابوالحکم تھی اس کو تبدیل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

ان اللّٰہ ھو الحکم والیہ الحکم۔

(ابوداؤد:۴۹۵۵)

بے شک اللہ حکم (مالک و قانون ساز) ہے اور حکم اسی کی طرف لوٹتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی صرف نام کی حد تک خود کو ملک الاملاک یا ابوالحکم کہلائے۔ تو جو کوئی خود قانون سازی کا دعویٰ کرے یا اس کے بغیر اسلام کے مخالف قانون وضع کرے' اور اللہ کی شریعت کو نافذ نہ کرے تو وہ یقیناً اللہ اکیلے مالک و حاکم کی ربوبیت میں شریک ٹھہر ا رہا ہے۔

تصرف واختیار میں یکتا

ساری کائنات زمین وآسمان اور تمام مخلوقات کے امور میں تصرف کرنے اور سنبھالنے والا اور قدرت واختیار رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۔

(یس:۸۲)

بے شک جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر فجر کی نماز ادا کی اس رات بارش ہوئی تھی اور صبح کے وقت نمی باقی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہو گئے اور کچھ کافر ہو گئے جس نے کہا ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے اس نے مجھے مانا اور ستاروں کے موثر ہونے کا انکار کیا اور جس نے کہا کہ بارش فلاں ستارے کے اثر سے ہوتی ہے اس نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

(صحیح بخاری:۸۴۶)

ہدایت صرف اللہ کے اختیار میں ہے

ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۔

(الانعام:۸۸)

یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۔

(القصص:۵۶)

(اے رسول) بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

مدد کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ۔

(الاعراف:۱۹۱)

کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو خدا کا شریک ٹھراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مدد کرنے پر ہی قادر ہیں۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ۔

(فاطر:۱۳)

اور اسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرکاہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانت مبارک شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔"وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کر دے"تو اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی'لیس لک من الامر شئ۔(اے پیغمبر فیصلے کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں)۔

(صحیح مسلم:۹۱-۱۷)

معجزہ دکھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(الرعد:۳۸)

اور کسی رسول کے اختیار میں نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس بات کا اعلان فرمایا۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ۔

(آل عمران:۴۹)

(میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں) میں تمہارے لیے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں' تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردہ کو زندگی دیتا ہوں اور جو تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو' میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان فرمایا۔

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ ۔

(الانعام:۵۰)

کہہ دو' میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۔

(یونس:۴۹)

کہہ دو' میں تو اپنے لیے نفع ونقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جتنا اللہ تعالیٰ چاہے۔

قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۔

(الجن:۲۱-۲۲)

کہہ دو' کہ میں تمہارے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا' کہہ دیجئے' کہ مجھے ہر گز کوئی اللہ تعالیٰ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہر گز اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا۔

اس لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاءواولیاءاللہ کے اذن سے تصرف کرتے ہیں اور حاجات پوری کرنے پر قادر ہیں' اللہ کے لیے خاص تصرف واختیار میں شرک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا' ماشآءاللہ وشئت (جو اللہ نے چاہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنادیا۔ صرف ماشآءاللہ (جو اکیلا اللہ چاہے) کہا کرو' مشیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(نسائی' مسند احمد: ۱۸۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
یہ نہ کہو' اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہو جاتا بلکہ ہمیشہ یہ کہہ کہ یہی اللہ کی تقدیر تھی اور جو اس نے چاہا وہی ہوا' اس لئے کہ لفظ اگر شیطانی کاموں کا دروازہ کھولتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۶۴)

وسیلہ کا شرک بھی تصرف کے شرک میں شامل ہے

انبیاءواولیاءبندوں کے وسیلہ اور ذریعہ بن کر اللہ تعالیٰ تک تصرف کرنے اور پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے انتظام میں کسی وزیر اور وسیلے کا محتاج نہیں' اللہ مخلوق کی کسی سفارشی اور وسیلے کے بغیر سننے پر قادر ہے' یہی شرک مشرکین مکہ کا تھا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں کیا ہے۔

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ۔

(الزمر: ۳)

ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔

نیز فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا۔

(الزمر:۴۳-۴۴)

کیاان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوااوروں کوسفارشی مقرر کر رکھا ہے' کہہ دیجئے کہ گووہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں' کہہ دو کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

(البقرہ:۲۵۴)

اے ایمان والو'ہم نے تمہیں جو دیااس کواس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلوجس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی اور نہ سفارش کچھ کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔

مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

(البقرہ:۲۵۵)

کون ہے جو اس کی جناب میں بغیر اجازت سفارش کر سکے۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ۔

(الانبیاء:۲۸)

وہ(اللہ کے پاس)کسی کی سفارش نہیں کرتے سوائے اس شخص کے جس کی سفارش سنثااللہ تعالیٰ پسند کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
میری سفارش کافائدہ ہراس شخص کو پہنچے گا جس نے شرک سے بچ بچاکر زندگی گزاری۔

(صحیح مسلم:۱۹۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ شفاعت کا حکم دے گا۔ دراصل یہ ایک انداز کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل توحید پر چونکہ اپنا فضل فرمانا چاہے گا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا حکم دے گا۔ روز قیامت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوں گے تو آتے ہی شفاعت نہیں فرمائیں گے بلکہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے ایسے نام اور صفات القاء کریں گے جو پہلے کبھی نہ ظاہر ہوئے تھے۔ اوران کے وسیلے سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
محمد رسول اللہ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے اس کی حمد وثنا بیان کریں گے 'پھر آپ کو حکم ہو گا کہ اپنا سر اٹھاؤ آپ کی بات سنی جائے گی 'جو مانگو گے وہ دیا جائے گا اور سفارش کرو آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(صحیح بخاری:۴۷۱۲)

يَوۡمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالۡمَلَآئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنۡ أَذِنَ لَهُ الرَّحۡمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔

(النباء:۳۸)

جس دن روح الامین اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمن اجازت بخشے اوراس نے بات بھی درست کہی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اے صفیہ آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی ہیں اس کے باوجود میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا۔

(صحیح بخاری:۲۷۵۳)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا' یارسول اللہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ کمزور و لاغر ہو گئے بال بچے بھوکے مر گئے اور مال برباد ہو گیا۔ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کیجئے ہم اللہ کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ کے سامنے اور اللہ کو آپ کے سامنے سفارشی بناتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کیا کہ اس کا اثر صحابہ کرام کے چہروں پر بھی نمایاں ہو گیا۔ پھر فرمایا تجھ پر افسوس! تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے اللہ تعالیٰ کا مقام و مرتبہ اس سے بہت اونچا ہے کہ اسے کسی کے سامنے سفارشی کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔

(ابوداؤد:۴۷۲۶)

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔

(یونس:۱۸)

وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نقصان دیتی ہیں اور نہ نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ آسمانوں میں نہیں جانتا اور نہ زمین میں وہ پاک اور بالا ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

کسی زندہ نیک شخص سے دعا کروانا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروانا صرف آپ کی زندگی میں تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا جائز نہیں۔ وسیلہ کی دلیل کسی بھی صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دور عمر رضی اللہ عنہ میں قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بنانے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروائی اور خود بھی عرض کیا۔

اے اللہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرف وسیلہ (بطور دعا) بناتے تھے اور تو بارش برساتا تھا اب ہم اپنے نبی کے چچا کو (دعا کے طور پر) وسیلہ بناتے ہیں۔ اے اللہ بارش بھیج دے پھر بارش ہوئی۔

(صحیح بخاری:۱۰۱۰)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

پس صحابہ کرام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ (دعا) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ (دعا) کا بدل قرار دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کوئی شرعی جواز باقی نہ رہا تھا کہ آپ کو وسیلہ بنایا جائے حالانکہ یہ عین ممکن تھا کہ وہ آپ کی قبر انور پر حاضری دیتے اور وہاں آپ کا وسیلہ تلاش کرتے اور اپنی دعا میں آپ کی حرمت وجاہ کی قسم دلاتے یا ایسے الفاظ ادا کرتے جس سے اللہ کو مخلوق کی قسم دلانا یا اس کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا مفہوم پایا جاتا اور یوں دعا کرتے کہ: اے اللہ ہم تجھ سے اپنے نبی مکرم کے واسطہ سے مانگتے ہیں یا یوں کہتے کہ: اے اللہ ہم تجھے تیرے نبی کی قسم یاد دلاتے ہیں یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ ادا کرتے جو اکثر جاہل لوگ ادا کرتے ہیں لیکن صحابہ کرام نے ایسا طرز عمل اختیار نہیں فرمایا۔

(کتاب الوسیلہ:۳۲۰)

تمام محدثین اور ائمہ وفقہاء کے نزدیک اس چیز پر اجماع ہے کہ مخلوق میں سے کسی کا بھی وسیلہ بنانا جائز نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کوئی مخلوق کا واسطہ دے کر اللہ سے نہ مانگے اور نہ ہی کسی کو یہ کہنا چاہیے کہ میں تیرے انبیاء کرام کے حق کی بنا پر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

(کتاب الوسیلہ:۱۳۳)

امام قدوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کسی مخلوق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرنا جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔ (کتاب الوسیلہ:۱۳۴)

باب:نہم

توحید اسماء وصفات

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۔

(طٰہٰ:۸)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' بہترین نام اسی کے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔

(الروم:۲۷)

اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات جو اس نے وحی الٰہی کے ذریعے بتلائے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ان صفات پر بے کم وکاست اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے جس طرح کہ اس نے ذکر فرمایا ہے۔ان ناموں اور صفات سے اللہ کے علاوہ کسی اور ہستی کو متصف کرنا شرک ہے۔اوران صفات کی اپنی عقل اور رائے سے تاویل وتشریح کرنا گمراہی اور کفر ہے۔اللہ کے نام وصفات اس کی پہچان اور تعارف کا ذریعہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔

(الاعراف:۱۸۰)

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے ہی اللہ کو پکارا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں سے کج روی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے بچنے اور لا تعلقی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو اس کے اسماء وصفات کی کلام الٰہی میں بیان کردہ اصل حقیقت کو پھیر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے چند نام اور صفات مندرجہ ذیل ہیں جو اس نے قرآن وحدیث میں ذکر فرمائے ہیں۔

الرحمن 'الرحیم 'الملک 'القدوس 'السلام 'المؤمن 'المھیمن 'العزیز 'الجبار 'المتکبر 'الخالق 'الباری 'المصور...

اللہ تعالیٰ کی صفات مندرجہ ذیل ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

صفت استواء:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔

(طہ:۵)

رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔

صفت کلام:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا ۔

(النساء:۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا۔

صفت ید:

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۔

(المائدہ:۶۴)

بلکہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

صفت ساق:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ۔

(القلم:۴۲)

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔

صفت وجہ:

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۔

(الرحمن:۲۷)

اور آپ کے رب ذوالجلال والاکرام کا چہرہ باقی رہے گا۔

صفت عین:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا۔

(ھود:۳۷)

اور تو ہماری آنکھوں کے سامنے ایک کشتی بنا۔

صفت علو:

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

(البقرہ:۲۵۵)

وہ بلند تر نہایت عظمت والا ہے۔

صفت نزول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہر رات (کے آخری پہر) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔

صفت ارادہ:

يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۔

(النساء:۲۸)

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارا بوجھ ہلکا کر دے۔

صفت محبت:

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۔

(آل عمران:۳۱)

تم میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

صفت خوشنودی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ

(التوبہ:۷۲)

اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔

صفت غضب:

وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ ۔

(التوبہ:۴۲)

لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو ماننا ضروری ہے ان کے اصل معنی کو پھیر کر ان کی تاویل'تکیف'تمثیل'تحریف اور تعطیل بیان کرنا جائز نہیں۔ صحابہ کرام اوران کے متبعین اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو شخص یہ کہے کہ میں اپنے رب کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین میں اس نے کفر کیا'اور ایسے ہی وہ شخص جو یہ کہے کہ وہ عرش پر ہے لیکن میں نہیں جانتا عرش آسمان میں ہے یا زمین میں۔

(الفقہ الاکبر:۳۰۱)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فرقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح اس نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ وہ تحریف'تعطیل'تکیف اور تمثیل میں سے کسی گمراہی کے مرتکب نہیں ہوتے۔بلکہ یہ امت کے تمام گروہوں میں سے درمیانی راہ پر چلنے والے ہیں...اہلسنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں اہل تعطیل یعنی جہمیہ اوراہل تمثیل یعنی مشبہہ کے عقائد کی درمیانی راہ اپنانے والے ہیں۔

(شرح العقیدہ الواسطیہ:۱۲۴-۱۳۲)

اللہ کی صفات میں گمراہیاں

تاویل:

آیات واحادیث میں مذکور صفات کے ظاہری معنوں کو دوسرے مرادی معانی ومفہوم کی طرف پھیرنا تاویل کہلاتا ہے۔مثلاً اللہ کے ہاتھ سے مراد اللہ کی قدرت لینا یا اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ اس سے مراد اللہ کا غلبہ ہے۔ایسی تاویل کرنا جائز نہیں۔

تحریف:

تحریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مفہوم بدل دیا جائے مثلاً غضب الٰہی کے معنی ارادہ انتقام کر لیے جائیں۔

تعطیل:

اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار تعطیل کہلاتا ہے۔

تکیف:

تکیف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت اور کیفیت بیان کی جائے۔

تمثیل:

تمثیل یہ ہے کہ اللہ کی صفات کی اس کی کسی مخلوق کے ساتھ تشبیہ و تمثیل بیان کی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

(الشوریٰ:۱۱)

(کائنات کی) کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا حامل اس کے سوا کسی اور کو ٹھہرانا شرک ہے۔اللہ تعالیٰ کے ان نام اور صفات مثلاً السمیع (ہر چیز کو سننے والا)'العلیم (ہر چیز جاننے والا عالم الغیب) الخبیر (ہر چیز سے باخبر) میں اکثر لوگ انبیاء والیاء کو شریک کرتے ہیں۔

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۔

(النمل:٦٥)

نہیں جانتا کوئی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے غیب مگر صرف اللہ تعالیٰ۔

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۔

(فاطر:٣٨)

تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ غیب آسمانوں کا اور زمین کا بے شک وہ جاننے والا ہے سینے والی بات کو۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔

(الحجرات:١٨)

تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ غیب آسمانوں کا اور زمین کا اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۔

(یونس:٢٠)

بے شک علم غیب صرف اللہ کے لیے ہے پس انتظار کرو تحقیق میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۔

(انعام:٥٩)

اور پاس اس کے ہیں کنجیاں غیب کی' نہیں جانتا ان کو مگر وہ! اور وہ جانتا ہے جو کچھ بیچ جنگل کے ہے اور دریا کے ہے' اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر جانتا ہے اس کو' اور نہیں گرتا کوئی دانہ بیچ اندھیروں زمین کے اور نہ کوئی خشک اور نہ گیلی چیز' مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

(لقمان:۳۴)

تحقیق اللہ کے پاس ہے علم قیامت کااوراتار تاہے بارش اور جانتا ہے جوکچھ بیچ پیٹوں ماں کے ہے۔اور نہیں جانتا کوئی کہ کیا کمائے گا کل کو'اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مرے گا۔بے شک اللہ علم والا خبر دار ہے۔

يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۔

(الاعراف:۱۸۷)

آپ سے دریافت کرتے بھی ہیں تواس طرح گویا آپ (قیامت) کی تحقیق کر چکے ہیں۔آپ کہہ دیجئے کہ اس کاعلم توبس اللہ ہی کے پاس ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
پانچ چیزوں کاعلم اللہ تعالیٰ کے سواکسی کے پاس نہیں وقت قیامت'نزول بارش'مافی الارحام'واقعات مستقبل 'اور مقام موت۔

(فاطر:۱۱۰)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔

(الاعراف:۱۸۸)

اگر میں (محمد) غیب کو جانتاہو تاتواپنے لیے بہت سا نفع حاصل کرلیتااور کوئی تکلیف مجھ پر واقع نہ ہوتی۔میں تو محض ڈرانے والااور بشارت دینے والاہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمۡ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي الۡأَعۡمَىٰ وَالۡبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۔

(انعام:۵۰)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس آتی ہے۔ آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتے ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔

يَوۡمَ يَجۡمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبۡتُمۡ ۖ قَالُوا لَا عِلۡمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الۡغُيُوبِ ۔

(المائدہ:۱۰۹)

جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والا بس تو ہی ہے۔

وَمِنۡ أَهۡلِ الۡمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعۡلَمُهُمۡ ۖ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ ۚ ۔

(التوبہ:۱۰۱)

مدینہ والوں میں سے کچھ (ایسے) منافق ہیں (کہ) نفاق میں اڑ گئے ہیں آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں کسی بچی نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہمارے اندر ایسا نبی موجود ہے جو آنے والے کل کے واقعات کو جانتا ہے۔ تو یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً ٹوکا اور اس شعر کو دوبارہ دہرانے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا۔

لا یعلم ما فی غد الا اللہ۔

(صحیح بخاری:۵۱۴۷)

کل ہونے والے واقعات کی خبر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

باب دہم

ایمان باللہ 'توحید الوہیت

ایمان باللہ 'توحید الوہیت وعبادت سے مراد بندوں کے افعال ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص فرمایا ہے ۔عبادت سے مراد اللہ کے احکام کو مان کر ان کو ذلت وانکساری سے اللہ کے آگے ادا کرنا ہے۔عبادت اعتقاداً' قولاً اور فعلاً ادا ہوتی ہے۔

اعتقاداً: دل میں صرف اللہ کی محبت و قرب'خوف وڈر'توکل وامید'انابت'صبر اور رضا ہونا۔

قولاً: زبان سے صرف اس کی تسبیح و تکبیر وغیرہ بیان کرنا اور خالص اسے پکارنا۔

فعلاً: بدن سے نماز'روزہ'حج'نذر' قربانی اور دیگر احکام و قوانین کی اطاعت بجالانا۔

مجموعی طور پر تمام افعال عبادت کا ذکر کرتے ہوئے توحید الوہیت وعبادت سے مراد یہ ہے کہ محبت'خوف'توکل اورامید صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتے ہوئے خالص اسی کی تسبیح و تکبیر بیان کرنا'اسی کو پکارنا اور اسی سے فریاد کرنا نیز اسی کو حَکَمُ و قانون ساز مانتے ہوئے اس کے تمام احکام و قوانین کی اطاعت اور افعال عبادت اسی کیلئے ادا کرنا۔

ایمان باللہ 'توحید الوہیت وعبادت کو دو بنیادی شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

توحید الدعاءوالعبادہ

توحید الحکم والطاعۃ

توحید الدعاءوالعبادہ

توحید الدعاءوالعبادہ سے مراد ہے کہ اللہ سے محبت وخوف' توکل وامید رکھتے ہوئے اور صرف اسے حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے ہوئے پکار و دعا اور استغاثہ و فریاد خالص اسی سے کرنا۔

محبت وخوف صرف اللہ کا رکھنا چاہیے:

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ۔

(البقرہ:۱۶۵)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھراتے ہیں' ان سے وہ اللہ کی سی محبت کرتے ہیں اور مومن تو شدید محبت اللہ سے کرتے ہیں۔

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ۔

(الانبیاء:۹۰)

وہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ و طمع اورڈر وخوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔

(آل عمران:۱۷۵)

بلاشبہ یہ شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے لہذا تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اگر تم مومن ہو۔

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا۔

(الجن:٦)

انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے اس طرح انہوں نے جنوں کا غروراور زیادہ بڑھادیا۔

أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔

(التوبہ:۱۳)

کیاتم ان(کافروں) سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ ہے بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو۔

توکل وامید صرف اللہ سے رکھنی چاہیے

ارشاد باری تعالیٰ ہیں۔

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۔

(المائدہ:۲۳)

اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔

إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ۔

(یونس:۸۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور واقعی تم مسلمان ہو تو اسی پر توکل کرو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
میری امت کے ستر ہزار لوگ جنت میں بلاحساب وکتاب جائیں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں پھنکواتے' نہ داغ لگواتے ہیں' نہ بدفالی لیتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری:۳۱۹۴)

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۔

(الطلاق:۳)

اور جو اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۔

(الحجر:۴)

اللہ کی رحمت (امید) سے مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ گناہ کبیرہ کون سے گناہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا' تنگی کے دنوں میں اللہ کی طرف سے آسانی آنے کی امید نہ رکھنا اور اللہ کی گرفت سے بے نیاز ہو جانا۔

(بحوالہ کتاب التوحید)

محبت' خوف' توکل اور امید اللہ تعالیٰ سے رکھتے ہوئے دعا و فریاد صرف اسی سے کرنی چاہیے۔

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۔

(الاعراف:۳۹)

اور دین کو خالص اللہ کے لیے مانتے ہوئے اللہ ہی کو پکارو۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۔

(الجن:۱۸)

اور بے شک تمام مسجدیں اللہ کے لیے ہیں لہذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الدعاءهوالعباده۔

بے شک دعا ہی عبادت ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔

(ابوداؤد:۱۴۷۹'ترمذی:۲۹۶۹)

اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ورسوا کر کے جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ غیر اللہ کو معبود مان کر اس سے مدد طلب کرتا تھا وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔

(بحوالہ کتاب التوحید)

نیز فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۔

(المومنون:۱۱۷)

اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں'اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے تحقیق کافر فلاح نہیں پاتے۔

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ۔

(یونس:۱۰۶)

اللہ کے سوا اس کو نہ پکارنا جو تجھے نہ نفع دیتا ہو نہ تیرا نقصان کر سکتا ہو۔ اگر تو نے ایسا کیا تو اسی وقت تو ظالموں میں سے ہو جائے گے۔

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۔

(النمل:۶۲)

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون تکلیف کو رفع کرتا ہے' اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم لوگ کم سوچتے ہو۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ۔

(الاعراف:۱۹۷)

اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ۔

(النحل:۸۲)

اور جب شرک کرنے والے اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہی ہمارے وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ۔

(الاحقاف:۵-۶)

اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کے پکارنے سے ہی غافل ہیں اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ ۔

(الفاطر:۱۳-۱۴)

اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں' اگر تم ان کو پکارو' تمہاری پکار نہ سنیں گے اور اگر سن لیں تو تمہاری درخواست قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ۔

(الاعراف:۱۹۴)

بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہی جیسے بندے ہیں جب تم ان کو پکارو تو انھیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے اگر تم سچے ہو۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ غیر اللہ سے مراد پتھر ہیں جبکہ ان آیات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ سے مراد انسان ہیں۔

امام طبرانی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک منافق مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا اس کی ایذا رسانی سے تنگ آکر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے باہم مشورہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس منافق کے بارے میں فریاد کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "مجھ سے فریاد مت کرو فریاد صرف اللہ سے کرنی چاہیے۔

(طبرانی بحوالہ کتاب التوحید)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اور اے وہ جو ہم سب سے بہتر اور ہم سب سے بہتر کے بیٹے ہیں اور ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔

لو گو تم یہ باتیں کہو لیکن یادرکھو شیطان تمہیں بہکانہ دے۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اللہ کا بندہ اوراس کا رسول ہوں اور میں یہ بات بھی پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبہ اور مقام سے اونچا اٹھاؤ جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایاہے۔

(بحوالہ کتاب التوحید)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
غلو سے بچو اس لئے کہ تم سے پہلی قوموں کو غلو نے ہی ہلاک کیا۔

(ابن ماجہ:۳-۲۹'نسائی:۳- ۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنھا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے ملک حبشہ میں دیکھا تھا اور جس میں مختلف تصاویر تھیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
"ان لوگوں میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی نیک شخص مر جاتا تو وہ اس کی قبر کے قریب مسجد بنالیا کرتے اور مسجد میں اس مرنے والے کی تصاویر کندہ کر دیا کرتے تھے وہ لوگ جو ایسا کرتے تھے اللہ کے نزدیک بدترین لوگ تھے۔اس لیے کہ انہوں نے دو فتنے یکجا کر دیے تھے قبر پرستی کا فتنہ اور تصاویر سازی کا فتنہ۔

(صحیح بخاری:۴۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اپنے گھروں کو مقبرہ نہ بنانا اور میری قبر پر میلے نہ منعقد کرنا تم مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہو اور جہاں سے بھی تم مجھ پر صلاۃ و سلام بھیجو گے وہ مجھے بہر حال پہنچے گا۔

(ابو داؤد:۲۰۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے جس قوم نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید قہر وغضب نازل ہوا۔

(موطا امام مالک' باب:۲۴)

آج امت محمدیہ میں قبوری شرک بہت عام ہے۔ اور لوگ اپنی دعا و فریاد' منت مرادیں' نذر و نیاز' نذرانے' چڑھاوے اور قربانی غیر اللہ کے لیے کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔

(الانعام:۱٦۲)

کہو میری نماز میرے تمام مراسم عبودیت میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعن اللّٰہ من ذبح لغیر اللّٰہ۔

(صحیح مسلم:۱۹۷۸)

اللہ اس پر لعنت کرے جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص ایسی نذر مانے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہو ایسی نذر کو پورا کرنا چاہیے اور جو شخص ایسی نذر مانے جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔

(صحیح بخاری:٦٦۹۲)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ایک شخص صرف ایک مکھی جیسی حقیر چیز کی وجہ سے جنت میں چلا گیا۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو شخص ایک ایسے قبیلے کے پاس سے گزرے جن کا ایک بت تھا اور کوئی شخص اس بت پر بھینٹ چڑھائے بغیر وہاں سے نہ گزر سکتا۔ چنانچہ ان سے بھی نذرانہ پیش کرنے کو کہا گیا۔ ان میں سے ایک نے معذرت کی کہ میرے پاس نذرانہ پیش کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے انہوں نے کہا کہ تمہیں نذر تو ضرور پیش کرنی پڑے گی خواہ ایک مکھی ہی ہو۔ اس شخص نے ایک مکھی پکڑ کر اس کی بھینٹ چڑھا دی اور اس کی گلو خلاصی ہو گئی لیکن وہ جہنم میں چلا گیا۔ اسی طرح ان لوگوں نے جب دوسرے شخص کو بھینٹ کا مطالبہ کیا تو اس نے صاف جواب دے دیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے نذر پیش نہیں کروں گا۔ اس بات پر قبیلہ والوں نے اسے شہید کر دیا اور وہ سیدھا جنت میں گیا۔

(مسند احمد)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

تمام شرکیہ اعمال جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا توحید خالص کے منافی ہیں۔ مثلاً قبروں کو سجدہ کرنا' کسی کی انتہائی تعظیم و تکریم کرنا' کسی سے خوف و رجاء رکھنا' کسی کے لیے منت ماننا اور آڑے وقت میں کسی سے مدد مانگنا۔

(کتاب الروح: ۴۰۳)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو لوگ انبیاء اور نیک لوگوں کی قبور کی زیارت کرنے آتے ہیں اور انہیں پکارنے اور ان سے سوال کرنے کی غرض سے آتے ہیں یا اس لیے آتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں اور انہیں اللہ کے علاوہ پکاریں تو ایسے لوگ مشرک ہیں۔

(الرد علی الاخنائی: ۵۲)

نیز فرماتے ہیں۔

دعا بھی عبادات میں سے ہے'جو شخص مردہ یا غائب مخلوقات کو پکارتا ہے اوران سے مدد طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کے رسول نے امر وجوبی اوراستحبابی دیا ہے'ایسا شخص دین میں مبتدع'رب العالمین کے ساتھ مشرک ہے اور ایسی بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

(کتاب الوسیلہ:۵۰)

ایمان باللہ'توحید الوہیت کی دوسری قسم توحید الحکم والطاعۃ کی تفصیل اگلے باب کے بعد آئے گی۔اگلے باب میں ہم ان گروہوں کے عقائد کا ذکر کریں گے جن کے عقائد توحید ربوبیت'توحید الوہیت'الدعاءوالعبادہ اور توحید اسماء وصفات کے مخالف ہیں۔

باب:گیارہ

توحید کے منافی گروہوں کے عقائد

متکلمین صوفیاء

متکلمین صوفیاء کے عقائد توحید ربوبیت'توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات کے منافی ہیں۔ متکلمین صوفیاء چونکہ اللہ کی ذات کا غیر تسلیم نہیں کرتے اوراللہ کی ذات کے ساتھ اتحاد و حلول اوراس میں فنا ہونے کے نظریات کے قائل ہیں۔اس کے علاوہ یہ اللہ کے لیے خاص متصرف الامور ہونے کی صفت میں قدرت واختیارات کے دعوے کرتے ہیں۔ نیز اللہ کی صفات مثلاً علم الغیب'السمیع'البصیر پر تصرف رکھنے کے دعوے دار ہیں۔ان کے انہی نظریات اور تصرف واختیار کے جھوٹے قصوں کی ترویج نے لوگوں کو قبر پرستی اور غیر اللہ سے استغاثہ ودعامیں مشغول کیا ہے۔

متکلمین صوفیاءنے اپنے عقائد دوسرے مذاہب اوراہل زنادقہ فلاسفہ'باطنیہ اور شیعہ سے لیے ہیں۔عرب کے دوسرے گروہوں اور برصغیر میں بریلوی مذہب نے اپنے عقائد انہی سے اخذ کیے ہیں۔ذیل میں ہم ان دونوں گروہوں کے عقائد اوران کی تاریخ وتفصیل پر روشنی ڈالیں گے۔تاکہ یہ لوگ اپنے عقائد کا اسلامی نظریہ توحید سے موازنہ کر سکیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عصر حاضر میں بھی اوراس سے پہلے بھی عابدوں وزاہد صوفیا کے کچھ گروہوں ایسے موجود رہے ہیں جو متکلمین صوفیاء کے شرکیہ اور فلاسفیانہ عقائد سے بری ہیں۔لیکن تیسری صدی ہجری سے اب تک صوفیاء کا کثیر گروہ وحدت الوجود کے نظریہ پر حقیقت کی نظر سے عمل پیرا آرہاہے۔ان کو متکلمین صوفیاء سے موسوم کیا جاتا ہے۔

متکلمین صوفیاء کا ظہور

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت راشدہ تک مسلمانوں کے معاملات ٹھیک چلتے رہے اور مسلمان مشرق و مغرب میں پھیلی غیر مسلم اقوام پر فتوحات حاصل کر کے انہیں مغلوب کرتے چلے گئے۔ ان مغلوب عوام کے کچھ گروہوں نے اسلام کے غلبے اور اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی قوت اور اتحاد کو توڑنے کے لیے ریشہ دوانیوں کا آغاز کیا' اور غلط فہمیاں پھیلا کر اور سازشیں کر کے مسلمانوں کو لڑانے کی کوششیں کی' جو بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ کے درمیان جنگ صفین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے درمیان جنگ جمل کی وجہ بنیں۔ اس کے بعد خلافت کی ملوکیت میں تبدیلی جو کہ عجمی نظام تھا' مسلمانوں میں اخلاص و تقویٰ کی بجائے دنیاداری اور مال و عصبیت پرستی نے جنم لیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی اصلاح کی کوشش کی لیکن ان کی یہ کوشش ان حضرات کی دردناک شہادت پر منتج ہوئی۔ خانہ کعبہ اور مدینہ پر حجاج نے لشکر کشی کی' صحابہ کرام سے علم پانے والے تابعین کرام جو مسلمانوں کے راہنماء کی حیثیت رکھتے تھے' ان کو ان دل دہلا دینے والے سانحات نے انتہائی رنجیدہ اور دل گرفتہ کر دیا' جس کی وجہ سے وہ مجموعی رفتار سیاست و حکومت سے اعراض کر کے اپنے گھروں اور مخصوص حلقہ جات میں تعلیم و تعلم اور تقویٰ و عبادت میں مصروف ہو گئے' ان کے عقیدت مند آتے تو یہ انہیں دنیا کی فریبیوں اور فتنات سے بچنے کی دعوت دیتے' اس سے بعض طالب ہدایت افراد نے یہ غلط تاثر لیا کہ گوشہ گیر ہونا اور دنیا کو ترک کرنا ہی ایمان اور نیکی کی اصل ہے۔ ان کا اس طرز عمل سے لوگوں کا غلط تاثر لینا بعد میں ایک فکر اور تنظیم کی صورت میں ابھرا' جس میں وقت گزرنے کے ساتھ دیگر افکار کے اختلاط نے اسے بالکل غلط رخ پر ڈال دیا۔

خلافت کی ملوکیت میں تبدیلی اور حکمران طبقے کی دنیا پرستی نے دین دار طبقے کو حکمرانوں سے متنفر کر دیا۔ ان حالات کے نتیجے میں پہلی اور دوسری صدی ہجری میں کچھ علماء و صلحاء نہ صرف خود کثرت عبادت اور زہد و توکل کی طرف مائل ہوئے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی۔ اس سلسلے میں حسن بصری ١١٠ھ' مالک بن دینار ١٢٨ھ' سفیان ثوری ١٤١ھ' ابراہیم بن ادھم ١٦١ھ' عبداللہ بن مبارک ١٨١ھ' فضیل بن عیاض ١٨٧ھ شامل ہیں۔ یہ حضرات اپنے آپ

کو صوفی نہ کہلاتے تھے اور نہ انہوں نے تصوف کا نام لیا۔ان افراد کے عقائد واعمال قرآن وسنت کے مطابق تھے۔عبادت وریاضت کی کثرت مشقت کے باوجود انہوں نے دین کے کسی دوسرے شعبے کو نظر انداز نہیں کیااور نہ ان کے ہاں کسی فلسفہ وحدت الوجود' حلول وتصرف اور فنافی اللہ جیسی اصطلاحات اور عقائد کا نام تک ملتاہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
لفظ صوفی پہلی تین صدیوں تک میں مشہور ومعروف نہ تھا۔

(التعرف:۱۰۹)

امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلم ومومن کے لفظ مستعمل تھے نہ کہ صوفی'رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف اسلام اورایمان کی طرف نسبت تھی۔ چنانچہ مسلم ومومن کہاجاتاتھاپھر بعد کے زمانے میں زاہد وعابد وغیرہ کے نام پیدا ہوئے۔

(تلبیس ابلیس:۱۹۹)

بعض حضرات صوفی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اہل صفہ سے جوڑتے ہیں۔حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بغرض گوشہ نشینی یہ راستہ اختیار نہ کیا تھا۔یہ لوگ مال واجناس کی تنگدستی اور تعلیم کی غرض سے وہاں پر انحصار کرتے تھے۔اور فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں میں مال واجناس کی فراوانی ہوگئی تو یہ لوگ وہاں نظر نہ آئے اوراللہ کی نعمتوں کواستعمال کرنے لگے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی اللہ کی نعمتوں کے میسر آنے پر ہاتھ نہ روکتے تھے۔

مسلمانوں کی فتوحات کے نتیجہ میں رومی'ایرانی'یونانی اور ہندی اقوام کی کثیر تعداد اسلام میں داخل ہوئی'یہ ناممکن تھا کہ یہ لوگ صدیوں پر مشتمل آبائی مذہب اور فلسفہ کے رجحانات ونظریات کو پیچھے چھوڑدیں۔جب یہ لوگ مسلمانوں سے مختلط ہوئے توجہاں انہوں نے مسلمانوں سے بہت کچھ لیاوہاں بہت کچھ ان میں داخل اور منتقل بھی کیا۔تیسری وچوتھی صدی ہجری میں عربی عجمی اختلاط کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔اسلام کالبادہ اوڑھے اسلام کے

دشمن سبائی'شیعہ 'باطنی اور قرمطی مسلمانوں کے عقائد و نظریات بگاڑنے میں کوشاں رہے۔خلافت کی جگہ ملوکیت جو عجمی طریقہ فکر تھا'نے عجمی فکر و نظریات کی راہ ہموار کی'اس سب کے علاوہ تیسری صدی ہجری میں ہارون الرشید نے بیت الحکمت قائم کیا جسے مامون الرشید نے بہت وسعت دی' اور یونان سے یونانی علوم اور فلسفہ کی کتابوں کو طلب کرنے کا حکم دیا'بادشاہ یونان اس پر آمادہ نہ تھا۔لیکن اس کے وزیروں نے کہا کہ اس طرح مسلمانوں میں ہمارا نظریہ وثقافت پھیلے گی'اس لیے یہ ہمارے لیے فائدہ مند چیز ہے'تو انہوں نے اپنے تمام علوم کی کتابیں مسلمانوں کو مہیا کر دیں'جو کہ جغرافیہ 'طب'ہیئت'منطق'اخلاق'سیاسیات اور سائنس پر مشتمل تھیں۔مامون الرشید نے ان تمام کتابوں کے تراجم عربی میں کروائے'اوراس دور کے علم دوست ماحول نے یونانی علوم وفلسفہ کو پروان چڑھایا'مسلم معاشرے میں یونانی فلسفے کی یلغار نے عقل پرستی اور علم الکلام وفلسفہ کو جنم دیا'جس سے معتزلہ'خلق قرآن اور باطنیہ کے فتنوں کے علاوہ صوفیانہ وحدت الوجود کے نظریے نے جنم لیا۔صوفیاءنے علم الکلام اور فلسفہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے'صوفیاءجو پہلے ہی عبادت وریاضت میں خطرناک حد تک غلو کا شکار تھے اور حب الٰہی کی شدید تڑپ کے ساتھ خطرناک حد تک ریاضت ومجاہدے سے پیدا ہونے والے دماغی سکر'اوراس کے ساتھ یونانی فلسفہ اور علم الکلام کے مطالعہ اور بحث نے انہیں وحدت الوجود'فنافی اللہ اور حلول وتصرف جیسے نظریات تک پہنچادیا۔

ان نظریات کے پھیلاؤمیں دوسرے مذاہب اوراقوام سے درآمد ہونے والے نظریات نے بھی اہم کردار ادا کیا 'چونکہ عیسائیت اوریہودیت کے مذہب واخلاق میں عبادت وریاضت میں غلووزیادتی'ترک دنیا'گوشہ نشینی'ترک نعمت اوررہبانیت کارویہ ورجحان بہت زیادہ نمایاں ہے'ان کے علاوہ مجوسیت'ہندومت اور بدھ مت میں تزکیہ نفس اورروحانی سکون کے لیے ریاضت اور نفس کشی کے ذریعے خدا کا حصول اور فرد کا فنا ہو کر خدا میں ضم ہو جانے کا عقیدہ "نروان"ہے۔یہ مذاہب بھی اتحادوحلول اور ظاہری وباطنی راستے کی تفریق کے قائل ہیں'ان کا مرکزی خدادوسرے دیوتاؤں کے ساتھ اتحاد اوراس کا مظہر ہے'ان کے جسم کے لیے ظاہری احکام اورروح کی روحانی ترقی کے لیے عرفان'گیان اور مراقبہ کاراستہ ہے۔

اور یونانی علم الکلام اور فلسفہ جس کے مطابق انسان کے دو نفس ہیں' جسم اور روح علیحدہ علیحدہ ہیں' روح وجود حقیقی سے علیحدہ ہوئی' روح کو نیک اعمال' مراقبہ اوراستغراق سے اپنے جسم سے غافل ہو کر حقیقت و عرفان حاصل کر سکتی ہے۔ افلاطون' فلاطینوس' سقراط اور ارسطو اسی فلسفے کے قائل ہیں۔

ان یونانی عقل پرستوں کے فلسفہ کا خلاصہ یہ ہے

کہ نظام ہستی خدائے مطلق کی ذات سے مستخرج ہے' جسم انسانی ایک قید خانہ ہے جس سے خلاصی پانا انسان کا اعلیٰ ترین مقصد ہے' روح انسانی کا انتہائی کمال ذات باری میں فنا ہو کر اپنے ذاتی احساس سے نجات پانا ہے۔

(فلسفہ روم)

انہی نظریات کے مطالعہ' بحث اور تقلید نے مسلمانوں میں صوفیاء کے فلسفی گروہوں اور فرقوں' وحدت الوجودیہ' حلولیہ اور باطنیہ کا دروازہ کھولا۔ یوں عرب و عجم کا باہم فکری اختلاط جو عقائد و نظریات کی باہمی آمیزش کا باعث بنا اور تصوف یونانی' رومی' ایرانی اور ہندی فکر اور رویہ کا امتزاج بن گیا' افلاطون کے افکار کو منظم صورت میں مشہور صوفی امام ابن عربی نے وحدت الوجود کے رنگ میں رنگ دیا' تصوف سے اگر اخلاص فی العمل اوراحسان مراد ہے تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں' اعتراض تو اس وقت ہے جب یہ شرکیہ فلسفیانہ نظریات اور بدعات و خرافات کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

سری سقطی نے حب الٰہی کی تڑپ میں توحید کی تشریح یوں کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی اور معدوم ہے جو کہ کسی حد تک ٹھیک ہے۔ لیکن درجہ بدرجہ عبادات و ریاضت میں غلو اور حب الٰہی کی تڑپ نے اس کو لاموجود الا اللہ بنادیا' یعنی اللہ کے سوا کسی غیر کا وجود نہیں' اس طرح انہوں نے کہا کہ اللہ کے علاوہ کوئی ظاہر وجود نہیں جو وجود بھی نظر آتے ہیں ان میں اللہ کے ساتھ اتحاد ہے اور وہ باعتبار باطن وجود الٰہی کی نمود ہیں۔ اس کو صوفیاء توحید وجودی یا وحدت الوجود کہتے ہیں۔

اس نظریہ کا اظہار ابن عربی کے علاوہ ذوالنون مصری ۲۴۰ھ' بایزید بسطامی ۲۶۱ھ' حسین بن منصور حلاج ۳۰۹ھ اور ابو طالب مکی ۳۸۵ھ نے کیا ہے۔ اس نظریہ کا ظہور مسلمانوں کے مرکز بغداد میں ہوا جو پوری دنیا کا علمی اور تجارتی

مرکز تھا'جس کی وجہ سے اس نظریہ کی اشاعت دور دور تک ہوئی'اور یہ نظریہ ایران'شام'مصر'ہندوستان'خراسان اور ماوراءالنہر تک پہنچ گیا۔اوران صوفیاءنے اس کی ترویج واشاعت میں اہم کردارادا کیا۔ابونعیم اصفہانی ۴۳۰ھ' ابوالحسن علی ہجویری۴۶۵ھ'ابوحامد غزالی۵۰۵ھ'جلال الدین رومی ۶۷۲ھ'ضیاءالدین سہروردی۵۶۸ھ 'نظام الدین اولیاء۷۲۶ھ' بہاؤالدین زکریا۶۶۱ھ۔نیزاشرف علی تھانوی'امداداللہ مہاجر مکی اور برصغیر کے صوفی شعراء نے بھی وحدت الوجود کے نظریہ کی ترویج اوراس کادفاع کیا۔

عقیدہ وحدت الوجوداور حلول

ہر مذہب کا کوئی نہ کوئی مرکزی اصول ہوتا ہے۔جس پراس مذہب کادارومدار ہوتا ہے'اسلام کامرکزی اصول توحید ہے'اور متکلمین صوفیاءکے مذہب کامرکزی اصول توحید وجودی یاوحدت الوجود ہے۔

اہل تصوف نے دوسری صدی ہجری میں لاالہ الااللہ کامفہوم یہ بیان کیاکہ اس کے سواکوئی معبود ہے نہ مقصود ہے اور نہ موجود ہے۔

وقت کے ساتھ رفتہ رفتہ معبودومقصودکے الفاظ حذف کرکے لاموجودالااللہ'یعنی اللہ کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں'اس کے سواجووجود بھی نظر آتاہے وہ باعتبار ظاہر جداگانہ معلوم ہوتاہے لیکن باعتبار باطن وجود حقیقی کی ہی ایک نمود ہے'یعنی موجودات خداکی قدرت نہیں بلکہ اس کی ذات کی نمود ہیں'خدااور خلق غیر نہیں بلکہ ان میں باعتبار ماہیت وحدت ہے۔

متکلمین صوفیاءکاامام محی الدین ابن عربی اپنی کتاب "فصوص الحکم "میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتاہے۔
"وجود حقیقی دراصل ایک ہے اوراس کے سواجووجود بھی نظر آتاہے وہ باعتبار ظاہر جداگانہ وجود معلوم ہوتاہے لیکن باعتبار باطن وجود حقیقی ہی کی ایک نمود ہے'اس کے بالمقابل کیاہے کچھ نہیں'جوہے وہ اسی وجود کی ایک صورت اوراس کاتعین ہے۔

(فصوص الحکم:۴۸)

نیز لکھتا ہے۔

وجود ایک ہی حقیقت ہے'اس لیے ذات باری کے سوا کچھ باقی نہ رہا' چنانچہ کوئی ملا ہوا ہے نہ کوئی جدا ہے' یہاں ایک ہی ذات ہے جو عین وجود ہے۔

(فصوص الحکم:۱۳۰)

ابن عربی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں لکھتا ہے۔

الحمد للہ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مطلقا حمد وثنا ہے'اور تفصیل میں جائیں تو وہ حامد (حمد کرنے والا) اور وہی محمود (جس کی حمد کی جائے) اور ابتداء وانتہا کے اعتبار سے وہی عابد (عبادت گزار) اور معبود (جس کی عبادت کی جائے) ہے۔

(تفسیر الشیخ الاکبر:۳)

ذالنون مصری نے کہا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوئے انسان پر ایسا وقت بھی آتا ہے جب وہ اس سے متحد ہو جاتا ہے۔

(التاریخ التصوف الاسلام:۲۱۲)

بایزید بسطامی کا کہنا ہے۔

میں نے بہت سے مقامات کا مشاہدہ کیا لیکن جب غور سے دیکھا تو خود کو اللہ کے مقام پر پایا۔

(تذکرۃ الاولیاء:۸۳)

نیز کہا۔

جب میں واصل حق ہوا تو خانہ کعبہ میرا طواف کرنے لگا...جب میں سانپ کی کینچلی کی طرح بایزیدیت سے باہر نکلا تو دیکھا کہ عاشق و معشوق دونوں ایک ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء:۱۰۲)

حسین بن منصور حلاج نے کہا۔

میرے اور تیرے درمیان صرف ایک 'میں' ہے جو میرے لیے باعث عذاب ہے 'مجھ پر رحم کر اور اس' میں 'کو درمیان سے اٹھا لے 'میں وہ ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

(لیگسی آف اسلام:۳۱۸)

نیز کہا۔

مقام مقربین تک پہنچنے کے بعد اس (انسان) میں بشریت کا شائبہ تک نہیں رہتا تو وہ اللہ پاک میں تحلیل ہو جاتا ہے۔

(التاریخ التصوف اسلام:۲۴۲)

ابو بکر شبلی نے کہا۔

قم باذنی اور قم باذن اللہ 'میرے حکم سے اٹھ اور اللہ کے حکم سے اٹھ باعتبار مفہوم ایک ہو گئے۔ تذکرۃ الاولیاء:۳۲۰

وفات کے وقت جب انھیں لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے کی ترغیب دی گئی تو کہنے لگے 'جب غیر اللہ کا وجود ہی نہیں تو نفی کس کی کروں۔

(تذکرۃ الاولیاء:۳۲۲)

متکلمین صوفیاء اللہ کا غیر وجود نہیں مانتے۔ جب کہ انبیاء کی دعوت توحید ہی غیر اللہ کے انکار پر منحصر تھی۔

فرامین باری تعالیٰ ہیں۔

مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔

(ھود:۵۰)

اس کا کوئی غیر تمہارا معبود نہیں۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔

(اخلاص:۳)

نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ۔

(الزخرف:۱۵)

اورانہوں نے اس کے بندوں کواس کا جزو بنادیا' بے شک انسان کھلا کافر ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ۔

(یونس:۳)

بے شک تمہارارب اللہ ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے'لونڈی نے جواب دیا آسمان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں کون ہوں' کہنے لگی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایااسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔

(صحیح مسلم:۵۳۷)

متکلمین صوفیاء قرآن کی ان آیات کی باطل تاویل سے وحدت الوجود کا جواز نکالتے ہیں جن سے مراد در حقیقت اللہ تعالیٰ کا علم'قدرت اور غلبہ ہے جو ہر جگہ ہے۔ مثلاً

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ۔

(الحدید:۴)

تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔

(ق:۱۶)

ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔

(البقرہ)

جدھر منہ کرو ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۔

(الانعام:۳)

وہ اللہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۔

(الحدید:۳)

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے۔

صوفیاءاس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ میرا بندہ جب نوافل پڑھتا ہے تو میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں اور میں اس کا کان'آنکھ اور ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں۔صوفیاءان آیات واحادیث کے سیاق وسباق'نظم کلام'سلف صالحین کی تفسیر اوراسلامی عقائد سے ہٹ کر اپنی مرضی کی تاویل کرتے ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے کامل علم کا بیان ہے۔

(التفسیر الکبیر:۲۷-۱۶۳)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں پکار کا جواب دینے میں ساتھ ہوں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میں علم کے ساتھ قریب ہوں۔

(تفسیر القرطبی:۱-۳۰۸)

صوفیاء کی بیان کردہ'کنت کنز مخفیا''قلب المومن بیت الرب' اوران جیسی دیگر روایات کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'امام سخاوی رحمہ اللہ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وحدت الوجود اتحادیین کا مذہب ہے'حلول خاص عیسائیوں میں نسطوریوں کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ لاہوت ناسوت میں اس طرح حلول کر گیا جیسے برتن میں پانی'اتحاد خاص یہ یعقوبیوں کا عقیدہ ہے۔ان کے عقیدے کے مطابق لاہوت ناسوت سے اس طرح مخلوط ہو گیا ہے جیسے دودھ پانی کے ساتھ مل جاتا ہے جبکہ اتحاد عام ان ملحدوں کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ وجود کائنات کا عین ہے'یہ قول یہود و نصاریٰ کے اقوال سے کہیں زیادہ کفر آمیز ہے'ابن عربی کا یہی مذہب ہے۔

(حقیقت مذہب الاتحادیین:۲۶)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

پھر اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ جس کسی نے ابن عربی کے عقیدے کے درست ہونے کا عقیدہ رکھا تو ایسا آدمی بغیر کسی اختلاف کے بالا اجماع کافر ہے۔اختلاف اور کلام صرف اسی وقت ہے جب وہ اپنے کلام کی ایسی تاویل کرتا ہو جو اس کے مقصد کے اچھا ہونے کا تقاضہ کرتی ہو۔

(اہلسنت کا منہج تعامل)

بعض صوفیاء نے اصطلاح وحدت الوجود کو تو قبول کیا ہے اور وہ اس سے مراد اللہ کے سوا دیگر کا وجود ناقص اور فانی کہتے ہیں اور وحدت الوجود کے شرکیہ مفہوم کو رد کرتے ہیں۔

عقیدہ تصرف واختیار

متکلمین صوفیاء کے مطابق تصوف کے طریق پر چل کر مختلف منازل پر پہنچنے والے اولیاء'قطب'غوث اورابدال ہوتے ہیں'جن کے بارے میں ان کا معروف نظریہ ہے۔

اس نظریہ کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

صوفیاء میں ایک معروف عقیدہ مردان غیب کا بھی ہے جس کے مطابق نظام عالم کی ظاہری ہیئت کے پس پردہ ایک باطنی نظام ہے جسے چلانے والے مختلف رجال غیب ہیں'ان میں قطب'قیوم'اوتاد'ابدال'نجباء'اور غوث وغیرہ ہیں

جو نظام عالم کا انتظام سنبھالتے ہیں'زندگی ان کے توسط سے رواں دواں ہے'کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی مرضی کے تابع اور زمانے کی گردش انھی کے زیر کنٹرول ہے'بسا اوقات ان کے اختیارات اس قدر ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی مرضی کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے اور ان کی ذات اللہ کا مظہر ہوتی ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون:۱-۴۷۳)

محی الدین ابن عربی لکھتا ہے۔

تمام انبیاء شہر قرطبہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے مجھے حضرت ہود علیہ السلام کی وساطت سے خوشخبری دی کہ میں قطبیت کے مقام پر فائز کیا گیا ہوں۔

(فصوص الحکم:۱-۱۰)

صوفیاء کے نزدیک شیخ عبد القادر جیلانی تمام صوفیاء کے غوث ہیں اور ان کی خصوصیات میں سے کچھ یہ ہیں۔

"مخلوق کے ظواہر اور باطن میں تصرف'جن وانس پر حکم جاری کرنا'ضمیروں کے راز سے باخبر ہونا'بھیدوں کا بتا دینا' ملک وملکوت کی خفیہ باتوں کی اطلاع دینا'حقائق جبروت اور اسرار لاہوت کو منکشف کرنا'مواہب غیبیہ عطا کرنا'مارنے اور جلانے کی صفت سے متصف ہونا'پودے اگانا'کوڑھی اور جذامی کو اچھا کرنا'مریضوں کو شفا دینا اور زمین وآسمان میں حکم چلانا۔

("اخبار الاخیار:۱۷)

شیخ عبد القادر جیلانی کے حوالے سے منقول ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میرا کوئی مرید مشرق میں بے ستر ہو جائے اور میں اس وقت مغرب میں ہوں تو میں وہیں اس کی ستر پوشی کروں گا۔

(سیر الاقطاب:۱۲۳)

حسین بن منصور حلاج کا قول ہے۔

اللہ کی قسم !جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی فرد بھی آگ میں ہو گا آپ راضی نہیں ہوں گے' بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی اور میری ان کے بعد شفاعت قبول کی جائے گی یہاں تک کہ کوئی ایک بھی (جہنم میں) باقی نہ رہے گا۔

(نصوص صوفیاء:۷۸)

صوفیاء کی قطب وابدال کے متعلق بیان کی گئی روایات کے متعلق ائمہ دین کی رائے درج ذیل ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اسی طرح ابدال' اقطاب' اغواث' نجباء اوراوتاد سے متعلق تمام احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف باطل طور پر منسوب ہیں۔

(المنارالمنیف:۱۳۶)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ابدال' اقطاب' اغواث' نجباء' اوراوتاد سے متعلق تمام احادیث باطل ہیں۔

(الموضوعات الکبیر:۱۱۰)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

(مجموع الفتاویٰ)

عقیدہ علم باطن اور طریقت:

صوفیاء کا یہ خیال ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ سے براہ راست ایک مخصوص علم حاصل ہوتا ہے' جسے وہ علم باطن کا نام دیتے ہیں' اور جب کوئی صاحب وجد وحال کسی مرید پر توجہ کرتا ہے تو یہ علم سینہ بہ سینہ اسے منتقل ہو جاتا ہے' اسے فیض عام کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

حسین بن منصور حلاج کا کہنا ہے۔
جب بندہ مقام معرفت پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خاطر بذریعہ وحی خواطر نازل فرماتے ہیں۔

اس علم کو صوفیاء شریعت کے مقابل 'طریقت' کا نام دیتے ہیں۔ ابن عربی طریقت کو دائرہ نبوت سے بھی افضل قرار دیتا ہے۔

اس کا قول ہے۔
بلاشبہ نبی اور رسول علم معرفت کو اس فرشتے کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں جو انہیں وحی الٰہی پہنچاتا ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے براہ راست علم و معرفت حاصل کرنا ناممکن ہے' جبکہ صوفی اس جگہ سے معرفت حاصل کرتا ہے جہاں سے وہ فرشتہ حاصل کرتا ہے جو اس معرفت کو انبیاء ورسل تک پہنچاتا ہے۔

(فصوص الحکم:۱-۱۳۵)

ابو طالب مکی علم باطن کی فضیلت یوں بیان کرتا ہے۔
علم باطن کو علم ظاہر پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح سلطنت الٰہی کو عام دنیاوی سلطنت پر فضیلت حاصل ہے۔
(قوت القلوب:۲-۳۲)

بایزید بسطامی اپنے ہم عصر علماء سے کہا کرتے تھے۔
تم نے اپنا علم علمائے رسوم سے اخز کیا ہے' گویا مردہ مردے سے اخذ کرتا ہے جبکہ ہم نے اپنا علم اس زندہ ذات سے اخذ کیا ہے جسے موت نہیں آسکتی۔

(الطبقات الکبری للشعرانی:۱-۵)

ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ کیا تم محدث عبدالرزاق سے حدیث سننے کے لیے سفر کروگے؟ تو اس نے جواب دیا جو خدا سے براہ راست سنتا ہے وہ عبدالرزاق سے سماعت کیا کرے گا۔

(عصرہ و منہجہ' ابن القیم:۴۳۶)

شیخ جنید بغدادی کہتے ہیں۔
مرید صادق علماء کے علم سے بے نیاز ہوتا ہے حتیٰ کہ سالکوں کے لیے کتابت حدیث کو آفت کہا گیا ہے۔
(رسالہ قشریہ:۱۰۲)

شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں۔
مشائخ خدا کے وقار کا ذریعہ ہیں' وہ لوگوں کو ظاہری اور باطنی ادب سکھاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا کلام پیغمبروں کا کلام ہے' خرقہ پوشی میں شیخ کا ہاتھ رسول پاک کے دست مبارک کی قائم مقامی کرتا ہے' شیخ خدا تعالیٰ سے صحیح نیاز مندی اور حسن استقامت کے بعد جو علم باطن حاصل کرتا ہے اس کے ذریعے سے وہ (مرید) کی تربیت کرتا ہے۔
(عوارف المعارف:۹۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
تصوف پر کلام و منطق اور فلسفے کا اثر پڑتا چلا گیا اور ایسے نئے نئے نظریے پیدا ہوتے چلے گئے جو قرآن و حدیث کی نصوص کے بالکل خلاف تھے... ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ انہیں اللہ سے براہ راست انبیاء جیسے احکامات ملتے ہیں۔ امام غزالی نے اس لیے کہا تھا کہ میں نے بھی وہ خطاب سنا ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا' چونکہ یہ سب کچھ ایمان بالرسل میں نقص کی وجہ سے ہے اس لیے یہ بعض وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔
(نفحات الانس:۱۱-۳۹۸)

امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
صوفیاء نے علم شریعت کا نام ظاہری علم رکھا ہے اور وہ اپنے ذاتی خیالات کو علم باطن سے تعبیر کرتے ہیں... اکثر صوفیاء نے شریعت اور حقیقت میں فرق اور امتیاز پیدا کیا ہے' حالانکہ یہ قول فقط قائل کی نادانی ہے۔ ابن عقیل نے کہا ہے' کہ جو شخص شریعت چھوڑ کر حقیقت کا طلبگار بنے وہ فریب خوردہ ہے اور بڑے دھوکے میں مبتلا ہے۔
(تلبیس ابلیس:۳۹۵)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

صوفیاء کا کلام بظاہر بڑا چکنا چپڑا ہے مگر حقیقت میں بے حد ضرر رساں ہے' مقام حیرت ہے کہ صوفیاء علماء کی پیش کردہ اوامر و نواہی کو رائی سے تعبیر کرتے ہیں... بعض لوگ حضرت موسیٰ و حضر کے واقعے سے استدلال کرتے ہیں کہ علم لدنی شریعت کے خلاف ہوتا ہے...جو شخص بھی کتاب و سنت سے اعراض کرتا ہے اس کا علم لدنی نہیں بلکہ نفسانی اور شیطانی ہے۔

(مدارج السالکین:۳-۱۰۹)

دین میں شریعت اور طریقت کی علیحدگی کا کوئی تصور نہیں'اسلام روح اور مادے کے تضاد کا انکار کرتا ہے۔ لیکن صوفیاء روحانی بالیدگی اور تزکیہ نفس کے لیے قرآن و حدیث کے مخالف خود ساختہ نصاب طریقت کی پیروی کرتے ہیں۔ تصوف کی ابتدا تزکیہ نفس کے تصور سے ہوئی مگر رفتہ رفتہ اس میں بدعات و خرافات'نفس کشی اور رہبانیت پیدا ہو گئی'جو واضح طور پر اسلام کے تصور عبادت کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ۔

(الحدید:۵۷)

اور رہبانیت تو انہوں نے از خود ایجاد کر لی تھی اسے ہم نے تو ان پر فرض نہیں کیا'مگر یہ کہ رضائے الٰہی تلاش کریں۔

اسلام کے نزدیک تزکیہ نفس کے حصول کا بہترین راستہ شریعت کے اعمال و منہیات کی اتباع ہے۔ صحابہ کرام تزکیہ کے لیے نماز'روزہ'زکاۃ'مسنون دعائیں'اذکار'طلب علم'امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ اختیار کرتے تھے۔ جبکہ صوفیاء تزکیہ کے لیے ایسے قواعد و ضوابط'اصطلاحات اور عبادات و رسوم اختیار کرتے ہیں'جو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں نہیں ملتے۔

صوفیاء کے چار معروف سلسلے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ' قادریہ' سہروردیہ' نقشبندیہ' ہر ایک کا نصاب تربیت جداگانہ ہے۔ ان میں تزکیہ کے لیے مراقبہ' چلہ کشی' ذکر قلبی' ذکر جہری' ذکر خفی' پاس انفاس (سانس کے ساتھ ذکر) اس کے علاوہ خود ساختہ ذکر' وظیفے اور نمازیں مثلاً صلاۃ البروج' صلاۃ الحضر' صلاۃ اویس قرنی' صلاۃ العاشقین وغیرہ' عبادات میں غلو اور جسمانی اذیتیں' فقر وفاقہ کی زندگی گزارنا' آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں بسیرا کرنا' مباح اور حلال اشیاء سے پرہیز' تجرد' لوگوں سے کنارہ کش ہونا' نفس کشی' کم کھانا' کم سونا' نفس کو زیادہ سے زیادہ شکستہ اور مغلوب کرنے کے لیے کڑی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کیے جاتے ہیں' اور سب تزکیہ نفس اور نفس کشی کے ذریعے کسی ایسی منزل تک پہنچنا چاہتے ہیں جہاں خواہشات اور احساسات مطیع ہو جائیں اور عارف فنافی اللہ کے اس مقام پر پر پہنچ جائے جہاں اسے اپنی ذات ذات مطلق سے الگ معلوم نہ ہو۔ تصوف نے قرآن وحدیث کی اشاعت اور معاشرے میں مثبت اور صحتمندانہ کردار ادا کرنے کی بجائے فقر وزہد' ذکر ومراقبے' وصل وہجر' سکر وصحو' سماع وقوالی' ناچنا کودنا' مزامیر' راگ' بجھن' تصور شیخ' قدم بوسی' تعظیمی سجدے' عرس' قبر پرستی' صاحب قبر سے استغاثہ وفریاد جیسے غیر اسلامی عقائد اور بدعات کی ترویج میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

بریلویت

بریلوی برصغیر پاک وہند میں پائے جانے والے مختلف مکاتب فکر میں سے ایک مکتب فکر ہے۔ بریلوی اپنے آپ کو حنفی اہلسنت سے منسوب کرتے ہیں مگر ان کے چند امتیازی عقائد ہیں جو انھیں برصغیر میں موجود حنفی فرقوں سے بالعموم جدا کرتے ہیں۔ یہ انبیاء ورسل اور اولیاء اللہ کو حاجت روا' مشکل کشا' عالم الغیب' تصرف الاموراور دیگر خدائی اختیارات دے کر ان سے استغاثہ وفریاد کرنا جائز سمجھتے ہیں' ان کے اکثر عقائد شیعہ حضرات سے مشابہت رکھتے ہیں۔ بریلوی عقائد کی تاسیس وتنظیم کا کام بریلوی مکتب فکر کے پیروکاروں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دی۔ بریلوی مکتبہ فکر کے مشہور علماء گزرے ہیں جنہوں نے ہندوستان وپاکستان میں بریلوی عقائد پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں' نعیم مرادآبادی' امجد علی' دیدار علی' حشمت علی' احمد یار نعیمی

بریلوی حضرات اپنے مجدد احمد رضا کی شان ومنزلت میں بہت زیادہ مبالغہ آرائی کرتے ہیں اور احمد رضا کو حاجت روا اور مشکل کشا قرار دیتے ہیں' بریلوی شاعر کہتا ہے۔

خلق کے حاجت رواحمد رضا

ہے میر امشکل کشااحمد رضا

بریلوی احمد رضاکو بچپن ہی سے منصب امامت پر فائزاور معصوم عن الخطاقرار دیتے ہیں۔بریلوی قائدین کے اقوال ملاحظہ کریں۔

"اعلی حضرت بچپن ہی سے غلطیوں سے مبر اتھے صراط مستقیم کی اتباع آپ کے اندر ودیعت کر دی گئی تھی۔"

(بستوی: ۳۱)

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور زبان کو غلطیوں سے پاک کر دیا تھا...اعلی حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم'اور غوث اعظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم'اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماتے تھے۔"

(انوار رضا:۲۲۳)

منصب امامت کو نبوت سے متصف کرنااوراسے معصوم عن الخطاء قرار دیناخالصتاً شیعہ عقیدہ ہے۔بعض قرآئن سے احمد رضاکے آبآءواجداد بھی شیعہ قرار دیے جاتے ہیں'ان کا شجرہ نصب یہ ہے۔احمد رضابن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔احمد رضانے اپنے مذہب کی تاسیس میں شیعہ مذہب کے عقائد واصطلاحات کو شامل کیالیکن تقیہ سے کام لیتے ہوئے بعض رسالے شیعہ مذہب کی مخالفت میں بھی لکھے۔

احمد رضانے فضائل اہل بیت میں خالصتاً شیعی روایات سے استدلال کیاہے۔مثلاً

"ان فاطمہ سمیت...'حضرت فاطمہ کانام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوران کی اولاد کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا۔

(الامن والعلی:۹)

احمد رضانے باقی صحابہ کرام کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا قرار دیا'ان کی لکھی گئی دعائے سیفی درج ذیل ہے۔

نادعلینامظہر... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے تم انہیں مدد گار پاؤگے 'اے علی آپ کی ولایت کے طفیل تمام پریشانیاں دور ہو جاتیں ہیں۔

(الامن والعلی:۱۲)

اسی طرح انہوں نے پنجتن پاک کی شیعہ اصطلاح کو عام کیااوراس شعر کو درج کیا۔

لی خمسۃ...'یعنی پانچ ہستیاں ایسی ہیں جوبرکت سے میری امراض کودور کرتی ہیں'محمد صلی اللہ علیہ وسلم'علی' حسن'حسین'فاطمہ۔

(خالص الاعتقاد:۴۸)

احمد رضانے شیعہ کی اہل بیت کے متعلق اصطلاحات 'جفر' الجماعۃ اور 'تعزیہ' کی تائید کی ہے۔ نیز احمد رضااماموں کی وہی ترتیب بیان کرتا ہے جو شیعہ بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

اغواث حضرت علی سے ہوتے ہوئے حسن عسکری تک پہنچتے ہیں۔

(بدرالانوار:۵۷)

احمد رضاپر رفض وتشیع کاالزام اس لیے لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے شیعوں کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے ہیں۔ بریلویوں کے مشہور عقائد اولیاء سے استغاثہ واستعانت 'انبیاء ورسل کی بشریت سے انکارانہیں حاضر وناضر 'علم غیب اور دیگر خدائی اختیارات وتصرفات میں شریک کرنا ہے۔ اگرچہ یہ مشرکانہ عقائد وبدعات اس فرقے سے قبل بھی مختلف گروہوں اور صوفیوں کے مختلف طبقات میں موجود تھے مگر انہوں نے ان ساری باتوں کو منظم شکل دی'اور قرآن وحدیث کی معنوی تحریف اور ضعیف وموضوع روایات سے انہیں منظم انداز دینے کی کوشش کی۔ ان کے عقائد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غیر اللہ سے فریاد:

غیر اللہ سے فریاداور حاجت روائی بریلویوں کا اہم عقیدہ ہے۔

احمد رضا لکھتے ہیں۔

انبیاءومرسلین'اولیاء'علماءاور صالحین سے ان کے وصال کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے'اولیاءبعد انتقال بھی دنیامیں تصرف کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ:۴-۳۰۰)

نیز لکھتے ہیں۔

جب تم کاموں میں متخیر ہوتو مزارات اولیاء سے مددمانگوجب تمہیں پریشانی کاسامنا ہوتو اہل قبور سے مانگو۔

(الامن والعلی:۴۶)

نیز لکھتے ہیں۔

جو شخص بھی کسی نبی یارسول یاکسی ولی سے وابستہ ہو گاتووہ اس کے پکارنے پر حاضر ہو گااور مشکلات میں اس کی دستگیری کرے گا۔

(فتاویٰ افریقہ:۱۳۵)

نیز لکھتے ہیں۔

جسے کوئی حاجت ہوتووہ میری قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت مانگے تو میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔

(فتاویٰ رضویہ:۱-۱۸۱)

نیز لکھتے ہیں۔

صوفیاء کے مشائخ سختی کے وقت اپنے پیروکاروں اور مریدوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔

(الامن والعلی:۱۳)

احمد رضا ابو عمران موسیٰ کے متعلق لکھتے ہیں۔

جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں ندا کرتا' جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر یا اس سے زائد پر ہوں۔

(رسائل رضویہ: ۱-۱۸۲)

احمد رضا بریلوی کے ایک پیروکار یوں رقمطراز ہیں۔

اولیائے کرام ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھتے ہیں اور بعید و قریب کی آوازیں سنتے' ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرتے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔

(جاء الحق: ۱۳۸)

انبیاء و اولیاء کے اختیارات و تصرفات:

اسلام کے نزدیک توحید کا تصور یہ ہے کہ ساری کائنات کا خالق' مالک' رازاق' مدبر و منتظم اور متصرف الامور صرف اللہ ہے۔ بریلویوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے تمام اختیارات اور کائنات کا سارا نظام اور تدبر امور اپنے مقرب بندوں کے سپرد کر دیا ہے۔

احمد رضا بریلوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو کرتے ہوئے تمام کائنات کے اختیارات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اشعار لکھتے ہیں۔

کن کا رنگ دکھاتے ہیں یہ
مالک کل کہلاتے ہیں یہ
قادر کل کے نائب اکبر
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے۔

(الاستمداد علی اجیال الارتداد: ۳۲)

احمد رضا اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

ہر چیز' ہر نعمت' ہر مراد' ہر دولت' دین میں' دنیا میں' آخرت میں' روزاول سے آج تک' آج سے ابد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس سید عالم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ۱-۵۷۷)

نیز لکھتے ہیں۔ حضور خلیفہ اعظم اور زمین و آسمان میں تصرف فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ: ۱-۵۸۰)

احمد رضا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ قسیم دوزخ ہیں یعنی اپنے دوستوں کو جنت اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

احمد رضا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتا ہے۔

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر (الامن والعلی)

نیز لکھتے ہیں۔

اولیاء کی وساطت سے خلق کا نظام قائم ہے۔

(الامن والعلی: ۳۴)

نیز لکھتے ہیں۔

غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے اس کے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتا۔

(فتاویٰ نعیمیہ: ۲۴۹)

نیز لکھتے ہیں۔

اولیاء کا تصرف مرنے کے بعد اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

(مواعظ نعیمیہ: ۴۱)

بریلوی فرقے کے ایک راہنماء لکھتے ہیں۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

(مواعظ نعیمیہ: ۴۱)

ایک اور جگہ نقل کرتے ہیں۔

حضور مدینہ میں رہ کر ذرے ذرے کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور ہر جگہ آپ کا عمل درآمد اور تصرف بھی ہے۔

(مواعظ نعیمیہ:۳۳۶)

بریلویوں کے ایک اور راہنماء رقم طراز ہیں۔

حضور اقدس اللہ کے نائب مطلق ہیں' تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا' جسے جو چاہیں دیں' جس سے جو چاہیں واپس لیں۔

(بہار شریعت:۱-۱۵)

عالم الغیب:

بریلویوں کے مطابق انبیاء اور اولیاء عالم الغیب ہیں۔ دلوں کے حال' ہر راز' ہر حاضر و غائب' ماضی و مستقبل اور قیامت تک کوئی چیز بھی اولیاء سے پوشیدہ نہیں۔

احمد رضا لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جزئی و کلی علم حاصل ہو گئے اور سب کا احاطہ فرما لیا۔

(الدولۃ المکیہ:۳۲۰)

نیز لکھتے ہیں۔

قیامت کب آئے گی'مینہ کب برسے گا'مادہ کے پیٹ میں کیا ہے'کل کیا ہو گا'فلاں کہاں مرے گا'یہ پانچوں غیب جو آیت کریمہ میں مذکورہ ہیں ان سے کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیوں کر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہو سکتی ہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اوران کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے'غوث کا کیا کہنا یا پھر ان کا کیا پوچھنا جو اگلوں پچھلوں سارے جہاں کے سردار اور ہر چیز کے اسباب ہیں اور ہر شئے انہی سے ہے۔

(خالص الاعتقاد:۵۳)

نیز لکھتے ہیں۔

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک لق ودق صحرا میں ایک چھلا پڑا ہو۔

(خالص الاعتقاد:۵۷)

نیز لکھتے ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم کی کوئی شئے پردہ میں نہیں ہے یہ روح پاک'عرش اوراس کی بلندی وپستی'دنیا وآخرت'جنت ودوزخ سب پر مطلع ہیں کیونکہ یہ سب اسی ذات جامع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

حاضر وناضر:

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناضر یعنی موجود اور دیکھ رہے ہیں بریلویوں کا یہ عقیدہ دراصل باطنیوں اور حلولیوں کے عقائد کا شاخسانہ ہے۔

احمد رضا لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناضر ہیں اور دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں۔

(خالص الاعتقاد:۴۶)

نیز لکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز' تلاوت قرآن' محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں' اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

(جاء الحق:۱۵۵)

نیز لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریم تمام جہاں میں ہر مسلمان کے گھر تشریف فرما ہے۔

(خالص الاعتقاد:۴۰)

احمد رضا سے پوچھا گیا کہ کیا اولیاء کرام ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں تو جواب دیا۔"اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔

ان کی مبالغہ آرائی اور باطنی وحلولی عقائد کا اندازہ لگائیں ایک بریلوی شاعر کہتا ہے۔

وہی ہے جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

بریلویوں کے پاس ان عقائد کی کوئی شرعی دلیل نہیں بلکہ احمد رضا اس کی دلیل میں لکھتا ہے۔

کرشن کنھیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو گا...تو کیا گمان کرتے ہو شیخ ایک جگہ تھے باقی جگہ مثالیں' حاشا و کلا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے۔اسرار باطن فہم ظاہر سے وراء ہیں خوض وفکر بے جا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:٦-۱۴۳)

احمد رضا لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام اپنی قبر میں زندہ ہیں وہ چلتے پھرتے ہیں نماز پڑھتے اور کلام کرتے ہیں اور مخلوق کے معاملات میں تصرف فرماتے ہیں۔(حیات النبی:۳)

باب:بارہ

توحید الحکم والطاعۃ

توحید الوہیت کی دوسری قسم توحید الحکم والطاعۃ ہے۔اللہ تعالیٰ نے کائنات کو توحید الحکم والطاعۃ کے مظہر کے طور پر تخلیق کیا ہے۔کائنات کے تمام اجسام بھاری اور ملکے اللہ تعالیٰ کے حکم کے متبع ہیں'اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت الٰہی کو بطور مثال انسان کے سامنے رکھا ہے۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۔

(آل عمران:۸۳)

کیاوہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا اطاعت گزار ہے۔اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس مظہر کی خاطر کائنات کو پیدا فرمایااس مقصد عظیم میں آزمانے کے لیے جن وانس کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیااوران کو پیدا کرنے سے قبل ان کی روحوں سے اسی چیز کا عہد لیا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم و قانون کی اطاعت وعبادت کریں گے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا۔

(الاعراف:۱۷۲)

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اورانہیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا(اور پوچھا) کیامیں تمہارارب نہیں ہوں انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان سے یہ عہد لینے کے بعد اپنے ارادہ اور مشیت سے اسے حکم دیا کہ زمین پر جا کر اپنا ملک و معاشرہ قائم کرے۔ جس کے احکام و قوانین اللہ کی طرف سے نازل ہوں گے۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔

(البقرہ:۳۸)

ہم نے کہا: تم یہاں سے اترو پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت (قانون) آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

انسانیت حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے سے لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم و قانون اور توحید پر کاربند رہی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ اپنے اس عہد اور وعدے سے غافل ہو کر شیطان کی چالوں کا شکار ہو گئی اور اس نے اللہ کی حاکمیت و قانون کو چھوڑ کر اپنی قوم و قبیلے کے ہوائے نفس پر مبنی رسوم و قوانین کی اطاعت کر کے اللہ کی حاکمیت میں شرک میں مبتلا ہو گئی۔

حدیث قدسی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

انی خلقت عبادی حنفاء کلهم وانهم اتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم وحرمت عليهم ما احللت لهم وامرتهم ان يشركوابي مالم انزل بهاسلطانا۔

(صحیح مسلم:۲۸۶۵)

بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو اپنی طرف یکسو (متبع) پیدا کیا پھر شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین (حکم و قانون) سے پھیر دیا اور جن چیزوں کو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا انہیں ان پر حرام کر دیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ (حاکمیت واطاعت) میں شرک کریں جس پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے لے کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنی بھی مشرک اقوام جس شرک میں سب سے زیادہ مبتلا ہوئی ہیں وہ توحید الحکم والطاعۃ میں شرک ہے یہ مشرک اقوام توحید ربوبیت یعنی اللہ کو خالق ومالک

اوررازق توتسلیم کرتی تھیں لیکن اپنے خودساختہ رسوم وقوانین اورکاہنوں وپروہتوں کے وضع کردہ احکام وقوانین کی اطاعت چھوڑنے کوتیار نہیں تھیں۔

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ۔

(ھود:۸۷)

انہوں نے کہااے شعیب کیاتیری نماز تجھ کویہ حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں ان کوجن کی ہمارے آباؤاجداد عبادت کرتے تھے یاہم نہ کریں اپنے مالوں میں جوچاہیں۔یقیناًتوایک بردبارآدمی ہے۔

یہ قومیں اپنی معاشرت وتجارت'معیشت وسیاست میں اللہ کے احکام وقوانین کی حاکمیت واطاعت ماننے پر تیارنہ تھیں۔

اہل کتاب بھی جس شرک میں مبتلاتھے وہ بھی توحیدالحکم والطاعۃ میں تھا۔اہل کتاب اللہ کوخالق ومالک مانتے تھے لیکن ان کے علماءورھبان ان کی خواہشات کی خاطر خودساختہ احکام وقوانین اختراع کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کوان کے اندرگمراہی اورشرک کی اصل جڑ قراردیاہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔

(التوبہ:۳۱)

انہوں نے اللہ کوچھوڑکراپنے علماءودرویشوں(کے احکام کی اطاعت کرکے ان)کواپنارب بنالیا۔

مشرکین مکہ بھی اپنے خودساختہ رسوم ورواج اورکاہن وپروہت اورسرداروں کے وضع کردہ احکام وقوانین کی اطاعت کوترک کرنے کوتیارنہ تھے۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کوتوحیدالحکم والطاعۃ کی دعوت دے کرخالص اللہ کے احکام وقوانین کی اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔توان کارویہ کچھ اس طرح ہوتاتھا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۔

(لقمان:۲۲)

اور جب ان سے کہا جاتا کہ تم اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اسی کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' اگرچہ شیطان انہیں عذاب جہنم کی طرف بلاتا ہو تب بھی' اور جو شخص خالص اللہ کی اطاعت کے لیے اپنا چہرہ جھکا دے جب کہ وہ نیکوکار ہو تو بلاشبہ اس نے مضبوط سہارے کو تھام لیا۔

دور حاضر میں لوگوں نے جمہوری نظام کو اپنا کر توحید الحکم والطاعۃ میں شرک کیا ہے۔ یہ نظام اللہ کی حاکمیت وعبادت کا حق فیصلہ و قانون سازی اور تشریع کی خاصیت مخلوق کے سپرد کرتا ہے۔ اس میں عوامی اکثریت کو حاکم و مطاع قرار دیا گیا ہے اور اس میں عوام کی خواہش اور ملکی مفاد میں عوام کے منتخب نمائندے قانون سازاداروں اسمبلی و پارلیمان میں قانون سازی کرتے ہیں۔ اس طرح جمہوریت نے اپنی خواہش اور اکثریت کی عبادت روا رکھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ۔

(الفرقان:۴۳)

کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور کیا ہے جنہوں نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۔

(الانعام:۱۱۶)

اور اگر تم نے زمین میں اکثریت کی اطاعت کی تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔

توحید الحکم والطاعۃ اور انبیاء کرام:

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو اپنا مقصد 'وعدہ اور عہد یاد دلانے کے لیے اور توحید الحکم والطاعۃ سے روشناس کرانے کے لیے انبیاء کرام کو نازل فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو ان کا مقصد توحید بتلا کر غیر اللہ کی حاکمیت اور شرک سے نکالنے کی کوشش کریں۔

وَمَا أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِ ۔

(النساء:٦٤)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

انبیاء کرام لوگوں کو خود ساختہ رسم ورواج 'قوانین اور ان کے سرداروں 'مذہبی پروہتوں اور علماء ورھبان کی حاکمیت وغلامی سے نکالنے کے لیے ان قوموں کے سرداروں اور فرعونوں سے معرکہ آراء رہے۔ اور سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دعوت توحید کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلۡأُمِّيَّ .... وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ إِصۡرَهُمۡ وَٱلۡأَغۡلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ ۔

(الاعراف:١٥٧)

یعنی وہ لوگ جو اس رسول امی نبی کی پیروی کرتے ہیں...وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام ٹھراتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو توحید کی دعوت دی۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت یعنی اس کے خالق ومالک اور رازق ہونے پر ایمان لاتے تھے مگر توحید الوہیت اور توحید الحکم والطاعۃ کو مان کر اپنے کاہنوں وپروہتوں کی حاکمیت کا انکار کرنے اور اپنے رسوم و قوانین کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں توحید الحکم والطاعۃ کو ماننے اور اپنا مقصد تخلیق پہچاننے کی دعوت دی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔

(الذریات:٥٦)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت (اطاعت) کے لیے پیدا کیا ہے۔

علمائے کرام نے الا لیعبدون کی تشریح یہ فرمائی ہے۔ الا لیطیعون کہ وہ صرف میری ہی اطاعت کریں۔

عام طور پر علمائے دین نے توحید حاکمیت کو توحید الوہیت یعنی توحید عبادت کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اور بہت سے علماء نے توحید حاکمیت کو توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات میں بھی بیان کیا ہے۔ اور کچھ علماء توحید الحکم والطاعۃ کی اہمیت کے پیش نظر اسے الگ طور پر بیان کرتے ہیں۔

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ اپنی کتاب التوحید میں سورۃ توبہ کی آیت اتخذوا احبارھم... اور اس پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"لہذا اسے توحید الوہیت یا توحید عبادت یا توحید شرع بالتشریع یا توحید اطاعت یا توحید الحکم وغیرہ کہنا برابر ہے۔"

(کتاب التوحید)

حکم کی تعریف:

الحکم خطاب اللہ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء والتخیر الواضع۔

(آمدی'الاحکام فی اصول الاحکام:١-١٣٦)

حکم اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب ہے جو مکلف افراد کے افعال سے تعلق رکھتا ہے جو بعض امور کے کرنے یا نہ کرنے کی طلب یا ان میں اختیار یا محض استقرار و اعلان پر مبنی ہوتا ہے۔

توحید الحکم والطاعۃ کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں توحید سے مراد یہ عقیدہ ہے کہ تمام کونی و شرعی امور میں انسانوں کے عباداتی و معاشرتی اور سیاسی و معاشی معاملات سے متعلق حکم جاری کرنے اور قانون سازی کرنے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے اطاعت و عبادت صرف اسی کے لیے خاص ہے۔

توحید حاکمیت کی اقسام:

۱- توحید حاکمیت فی الکون:

اس سے مراد ہے کہ زمین و آسمان کے تمام کونی و قدری امور اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کے تابع ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا ـ

(آل عمران:۸۳)

آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا اطاعت گزار ہے۔

۲- توحید حاکمیت فی الدین والسیاسۃ:

اس سے مراد ہے کہ تمام دینی و شرعی احکام اور سیاسی و معاشرتی قوانین میں حکم و قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ ـ

(الشوریٰ:۲۱)

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کیلئے دین کی نوعیت رکھنے والا ایسا قانون وضع کیا جس کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔

توحید حاکمیت کی وضاحت

توحید حاکمیت کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو انسانوں کیلئے حکم و قانون وضع کر سکتا ہے۔ احکام و قانون سازی کا حق صرف اسی کے پاس ہے۔ انسانوں پر احکام لازم کرنے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔اسی طرح امر و نہی اور حلال و حرام کا حق اسی کے پاس ہے۔نیز تمام عبادات اور اس کی جزئیات اور فروعات کے احکام مقرر کرنا اسی کے لائق ہے۔الغرض انسانوں کے تمام سماجی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، جرم و سزا، دیوانی وفوجداری احکام و قوانین بنانے کا حق وہی رکھتا ہے۔ اسی لئے وہی مطلق اطاعت واتباع اور عبادت کے لائق ہے اور ان سب میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں یہ تمام خصوصیات اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہیں۔اور اس کی الوہیت وحاکمیت کا تقاضہ یہی ہے۔ توحید حاکمیت کی اعتقادی تطبیق توحید ربوبیت میں ہے اور اس کی عملی تطبیق توحید الوہیت میں ہے۔

توحید حاکمیت فی الربوبیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔

(التوبہ:۳۱)

انہوں نے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے۔

خذیفہ بن یمان اور عبد اللہ بن عباس وغیرہ بھی اس آیت اتخذوا احبارھم...کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں کہ انہوں نے تحلیل و تحریم میں ان کی اتباع کی'اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں سے رائے لینی شروع کردی اور کتاب اللہ کے قوانین کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔

(تفسیر ابن کثیر:۲-۳۴۷)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ربیع بن انس کا قول ہے میں نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل نے اپنے علماء کو اپنا رب بنالیا' اس کا مفہوم کیا ہے' انہوں نے جواب دیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے کتاب اللہ میں موجود تمام اوامر و نواہی کو دیکھ لیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے کہا ہم اس بارے میں اپنے علماء سے ذرہ برابر بھی آگے نہیں بڑھیں گے ہم وہی بات مانیں گے جس کا وہ ہمیں حکم دیں گے اور اسی بات سے رکیں گے جس بات سے وہ ہمیں روکیں گے' انہوں نے انسانوں سے نصیحت چاہی اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۷-۶۷)

حضرت عدی بن حاتم طائی کا واقعہ:

اس آیت کے نزول پر حضرت عدی بن حاتم نے (جو عیسائی سے مسلمان ہوئے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم نے اپنے علماء ورھبان کو کبھی رب نہیں بنایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ان کے حلال و حرام کو مانتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔

(ترمذی: ۳۰۹۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکمیت ربوبیت، کہ خصائص میں سے ہے۔ توحید ربوبیت کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کو حلال و حرام اور حکم و قانون سازی کا حق دے۔ اور صرف اُس کے حکم و قانون کی اطاعت واتباع کرے۔ غیر اللہ کے قوانین کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ربوبیت (میں شرک) کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اپنے بڑوں' سرداروں کی اطاعت کریں اگرچہ یہ لوگ ان کی طرف نماز نہیں پڑھتے۔

(در منشور: ۲-۴۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔

(آل عمران:٦٤)

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں' نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے ہی کو رب بنائیں۔

امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی اطاعت نہیں کریں گے۔

یہود و نصاریٰ اپنی کتاب تورات کے احکام و قوانین کو چھوڑ کر اپنے بادشاہوں' سرداروں اور علماء ور ھبان کے اختیار کردہ قوانین کی اطاعت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرز عمل کو اپنی ربوبیت میں شرک قرار دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہر قل کو خط لکھا تو اس دعوت پر مبنی حضرت یوسف علیہ السلام کے بیان پر مبنی آیت لکھ کر اس کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

(یوسف:٤٠)

میرے قید خانے کے ساتھیو بھلا کئی جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ زبردست تم اس کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ نام ہی تو ہیں جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ دیے ہیں اللہ نے ان کی

کوئی سند نازل نہیں کی۔ بیشک حکم صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں فراعین جو اللہ کی ربوبیت وحاکمیت غضب کرتے تھے اور ملک کے تمام احکام و قوانین ان کی مرضی سے طے ہوتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی قوم کو ان قوانین کی اطاعت اور شرک سے نکالنے کے لیے ربوبیت کے ضمن میں حاکمیت کا ذکر کر کے انہیں اس شرک سے بچنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۔

(الاعراف:۵۴)

آگاہ رہو! پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کیلئے روا ہے اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی خالقیت اور ربوبیت پر اپنی حاکمیت مطلقہ پر استدلال کیا ہے۔ کہ جب ساری کائنات کا خالق اور رب وہی ہے تو حاکم وامر بھی وہی ہے اور حاکمیت و قانون سازی صرف اسی کی ہے۔ اور وہی پوری انسانیت کے لیے قانون بنانے اور ضابطہ حیات متعین کرنے کا حق رکھتا ہے۔

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔

(المائدہ: ۱۲۰)

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اس کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پوری کائنات کی ملکیت و بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے اس لیے زمین پر حکومت وحاکمیت کا حق صرف اسی کو حاصل ہے۔ اللہ جب اکیلا مالک ہے تو حاکم و سلطان بھی صرف وہی ہے۔

توحید حاکمیت فی الا الوہیت:

الٰہ سے مراد ہے جو الوہیت کی تمام صفات کے ساتھ حاکمیت واقتدار اعلیٰ کے لائق ہو۔ حاکمیت الوہیت کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے مطابق احکام و قانون سازی کرنے، حکم دینے احکام کو لازم کرنے اور اطاعت واتباع کے لائق صرف وہی ہے۔ تو جو شخص کسی انسان کے حکم و قانون سازی کو لائق اتباع واطاعت ٹھراتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ شرک صرف غیر اللہ کو الٰہ ماننے کا نام نہیں بلکہ غیر اللہ کو حاکم وفیصلہ ساز ٹھرالینا اور غیر اللہ کے وضع کردہ احکام و قوانین کو اپنالینا بھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک ہے۔

امام ابن رجب فرماتے ہیں

الٰہ وہ ذات ہے جس کی ہیبت، جلال، محبت، خوف، امید، بھروسے اور اس سے سوال ودعا کے پیش نظر اس کے (حکم) کی اطاعت کی جائے اور اس کے حکم کی نافرمانی نہ کی جائے۔

(ہدایۃ المستفید)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

الٰہ "معبود اور مطاع کو کہتے ہیں سو الٰہ کے معنی معبود ہیں اور معبود وہ ہے جو عبادت کا استحقاق رکھتا ہو اور اس کے مستحق عبادت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے اوصاف سے متصف ہے جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ آخری درجہ کی محبت کا حقدار ہو اور انتہائی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار اسی کیلئے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ۔

(یوسف:۴۰)

بے شک حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔

بَل لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا۔

(الرعد: ۳۱)

سارے کا سارا حکم اللہ ہی کیلئے ہے۔

يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۔

(آل عمران:۱۵۴)

لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا امر میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے کہہ دو امر سارا کا سارا اللہ کیلئے مخصوص ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ حاکمیت و قانون سازی کا حق صرف اللہ کے لیے ہے۔اور یہ الوہیت کے خصائص میں سے ہے۔کسی کا خود کو حکم و قانون ساز ٹھرانا یا اللہ کے احکام کے مخالف قانون سازی کرنا اور اپنے وضع کردہ مجموعہ قانون اور دستور کو اجتماعی طور پر نافذ کر دینا یہ سب توحید الوہیت میں شرک کی شکلیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی شریعت اور قانون کو اجتماعی طور پر نافذ کرنا اور اس کے مطابق اپنے فیصلے کرنا توحید الوہیت کی عملی تطبیق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۔

(الشوری:۱۰)

تمہارے درمیان جس معاملے میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ کے حکم سے ہو گا۔

توحید حاکمیت فی العبودیت:

انسان کے تمام عباداتی شعائر' معاشرتی اور سیاسی احکام و معاملات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی عبادت کہلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ کر غیر اللہ کے احکام و قوانین کو اجتماعی طور پر مطاع ٹھرانا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک ہے۔ اور یہ ویسا ہی شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عباداتی شعائر میں غیر اللہ کو شریک کیا جائے کیونکہ عبادت صرف شعائر عبادت نماز،روزہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی اطاعت کا نام ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں

جن امور کے انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا ہونے اور جن سے روکا گیا ہے ان کو ترک کر دینے کا نام عبادت ہے۔

(ہدایۃ المستفید)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

انسان کے وہ تمام اقوال وافعال جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو عبادت کہلاتے ہیں۔ انفرادی واجتماعی معاشرت اور سیاست سب عبادت میں شامل ہیں۔

(عقیدہ و منہج)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔

(الذاریات:۵۶)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

علماء نے الالیعبدون کی تفسیر میں فرمایا ہے الالیطیعون کہ وہ صرف میری اطاعت کریں۔ امام مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

الالامرھم وانھاھم؛ کہ میں نے لوگوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان کو کچھ چیزوں کا حکم دوں اور کچھ اعمال سے روکوں۔

حکم و قانون سازی اور مطلق اطاعت واتباع کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسلامی عقیدہ توحید کا یہ اصول صرف شعائر عبادت میں اللہ کی اطاعت کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ اصول ساری انسانی زندگی کے نظام اور معاملات پر محیط ہے۔

قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۔

(ھود:۸۴)

اس نے کہا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول کم نہ کرو۔

اس آیت میں انبیاء کرام کی دعوت توحید اللہ کی خالص عبادت کا ذکر ہے اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے ضمن میں ان کو معاشرتی اور سیاسی احکام دیے ہیں۔ اس سے عبادت کے وسیع مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے۔ انبیاء کرام جو بنیادی فریضہ منصبی دے کر مبعوث فرمائے گئے تھے وہ یہی تھا کہ وہ انسانیت کو اجتماعی معاملات میں غیر اللہ اور طاغوت کے احکام و قوانین کی اطاعت و بندگی سے نکلال کر اللہ کے نظام و قوانین کا اطاعت گزار اور فرمانبر دار بنائیں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ۔

(النحل:۳۶)

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ۔

(الزمر:۱۷)

اور جو لوگ طاغوت کی عبادت کرنے سے بچے رہے اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے بشارت ہے۔ لہذا آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔

(یوسف: ۴۰)

اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت نہیں اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے حکم و قانون سازی کو خاص کرتے ہوئے آگے فرمایا "امر الا تعبدوا الا ایاہ" یعنی اس نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ جس کا حکم

و قانون نافذ ہو اس کی اطاعت کی جاتی ہو تو یہ اس کی عبادت کہلائے گی۔ بالفاظ دیگر جس عبادت کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی نہ کیجائے۔ وہ یہی ہے کہ اطاعت واتباع صرف اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کی کیجائے۔ حکم و قانون سازی اور مطلق اطاعت کا حق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو دینا غیر اللہ کے وضع کردہ احکام و قوانین کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک ہے۔

توحید حاکمیت فی الاطاعت:

مطلق اطاعت واتباع کا حق صرف اللہ تعالی کیلئے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کو عبادت میں تنہا قرار دینا ہے۔ اور یہ توحید حاکمیت میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس وقت ثابت ہو گی جب مطلق اطاعت کا حق صرف اسی کو دیا جائے۔ اور اس کی اطاعت کے سوا کسی اور کی اطاعت نہ کی جائے اور اس کی اطاعت پر کسی اور کی اطاعت کو مقدم نہ کیا جائے۔ غیر اللہ کے قوانین کی مستقل اطاعت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں شرک ہے۔ چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اطاعت میں کسی اور کو شریک کرتا ہے وہ اس شرک کی طرح ہے جو اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرتا ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

اسلام میں یہ بات داخل ہے کہ ایک اللہ کو مانا جائے جو شخص اللہ کو مانتا ہے مگر ساتھ ہی کسی اور کی اطاعت کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ ایک اللہ کو تسلیم کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ اس اکیلے کی عبادت کی جائے اور اس اکیلے کی اطاعت کی جائے۔ یہ ہے وہ دین اسلام جس کے علاوہ کسی اور دین کو اللہ قبول نہیں کرتا۔ اس دین سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور جب بھی کوئی حکم مل جائے اسے مان لیا جائے۔

(مجموع الفتاوٰی: ۳-۹۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۔

(اعراف:۳)

تم اس کی پیروی کروجو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور تم اس کے علاوہ اوروں کی پیروی نہ کروتم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے سواہر دوسرے کی اطاعت کو غیر کی اطاعت قرار دیا ہے۔اللہ کے احکام و قوانین کے مخالف کسی دوسرے کی مستقل اطاعت کرلینا یااسے مطاع ٹھرالینا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں شرک ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۔

(الشعرا:۱۵۰)

پس تم اللہ سے ڈرواور میری اطاعت کرواور مسرفین کے حکم کی اطاعت مت کروجو زمین میں فساد کرتے ہیں اوراصلاح نہیں کرتے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دین اور توحید صرف عباداتی شعائر کو اللہ کے آگے بجالانے اور صرف ان کی اطاعت کرنے کانام نہیں بلکہ اس کا مطالبہ ہے کہ زندگی کہ ہر معاملے میں اللہ کے احکام و قوانین کی اطاعت کی جائے اوراس کے بالمقابل ہر طاغوت و جابر کی اطاعت واتباع کاانکار کیاجائے۔

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۔

(انعام۱۲۱)

اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے ذہنوں میں شبہے ڈالتا ہے کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو بلاشبہ تم بھی ضرور مشرک ہو جاؤگے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے کہا کہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ مارے یعنی خود ہی مر جائے اسے تم نہیں کھاتے اور جسے تم خود ذبح کرو اسے کھاتے ہو یہ تو عجیب بات ہے۔ کچھ مسلمان مشرکین کے اس مغالطے کا شکار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ اور مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر کافروں کی اطاعت کی تو تم بھی ضرور مشرک ہو جاؤگے۔

(تفسیر ابن کثیر)

توحید حاکمیت اور اسماءوصفات:

اللہ تعالیٰ نے توحید حاکمیت کو اپنی اسماءوصفات میں بھی ذکر فرمایاہے اللہ تعالیٰ کانام اَلْحُکْمُ ہے اوراس کی صفت اَلْاَمَرُ ہے۔ان اسماءوصفات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجابیان فرمایاہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر نام مثلاً الملک'المقتدر' الباری'الوکیل'العدل'الحکیم'العلیم'الخبیر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو بھی بیان کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

(ممتحنۃ:۱۰)

یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے مابین کیاہے۔اوراللہ علم والا حکمت والا ہے۔

فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا۔

(النساء:۱۱)

یہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام و قوانین نازل فرمانے کے بعد اپنی حاکمیت پر دلالت کرتی صفات العلیم الحکیم کا ذکر فرمایاہے۔ تاکہ انسان ان اسماءوصفات پر یقین رکھتے ہوئے صرف اسے حاکم و قانون ساز مانیں اور صرف اس کے احکام و قوانین کو فطرت وحکمت اور خیر وبھلائی کا باعث جانتے ہوئے پورے اعتماد ویقین سے ان کی اتباع کریں۔

ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔

(البقرہ:۲۳۲)

تمہارے لیے بہت بہتر اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے اور اللہ جانتاہے اور تم نہیں جانتے۔

صرف اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی صفت علم کی وجہ سے حکم و قانون سازی کا حق رکھتا ہے اور اس کے تمام احکام و قوانین اس کے غیر محیط علم کے مطابق انسانوں کے لیے مکمل خیر و بھلائی کا باعث ہیں۔ جب کہ انسان اپنے محدود علم کے ساتھ قانون سازی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

توحید حاکمیت اور شرک:

آج کل لوگوں میں توحید کے مقابل شرک کا صرف یہ فہم پایا جاتا ہے کہ جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو الٰہ مان کر اس کے لیے شعائر عبادت سجدہ قربانی وغیرہ ادا کرنے یا دعا و فریاد کے لیے اسے پکارے۔ لیکن انسانوں کے وضع کردہ نظام و قوانین کو اختیار کر کے اللہ کی حاکمیت و اطاعت میں شرک کا مرتکب ہونا اس کا لوگ بالکل فہم نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید حاکمیت کو قرآن مجید میں جابجا توحید ربوبیت 'الوہیت اور اسماء و صفات میں بیان کیا ہے اور غیر اللہ کی حاکمیت و اطاعت کو صریح شرک قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

(الشوریٰ:۲۱)

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایسا قانون وضع کیا ہے جس کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی اگر فیصلے کی بات پہلے نہ طے ہو گئی ہوتی تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں ان مشرکین عرب کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کے وجود کو مانتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے معاشرتی و سیاسی معاملات کی حاکمیت اپنے فرضی شرکاء کو دے رکھی تھی ان کے کاہن اور مشائخ ان کی خاطر قوانین ایجاد کرتے تھے اور ان کو معاشرے میں اختیار کیا جاتا تھا اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی۔ اس آیت میں اسی شرک کی طرف اشارہ ہے جس کی پیروی آج کے دور میں جمہوری نظام نے کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

شرعوا دینا غیر دین الاسلام؛ انہوں نے اسلامی نظام حیات کے مقابلے میں ایک اور نظام زندگی مرتب کرلیا ہے۔

(تفسیر مظہری)

لَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ ۔

(الاسرا:۱۱۱)

اس کی ملکیت میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

زمین وآسمان پر ملکیت وحاکمیت صرف اللہ کی ہے جس طرح اللہ کی ملکیت زمین وآسمان پر فوق الفطری معنوں میں ہے اسی طرح تشریعی معنوں میں بھی وہی زمین پر حکومت وحاکمیت اور قانون سازی کا حق رکھتا ہے۔اس لیے اس کے احکام وشریعت کو چھوڑ کر کسی کے احکام وقوانین کی طرف رجوع کرلینا اس کو اللہ کی ملکیت وحاکمیت میں شریک ٹھہرانا ہے۔

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۔

(الکھف:۲۶)

اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا بلکہ حکم کا اختیار خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔پس حکم وقانون اور نظام وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔فی حکمہ کے معنی امام نسفی'بیضاوی'طبری اور ابن کثیر نے 'بقضائہ' کیے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور قوانین پر غیر اللہ کے فیصلہ اور قانون نافذ کرنا شرک ہے۔اور جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابل خود ساختہ قوانین وضع کرتے ہیں اور ان کو لوگوں پر نافذ کرتے ہیں تو یقیناً یہ لوگ شرک اکبر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

شیخ امین شنقیطی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اوراس جیسے دیگر فرامین سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے علاوہ قانون سازی کرنے والوں کی اتباع کرنے والے اللہ کے ساتھ شریک بنانے والے ہیں۔

(تفسیر اضواء البیان)

توحید حاکمیت اور طاغوت:

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے انحراف کی مختلف صورتیں ہیں۔ایک صورت یہ ہے کہ اللہ کی احکام سے خواہش نفس کے زیر اثر انفرادی انحراف کرنا'یہ صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو شامل ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کی حاکمیت اوراحکام وقوانین کے خلاف دستورو قانون وضع کرکے اسے معاشرے میں اجتماعی طور پرنافذالعمل کرنا'ایسی صورت میں اللہ کی حاکمیت اور قانون سازی کوغصب کرنے والااللہ کے مقابل طاغوت(جھوٹاشریک) کہلاتاہے۔طاغوت کے فیصلوں اور قوانین کو قبول کرناشرک ہے اور طاغوت کے فیصلوں اور قوانین کاانکار کرنااوران کو باطل ٹھرانااللہ کی واحدانیت پرایمان لاناہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ۔

(النساء:٦٠)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیااور جو آپ سے پہلے نازل کی گیالیکن وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کو حاکم بنائیں حالانکہ تحقیق ان کو حکم دیا گیاتھا کہ وہ اس کاانکار کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ایمان وتوحید کی نفی کردی ہے جو فیصلہ اور قانون طاغوت کااختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور شریعت کو اپناکر اجتماعی مرجع ومصدر بنائے بغیر ایمان وتوحید کاتصور ممکن نہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

(النساء۔٦۵)

آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلوں پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آئے اور وہ اس پر سر تسلیم خم کر دیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۔

(المائدہ:۵۰)

تو کیا پھر یہ جاہلیت کے احکام (قوانین) چاہتے ہیں حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر حکم دینے والا کوئی نہیں۔

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اللہ کا حکم جو ہر طرح کی چیز پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر طرح کی برائی سے منع کرتا ہے جو اس سے اعراض کر کے اس کے علاوہ دیگر آراء یا خواہشات واصطلاحات کی جانب متوجہ ہو جائے جنہیں انسانوں نے اللہ کی طرف سے کسی سند کے بغیر بنایا ہو جیسا کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے جن گمراہیوں اور جہالتوں کو وہ خود اپنی آراء اور خواہشات کے مطابق بناتے 'انہی کے مطابق فیصلے کرتے یا جس طرح تاتاریوں نے ملکی سیاست میں وہ احکام اختیار کیے جو ان کے بادشاہ چنگیز خان نے بنائے تھے جن میں ان کیلئے یاسق نامی دستور بنایا تھا جو کہ کتابی صورت میں ایسے احکام و قوانین کا مجموعہ تھا جو اس نے مختلف ادیان یہودیت 'عیسائیت 'اسلام وغیرہ سے اخذ کئے تھے اور اس کے اکثر قوانین محض اس کی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق تھے اور وہ اس کی نسل میں ایک ایسی شریعت (قانون) کی حیثیت اختیار کر گئی جسے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی بڑھا دیا۔ تو جو کوئی بھی اس طرح کچھ کرے وہ کافر

ہے۔اس سے اس وقت تک لڑنا فرض ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف پلٹ نہ آئے۔

(تفسیر ابن کثیر:۲-۶۷)

اللہ تعالیٰ نے طاغوت اوراس کے مددگاروں کی مذمت اور کفر کے بیان میں قرآن مجید میں جابجا آیات نازل فرمائی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔

(البقرہ:۲۵۷)

جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں وہ انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۔

(المائدہ:۶۰)

کہہ دیجئے کیا میں تمہیں نہ بتادوں جو جزا کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اس سے بھی بدتر ہیں؟ یہ وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس پر لعنت کی اوراس پر اپناغضب نازل کیااوران میں سے بعض کو بندراور سور بنادیااوراس نے طاغوت کی عبادت کی وہی لوگ بدتر درجے میں ہیں اور سیدھی راہ سے وہ سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۔

(النحل:۳٦)

اور یقیناً ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

(البقرہ:۲۵۷)

اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۔

(الزمر:۱۷)

اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ان کیلئے بشارت ہے لہٰذا آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیں۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں اہل طاغوت سے کفر وانکار اور برأت وبیزاری کا حکم دیا ہے وہیں ان سے جہاد و قتال کا حکم بھی فرمایا ہے تا کہ اللہ کی زمین پر غیر اللہ کی حاکمیت اور قانون کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و شریعت کو نافذ کیا جائے۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۔(النساء:۷۶)

جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو بے شک شیطان کی چال بڑی کمزور ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۔

(البقرہ:۱۹۳)

اوران سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

امام ابن تیمیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ جب تک اسلام کے احکامات کی عملاً پابندی نہ ہو جائے اس وقت تک اسلام کو خالی اپنا لینے سے قتال ساقط نہیں ہو جاتا اس لئے جب تک دین کل کا کل ایک اللہ وحدہ لاشریک کیلئے نہ ہو جائے اور جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے قتال واجب ہے۔ چنانچہ جب دین غیر اللہ کیلئے ہو جائے تو قتال واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو اسلام کے ظاہر و متواتر احکامات و قوانین کی پابندی نہیں کرتے ان سے قتال واجب ہونے پر علمائے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ...دین سے مراد اطاعت ہے سو جب کچھ اطاعت اللہ کی ہو اور کچھ غیر اللہ کی ہو تو قتال واجب ہو جاتا ہے حتی کہ اطاعت اللہ ہی کی ہونے لگے۔

(مجموع الفتاوی)

باب:تیرہ

توحید الحکم والطاعۃ کے منافی عقائد

جمہوریت

جمہوریت "Democracy " یونانی زبان کا لفظ ہے۔ "Demo"کا مطلب ہے'عوام' اور "Crate"کا مطلب ہے' حکومت'یا'قانون'۔ جمہوریت کو عوامیت بھی کہتے ہیں اوراس سے مراد عوامی حاکمیت یاعوامی اقتداراعلیٰ ہے۔ جمہوری نظام اہل یونان کے مفکرین اور فلسفیوں کی پیداواہے اور یہ یونان اور برطانیہ کے عوامی طبقے اور سرمایہ دارو حکمران طبقے کی سیاسی اور معاشی مفادات کی کشمکش کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا۔ جس میں عوام نے حکمران طبقہ کے برابر حقوق حاصل کئے اور عوام کو بھی حکومت اور قانون سازی میں حق دیا گیا۔

جمہوریت کی تعریف

جمہوری نظام کی تعریف یوں ہے۔۔۔

A system of government based on the principle of majority decision 19۔Democrate:P۔making

"ایک ایسانظام حکومت جو اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ سازی کے اصولوں پر قائم ہو۔"

جمہوری ملک میں ہر شہری کواپنی آزادانہ رائے اورووٹ کا حق حاصل ہو تاہے اوروہ اپنی مرضی کے نمائندے منتخب کرتاہے۔ جس کے نتیجہ میں پارلیمنٹ کا قیام عمل میں آتاہے جس کے اراکین عوامی رائے سامنے رکھتے ہوئے اکثریت کی بنیاد پر قوانین سازی کرتے ہیں۔اس طرح ملک کے قوانین عوامی خواہش کامظہر ہوتے ہیں۔

جمہوریت عصر حاضر کا عظیم ترین فتنہ:

جمہوریت عصر حاضر کا فتنہ ہے۔ یہ مخلوق کی الوہیت و حاکمیت کی بنیاد رکھتی ہے اور فیصلہ قانون سازی اور تشریع کی خاصیت اللہ تعالیٰ کی بجائے مخلوق کے سپرد کرتی ہے اور مخلوق کی خواہش اور فیصلے کو اللہ کے حکم اور فیصلے پر فوقیت دیتی ہے۔

اگر ہم جمہوریت کے ان نظریات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریت کے یہ نظریات مختلف طبقات کے درمیان صرف مفادات کے ٹکراؤ کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کا ظہور اور بنیاد مغربی مفکرین اور فلسفیوں کے نظریات پر ہے۔

مشہور فلسفی 'سارتر' کہتا ہے کہ

"سوائے انسانی کائنات کے اور کوئی کائنات نہیں اور نہ انسان کے سوا کوئی اور قانون ساز ہے۔ انسان کی آزادی یہ ہے کہ وہ اپنی اخلاقی قدریں خود تخلیق کرے اس لئے کہ وہ اپنے اعمال میں مطلق العنان ہے۔

بینتھم کا نظریہ ہے۔

اقتدار اعلیٰ اہل دماغ و عقل کے پاس ہونا چاہیے۔

لاک کا نظریہ ہے۔

اقتدار اعلیٰ افراد کی اکثریت کے پاس ہونا چاہیے۔

روسو کا نظریہ ہے۔

اقتدار اعلیٰ ریاست کے تمام افراد کی مشترکہ ملکیت ہے اور اکثریت کا ہی قول فیصل ہو گا اور خلق در حقیقت خدا کی آواز ہے۔

مغرب سے درآمد شدہ یہ نظام جو در حقیقت کس قدر اللہ کی بغاوت اور انسانوں کی خواہشات پر اللہ کے حاکم و قانون ساز ہونے کے انکار اور کفر پر مبنی ہے۔ اس سے مسلم ممالک کے علماء بھی ناواقف ہیں۔ بلکہ اسے "اسلامی نظام جمہوریت" کے نام پر قبول کر چکے ہیں۔

اسلامی جمہوریت کی حقیقت:

اسلامی نظام جمہوریت کی اس نئی اصطلاح کا اگر ہم شریعت کی نظر میں جائزہ لیں بھی تو فقط یہ ہے کہ اسلام دین دار' عاقل اور صاحب فضیلت کو بادشاہ اور حاکم کے چناؤ اور انتخاب اوراس سے اپنی خواہشات کی بجائے اللہ کے احکام و قوانین کے مطابق اپنا جائز حق لینے کی اجازت دیتا ہے۔ جمہوریت کی حقیقت اتنی یہ ہوتی تو ایسی بات ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ لیکن اسلامی جمہوریت کا اطلاق وہاں بھی مناسب نہیں الا یہ کہ تغلیباً کہا جائے۔

لیکن اس کے برعکس اسلام کے نام پر مسلم خطوں میں قائم شدہ جمہوریتیں عملاً اسی مغربی جمہوریت کے اصولوں پر چل رہی ہیں۔ یہاں پر ہم صرف تین اصولوں کا ذکر کریں گے۔

جمہوریت کا پہلا اصول:

پہلے اصول کے مطابق حاکم کے چناؤاورانتخاب کا اختیار تمام شہریوں کو ہے چاہے وہ بدعقیدہ و نظریہ ملحد 'مشرک' بے دین اور فاسق وفاجر ہوں اور چاہے وہ بے عقل وشعور 'ناخواندہ اور جاہل ہوں۔

جمہوریت کے اس غیر شرعی اصول کے تحت بے دین' فاسق وفاجر 'مشرک اور غیر اہل حکمران کا انتخاب ممکن ہے جبکہ اسلام یہ اختیار صرف اہل علم و عمل 'اہل تقویٰ' عاقل' صاحب فراصت اور صاحب فضیلت و مرتبہ لوگوں کو دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔

(الحجرات:۱۳)

بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک صاحب فضیلت وہ لوگ ہیں جو تقویٰ والے ہیں۔

نیز اللہ کا فرمان ہے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۔

(القلم:۳۶)

کیا مسلمان اور مجرم برابر ہوسکتے ہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو۔

دوسرا اصول

دوسرے اصول کے مطابق حکمران کا چناؤاورانتخاب غیر تمیز یافتہ عوام کی اکثریت کی رائے اورووٹنگ کی تعداد پر ہوتا ہے۔ یعنی اس جمہوری اصول کے تحت ووٹ کی اکثریت قطعی فیصلہ ہوتا ہے۔چاہے وہ اکثریت بے دین فاسق وفاجر اور جاہل ہونے کی وجہ سے ان کی رائے باطل ہی کیوں نہ ہو۔

جمہوریت کے اس غیر شرعی اصول کے تحت اہل حق کے قلیل تعداد میں ہونے اور باطل کی اکثریت ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اہل دین اور حق طبقہ پر باطل 'مشرک' فاسق وفاجراوراہل ہواؤ ہوس کا غلبہ رہتاہے۔اور حق اور سچ کی آواز ہمیشہ کیلئے دب جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اكثرهم لايعقلون۔

(المائدہ:۱۰۳)

اکثر لوگ ان میں سے عقل نہیں رکھتے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اکثریت کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۔

(الانعام:۱۱٦)

اوراگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت کریں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔

تیسرا اصول:

تیسراا اصول جو جمہوریت کا بنیادی اصول ہے اور جو سب سے بڑھ کر کفریہ اور شرکیہ ہے۔اللہ کی توحید کے مخالف اور کلمہ لاالہ الااللہ کی عمارت کو ڈھانے والا ہے۔اس اصول کے تحت عوام کی جانب سے منتخب کردہ ارکان پارلیمان ہر معاملہ میں اپنی آزادانہ رائے دہی کے ذریعے قانون سازی کرتے ہیں اوروہ رائے ملکی قانون کادرجہ پاتی ہے۔جو اکثریتی ارکان کی توثیق سے پاس ہواوراس پارلیمان میں ہر اس قانون پررائے زنی کرائی جاتی ہے چاہے وہ قانون اسلام اور قرآن کے بنیادی اوراٹل قوانین ہوں کہ جن میں قانون سازی'اجتہادو قیاس اوررائے زنی ممکن نہیں بلکہ شدید کفر ہے اوراللہ کے مقابل طاغوت بننے کے مترادف ہے۔کیونکہ قانون سازی صرف اس کا حق ہے۔ اسلامی جمہوریت کے نام پر مسلم خطوں میں قائم شدہ جمہوریتیں عملاً اسی مغربی جمہوریت کے اصولوں پر چل رہی ہیں جو ملحد یورپی مفکرین کے پیداوار ہیں اوران اصول و قوانین کے تحت مسلم خطوں میں اللہ کے اٹل حکم و قوانین کی اطاعت کی بجائے احکام و قوانین پر بحث ومباحثے اوررائے زنی کیلئے قانون سازاداروں "اسمبلی اور پارلیمان "کا قیام عمل میں لایا گیاہے اوران قانون سازاداروں کے ارکان کی اکثریتی رائے پرہی قوانین کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے لیکن اس واضح کفر کے باوجود یہ لوگ اسلامی جمہوریت کے راگ الاپ رہے ہیں اور عوام کو محض جھوٹ میں اللہ کی حاکمیت کے زبانی کھوکھلے دعوؤں کی بنیاد پر الجھا کران کواس کفریہ نظام کے متعلق گمراہ کرکے اللہ کی بجائے اپنی خواہش'رائے اوراکثریت کی حاکمیت قائم کرکے اس کی اطاعت وعبادت کروارہے ہیں۔آج مسلمان اس سے مکمل طور پر غافل ہیں۔اس لئے یہ ان جمہوری حکومتوں کی تنکیر وتکفیر نہیں کرتے بلکہ جہالت میں ان کاساتھ دیناان کی حمایت کرنااوران کوووٹ دے کر منتخب کروانا ایک مقدس فریضہ سمجھتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ کتنابڑاجرم ہے۔ووٹ دینے کا مطلب ہے کہ ہم کسی شخص کواسمبلی کاممبر منتخب کریں جو دستور کے مطابق قانون سازی کرے یعنی ووٹ کے بل بوتے پر کچھ انسانوں کو پانچ سال کیلئے اللہ کے حق حاکمیت کوغصب کرنے کا آئینی حق مل جاتا ہے۔ حقیقت میں عوام کا یہ اندازہ نہ کر سکنا کہ اللہ کی طرف سے حکم و قوانین نازل ہونے کے بعد عوام کا اپنایاچندلوگوں یاارکان پارلیمنٹ کااپنی رائے اور عقل کواللہ کے اٹل قوانین پر مقدم کرنااللہ کی حاکمیت کے انکار کے مترادف

ہے۔ کیونکہ الٰہ اور معبود تو ہوتا ہی وہ ہے کہ جس اکیلے کو قانون سازی کے اختیار کا حامل سمجھا جائے اور صرف اسی کا حکم واجب الاطاعت اور اٹل سمجھا جائے۔

اس کی وجہ عوام کی دین سے دوری اور قرآن کے اللہ کی الوہیت و حاکمیت کے پیغام' اس کے تعارف و پہچان اور اللہ ہی کیلیئے خاص اس کی اس صفت عالیہ کی سمجھ نہ ہونا ہے۔ اور علماء کے اس مسئلے کو عصر حاضر کے کفریہ جمہوری نظاموں کے کفر کو پہچان کر اس پر اطلاق نہ کرنے اور اس کی اہمیت کا اندازہ نہ کر سکنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایسا نظام اس کفریہ نوعیت کے ساتھ یعنی باقاعدہ رائے پر قانون سازی کا عمل علمائے سلف اور مسلمانوں کے کئی سو سال نظام خلافت بنوامیہ و بنوعباس کے ادوار میں نہیں پایا گیا اور آج کے علماء کو ان واضح الجھی ہوئی اصطلاحات میں چھپے ہوئے اس کفریہ نظام کے متعلق علمائے سلف سے کوئی رہنمائی اور طرز عمل نہیں ملتا۔ ان کا طرز عمل تو چند نقائص اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی بنوامیہ اور بنوعباس کی حکومتوں کے متعلق ملتا ہے جس پر اسلام برداشت کرنے اور اطاعت کرنے کا درس دیتا ہے سوائے خوارج کے۔ علمائے سلف کا ان حکومتوں کے متعلق یہ درست طرز عمل اور آج کے علماء کا دور حاضر کی اسلام کے لبادے میں ملبوس شرکیہ حکومتوں اور جمہوریتوں کے درمیان اصولی تفریق نہ کر سکنے کی وجہ یہی ہے۔ جبکہ یہی نظام جمہوریت ہی اسلام خلافت کو توڑ کر اس کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے۔

یہ نظام جمہوریت عوام کو من پسند حکمران کے انتخاب کے باوجود اس حکمران کو مطلق العنان ہونے اور اپنی خواہش کے مطابق قوانین عوام پر نافذ کرنے کا مکمل اختیار نہیں دیتا۔ بلکہ عوام اپنی رائے کی تائید کرنے والے ممبران کو منتخب کر کے اسمبلی یا پارلیمنٹ میں پہنچاتے ہیں۔ یہ اراکین اسمبلی اور پارلیمنٹ تمام قوانین پر اپنی آزاد رائے دیتے ہیں جب یہ قوانین اکثریتی رائے پر پاس ہو جاتے ہیں تو یہ دستور کا باقاعدہ حصہ بن جاتے ہیں تو عدلیہ اور حکمران بھی ان قوانین کو عوام پر لاگو کرنے اور ان کے مطابق ان میں فیصلہ کرنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ چاہے یہ قوانین اسلام کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ اس میں اٹل چیز اللہ کا واضح حکم نہیں بلکہ اکثریت رائے دوسرا معبود اور حاکم ہے جس کی اللہ کے مقابل اطاعت اور عبادت ہوتی ہے اور یہ اللہ کی حاکمیت میں شرک ہے اور قانون سازی کے ان طریقوں اور اصولوں پر چلنے والا نظام ہرگز اسلامی نہیں ہو سکتا بلکہ واضح طور پر شرکیہ اور طاغوتی نظام ہے۔

بعض سادہ لوح کہتے ہیں کہ نئے پیش آنے والے احکام وتع-زیرات کے متعلق اجتہادو قیاس کے لیے جمہوریت میں قانون سازادارہ پارلیمنٹ تشکیل دیا گیاہے جو کہ جائز ہے۔ لیکن عملی صورتحال یہ ہے کہ یہ قانون سازادارے انسان کے مال وجان اور عزت کی حدود کے متعلق قوانین مثلاً سود'قصاص' زناوغیرہ تمام معاملات میں اللہ کے واضح حکم کے برعکس اپنی آزادرائے اوراکثریت سے قانون پاس کرتے ہیں اورانگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین کودستوروآئین کاحصہ بنا چکے ہیں۔

جمہوریت اور شورائیت میں فرق:

پارلیمنٹ کے اس واضح کفر کے باوجود بعض کم عقل اسے اسلام کے نظام شورائیت سے موازنہ کرتے ہیں۔ جبکہ اسلام کانظام شوریٰ مسلمانوں کے معاملات چلانے میں مطلق العنان اور مختار کل نہیں ہے بلکہ لازماً اس دین کی حدود سے محدود ہے جو اللہ تعالیٰ نے خوداپنی قانون سازی سے مقرر فرمایاہے اور قرآن کے اس اصل الاصول کاپابند ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۔

اور جس چیز میں بھی تم نے اختلاف کیاتواس کافیصلہ اللہ کے حکم سے ہے۔

اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تومشورہ کرسکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیاہے اوراس پر عملدرآمد کس طریقے سے کیاجائے؟ تاکہ اس کا منشاٹھیک طرح سے پوراہو۔اوراس کے مجاز بھی صرف متقی اہل حل وعقد ہوسکتے ہیں لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں ہو سکتا کہ جس معاملہ کافیصلہ اللہ اوراس کے رسول نے کردیاہو۔اس میں وہ خود کوئی اپنی آزادانہ رائے یااپنے کسی وضعی اصول سے ترمیم کرے جیساکہ جمہوریت میں ہے'اس سے ثابت ہواکہ اسلامی نظام شوریٰ کاپارلیمنٹ یاجمہوریت سے موازنہ درست نہیں۔ جمہوری پارلیمانی نظام میں قوانین سازی قرآن کی بجائے ملکی دساتیر اور جمہوری اصول وقوانین کے مطابق ہوتی ہے۔

جمہوریت میں حاکمیت الٰہیہ کا دھوکا:

یہاں پر ہم اس شبہ کا بھی رد کردیں کہ مسلم خطوں میں قائم شدہ جمہوری نظاموں اورآئین ودستور میں زبانی حدتک "اللہ کی حاکمیت" پر مبنی شق داخل کردینے سے بھی یہ آئین وستور اسلامی ثابت نہیں ہوتے کیونکہ قانون سازاداروں میں عملاً اس شق کی کوئی حیثیت نہیں اوراصل و عملی حیثیت تو اللہ کی حاکمیت سے مخالف ان جمہوری شقوں کی ہے جو ارکان پارلیمان کو آزادانہ رائے زنی اوراکثریت پر قانون سازی کی اجازت دیتی ہیں۔ان شقوں کے مطابق جو کہ ہر جمہوری دستور کا حصہ ہے۔

1. قومی اسمبلی کا ہر ممبر اس معاملہ میں آزاد ہوگا کہ وہ اپنی رائے افکار یا نظریہ 'اسمبلی میں پیش کرے اور کسی بھی حالت میں اس کا مواخذہ نہ کیا جائے گا۔
2. دستور میں ترامیم کرانے اور نئے قوانین صادر کرانے کا حق نمائندگان پارلیمان کی غالب اکثریت کو ہوگا۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ یہ قوانین ودساتیر واضح طور پر غیر اسلامی ہیں اوران کا زبانی طور پر دستور میں یہ بات شامل کرنا کہ اللہ کی حاکمیت کو مانا جائے گا اور قرآن وسنت کی حدود میں رہ کر قانون سازی کی جائے گی اور کوئی ایسا قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو اسلامی احکام کے مخالف ہو۔یہ بات بھی ان کے جمہوری نظام و دستور کو اسلامی ثابت نہیں کرتی کیونکہ ان کی حیثیت معتبر قانون کی بجائے محض سفارشات کی ہے۔اوردوسری طرف یہی دستورعوامی نمائندوں کی رائے اوراکثریت کی بنیاد پر قانون سازی کے عمل کو جائز ٹھہراتا ہے اوران کا طرز عمل بھی کئی دہائیوں سے اسی اصول پر ہے اور یہ اللہ کے احکام کے صریحاً مخالف انگریزی قوانین اس مغربی اصول پر عمل کرتے ہوئے ان اسمبلیوں اور پارلمینٹ میں اکثریت کی بنیاد پر پاس کررہے ہیں اوراسلامی قوانین سے کھلم کھلا نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور قتل'زنااورچوری کی اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں۔اورانہیں جدید اکیسویں صدی سے نامناسب قرار دے کر ان میں اصلاحات جائز قرار دیتے ہیں۔

جبکہاسلام کا نظریہ حاکمیت صرف اعتقادی اور نظریاتی تصور نہیں بلکہ اسلامی قانون کابنیادی اصول ہے اور عملی زندگی کامستقل پیمانہ اور عملی انقلاب ہے۔

درحقیقت اس نظام کوماننے والے اوراس پر چلنے والے اللہ کی حاکمیت کاقلادہ اپنے گلوں سے اتار چکے ہیں۔اللہ کی حاکمیت پران کاایمان اور مسلمان تویہ تب ثابت ہوں گے جب یہ جمہوری اصولوں کاانکارکرکے بغیرکسی ردوقدح'چوں چراں' رائے زنی'عقل پرستی'مصلحت ومفاداور تاویل کے قرآن کے ہر حکم کواپناآئین وقانون اوردستورمانیں اوراس کولوگوں پرنافذکریں۔اللہ کے کسی حکم کی حکمت پرشک کرنا اوراس پررائے زنی کرناکفراکبرمیں سے ہے۔اورآج کی جمہوریت کے اصولوں کے مطابق رائے زنی عوام اور عوامی نمائندگان کا قابل احترام حق اوراختیار سمجھاجاتاہے اوراس کومکمل تحفظ فراہم کیاجاتاہے'چاہے وہ دین کی نظرمیں کس قدرشدید جرم ہی کیوں نہ ہو۔اس کی واضح مثال یہ جمہوری نظام کئی ممالک میں سود'زنااور ہم جنس پرستی جیسے لعین عمل کو بھی جوازفراہم کرچکاہے۔ آج کے معاشرے میں ظلم وفساداور بدامنی کی اصل وجہ یہی جمہوری نظام ہے۔

یہ بھی جان لیں کہ اگراس نظام رائے زنی کے تحت کوئی ایک آدھ اسلامی قانون پاس ہوابھی ہے یا آئندہ پاس ہونے میں آتاہے توبھی یہ نظام اسلامی یااللہ کی حاکمیت کے دائرے میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ یہ قانون اس لئے نہیں ماناگیاکہ یہ اللہ نے ہمارے لئے پسند کیااور ہم اسے بے چوں چراں قبول کریں۔بلکہ اس لئے ماناگیاکہ اکثریت نے اسے قبول کیا۔یعنی اس میں اللہ کی حاکمیت کی بجائے لوگوں کی رائے کوہی حاکم بنایاگیاہے یعنی جمہوریت کسی بھی معاملہ میں لوگوں کی رائے اورخواہش کاانکارنہیں کرتی اور عملاًلوگوں کی رائے کوہی ہر معاملہ میں مقدم رکھتی ہے۔

> کیااللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے منافی ایسے غیراسلامی نظام کواسلامی جمہوریہ کالقب دینے سے وہ اسلامی کہلاسکتاہے بلکہ ایساعمل یہودونصاریٰ کی روش ہے کہ جو کفر ومعاصی کے نام تبدیل کرکے ان کاجوازپیداکرتے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
>
> فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔
>
> (البقرہ:۵۹)
>
> توجن لوگوں نے ظلم کیا'انھوں نے بات بدل دی جوان سے نہیں کہی گئی تھی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عمل یہود و نصاریٰ اپنائیں تو وہ کفر و شرک کہلائے اور اسے نام نہاد مسلمان کرے تو عین اسلام ہو۔ مغربی جمہوریت تو شرک ہو لیکن مشرک میں یہی جمہوریت اسلام کہلائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۔

(البقرہ:۴۳)

کیا تمہارے کفر کرنے والے ان سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آسمانی صحیفوں میں کوئی برأت نامہ لکھ دیا گیا ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں۔

جمہوریت میں سب اختیارات کا سرچشمہ عوام ہے۔ اس لحاظ سے جمہوریت اسلام کی شریعت اور اسلام کے عقیدے کے منافی اور ضد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الحکم الااللہ۔ حکم و قانون سازی صرف اللہ کا حق ہے۔...جمہوری طریقہ سے عمل میں آنے والے انتخابات بھی حرام اور ناجائز ہیں یہ انتخابات اس طریقے سے اس بات کا سبب بنتے ہیں کہ مسلمانوں پر اقتدار کا حق ان لوگوں کو ملنے لگے جن کو اقتدار سونپنا جائز نہیں بلکہ ان کو شریک مشورہ تک کرنا جائز نہیں۔ مزید براں یہ کہ اس کو منتخب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ قانون ساز مجلس نمائندگان کا رکن بنے جو اپنا فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے نہیں بلکہ اکثریت سے طے کرتے ہیں اس لئے یہ طاغوتی ایوان ہیں ان کو سرے سے ہی تسلیم کرنا جائز نہیں کجا یہ کہ ایک مسلمان ان کو وجود میں لانے کیلئے دوڑ دھوپ کرے اور ان کو قائم کرنے میں تعاون کرے حالانکہ یہ ایوان اللہ کی شریعت سے مصروف جنگ ہیں۔ مزید یہ کہ یہ مغربی طریقہ کار ہے اور یہود و نصاریٰ کی پیداوار ہے۔

توحید حاکمیت اور اطاعت رسول

توحید حاکمیت کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ حاکم و قانون ساز ہے' جس طرح قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے' اسی طرح مطلق اطاعت کا حق بھی صرف اسی کا ہے۔ وہی حاکم اعلیٰ اور مطاع اعلیٰ ہے۔ توحید الوہیت کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ مجرد و مستقل اور لازم و جامد اطاعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو دیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا۔

(الحج:۳۴)

اور تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے پس تم صرف اس کی اطاعت کرو۔

نیز ارشاد فرمایا۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۔

(الانبیاء:۱۰۸)

کہہ دیجئے کہ میری طرف تو یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے پس کیا تم اطاعت گزار ہو گے۔

مجرد اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے' اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بھی فرض قرار دیا ہے' اور ان کو اللہ تعالیٰ نے معصوم عن الخطاء ٹھرایا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت فرض کی گئی ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بھی غیر مشروط اطاعت جائز نہیں' مطاع ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے نبی کو مطاع ٹھرایا ہے اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو مستقل مطاع ٹھراتا ہے تو اسے ثابت کرنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے معصوم عن الخطاء اور مطاع ہونے پر کوئی سند نازل کی ہے' ایسا شخص انبیاء ورسل کے علاوہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے فرض قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۔

(النساء:۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں۔

اس بات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے' یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے۔ کونسی چیز حلال ہے؟ کونسی چیز حرام ہے؟ کیا جائز ہے؟ ان تمام معاملات میں خالصتاً اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی بجائے کسی اور کی اطاعت کا قائل ہو' اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے لہٰذا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کی اطاعت کرے۔

(تقلید کی شرعی حیثیت:۷)

چونکہ مطلق اطاعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ کسی اور شخص کی معین مجرد و مستقل اور لازم و جامد اطاعت قرار دینا اللہ تعالیٰ کی الوہیت و حاکمیت اور اطاعت میں شرک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۔

(التوبہ:۳۱)

انہوں نے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔

قرآن مجید کی اس آیت کے نزول پر حضرت عدی بن حاتم نے جو عیسائی سے مسلمان ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمسے پوچھا کہ اس آیت میں ہمارے متعلق علماء ورھبان کو رب بنانے کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ ہم نے انہیں کبھی رب

قرار نہیں دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا۔ کیاتم ان کے حلال وحرام کرنے میں اطاعت کرتے تھے انھوں نے کہاجی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایایہی توان کی عبادت کرنا ہے۔

(ترمذی)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو شخص بھی رسول کے سواکسی اور کی اطاعت کواس کے ہر حکم اور نہی میں واجب قراردے اگرچہ اس کا حکم یا نہی اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو تواس نے اسے شریک بنالیااس نے وہی کام کیاجو نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ کیا تھا۔

(مجموع الفتاویٰ:۷-۲۶۷-۱۰)

لیکن آج کے زمانے میں کچھ لوگوں نے ائمہ دین کی محبت اوراطاعت میں غلوسے کام لیاہے۔ان کا نظریہ یہ ہے کہ ہر خاص وعام مسلمان کیلئے کسی خاص معین امام کی مجرد مستقل اور لازم وجامد اطاعت وتقلید ضروری ہے۔

یہ نظریہ اصول دین اور سلف صالحین کے عقیدے کے واضح طور پر مخالف ہے۔ان تمام ائمہ دین پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے اپنی لازم وجامد اطاعت کا حکم نہیں دیابلکہ قرآن وحدیث کی اتباع کا حکم دیااور کہا کہ اگر ہمارا کوئی حکم اور فتویٰ قرآن وحدیث کے مخالف ہو تواس کی اطاعت نہ کرنا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اہلسنت کے ہاں ماسوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔چنانچہ ان کے ہاں ائمہ معصوم نہیں ہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواہر کسی کی بات لی بھی جاسکتی ہے اوررد بھی کی جاسکتی ہے۔وہ اماموں کی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تابع رکھتے ہیں نہ کہ اس پر مقدم سمجھتے ہیں۔اہل حق اوراہلسنت کا پیشوا (امام) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواکوئی شخص نہیں ہے۔لہذاایک اللہ کے رسول ہی ہیں کہ جو کچھ انہوں نے بتایااس کی تصدیق اور جو حکم فرمایاہے اس کی اطاعت وتعمیل فرض ہے۔یہ مقام آپ کے علاوہ کسی امام کو حاصل نہیں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:۳۔۳۴۶)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بیشک میں بشر ہوں غلطی بھی کر سکتا ہوں اور درست بات بھی کہہ سکتا ہوں لہزا تم میری آراء پر تحقیقی نظر ڈال لیا کرو'جو بات بھی کتاب و سنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔

(القول المفید للشوکانی:۲۳۵)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

جو شخص میری دلیل سے واقف نہیں اس کیلیئے لائق نہیں کہ میرے کلام کے مطابق فتویٰ دے۔جب میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔لوگوں نے پوچھا جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟فرمایا اس وقت بھی چھوڑ دو۔پھر پوچھا گیا جب صحابہ کے خلاف ہو تو کہا تب بھی چھوڑ دو'جب دیکھو کہ ہمارے اقول قرآن وحدیث کے خلاف ہیں تو قرآن وحدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو دیوار پر دے مارو' صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

(میزان للشعرانی'عقد الجید:۵۳)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں۔

جب صحیح حدیث ملے اور وہ حدیث ہمارے مزہب کے خلاف ہو پھر حدیث پر ہی عمل کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ کا وہی مذہب ہو گا...کیونکہ امام صاحب کا فرمان ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔

(شرح عقود رسم المفتی لابن عابدین:۱۹)

صحابہ کرام نے بھی اسی بات کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق چلیں تو ہماری اطاعت کرو اگر ہم ان کے حکم سے روگردانی کریں تو ہماری اطاعت نہ کرنا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم پر میری اطاعت فرض ہے اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر فرض نہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے مسئلہ پوچھا آپ نے حدیث رسول کی روشنی میں اس کا جواب دیا تو اس شخص نے کہا کہ ابو بکر اور عمر تو یوں کہتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ کچھ بعید نہیں کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا اور تم کہتے ہو کہ فلاں اور فلاں نے یوں کہا۔

(مسند احمد:۱-۳۳۷)

یہ عقیدہ واضح ترین ہے کہ اولوالامر حکام اور علمائے دین جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۔

(النساء:۵۹)

تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان امراء کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت سے مشروط کی ہے۔ ان کی اطاعت غیر مشروط و مستقل اور لازم و جامد نہیں ٹھرایا بلکہ کئی قرآنی آیات اور احادیث میں حکم دیا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مخالف حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
تمہارے امراء میں سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی بات ہرگز نہ مانو۔
(السلسلۃ الصحیحۃ)

چنانچہ اگر بعض امراء وحکام یا علماء وفضلاء کی اطاعت کو ہر حالت میں لازم ٹھرایا جائے تو یہ کسی بھی صورت جائز نہیں، لیکن آج کچھ لوگ ائمہ اربعہ کو مطاع ٹھراتے ہیں اور ان کی جامد تقلید پر اجماع نقل کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کتاب وسنت اوراجماع سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنی اطاعت اوراپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیاہے۔ان کے علاوہ امت پر بعینہ کسی اور کی اطاعت کرناواجب قرار نہیں دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نہیں جس کے ہر حکم کو ماناجائے اور جس سے وہ منع کرے اس سے روکا جائے۔یہاں تک کہ اس امت کے صدیق اور نبی کے بعد سب سے زیادہ افضل شخصیت(ابوبکر)کی بھی نہیں کی جائے گی'جو یہ کہتے تھے۔"میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتاہوں اوراگر میں اللہ کی نافرمانی کروں توتم پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔اس بات پر سب متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص ایسانہیں ہے جو کسی حکم دینے یاکسی کام سے روکنے میں غلطی کاارتکاب نہ کرے۔اسی وجہ سے ایک سے زائد ائمہ نے یہ کہاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر کسی کی بات لی اور چھوڑی جاسکتی ہے۔

(مجموع الفتاویٰ:۲۰-۲۱۰)

نیز امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کسی ایک مسلمان پر علماء میں سے کسی ایک متعین عالم کی ہر بات میں تقلید واجب نہیں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلمکے خلاف کسی شخص متعین کے مذہب کاالتزام کسی ایک مسلمان پرواجب نہیں ہے کہ ہر چیز میں اس کی پیروی شروع کردے۔

(مجموع الفتاویٰ:۲۰-۲۰۹)

نیز فرماتے ہیں۔

'رہے بعض اماموں کے اقوال مثلاً فقہاءاربعہ وغیرھم تو مسلمانوں کے اتفاق سے یہ نہ لازمی دلیل ہے اور نہ اجماع بلکہ ان(اماموں)سے اللہ راضی ہو یہ ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کواپنی تقلید سے منع فرمادیاتھا۔

(مجموع الفتاویٰ:۲۰-۱۰)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اول سے آخر تک تمام صحابہ اوراول سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یاان سے پہلے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہے۔جو لوگ ابو حنیفہ 'مالک 'شافعی اور احمد میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے ہیں۔باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں اوران میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔انہوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے۔پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا بھی مخالف ہے۔

(الرد علی من اخلد الی الارض للسیوطی:۱۳۱)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اس چیز پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس شخص کے سامنے رسول کی سنت ظاہر ہو جائے تو اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ سنت رسول کو کسی شخص کے اقوال کے پیش نظر ترک کر دے۔

(صفۃ صلاۃ النبی للالبانی)

یہاں یہ یاد رہے کہ ہم علماء یا ائمہ دین کی اس اتباع و تقلید کو ناجائز نہیں ٹھہرا رہے جو بالدلیل یہ یقین رکھتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے دلائل قرآن وحدیث کے مطابق ہیں۔جیسا کہ بہت سے فقہاء اس بنیاد پر دیگر ائمہ سے مسائل میں اتفاق کی وجہ سے ان کی نسبت سے معروف رہے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جمہور امت کا مذہب یہی ہے کہ فی الجملہ اجتہاد بھی جائز ہے اور تقلید بھی۔ایسا نہیں کہ ہر ایک پر اجتہاد واجب ہے اور تقلید حرام ہو اور نہ ہی ہر ایک پر تقلید واجب ہے اوراجتہاد حرام ہے بلکہ جو اجتہاد پر قدرت رکھتا ہو اس کیلئے اجتہاد جائز ہے اور جو اجتہاد سے عاجز ہو اس کیلئے تقلید کرنا جائز ہے۔

(مجموع الفتاوی:۲۰-۱۴)

نیز فرماتے ہیں

اگر مقلدین کو یقین ہو کہ وہ جس کی تقلید کر رہا ہے وہ خود راہ راست پر ہے تو یہ تقلید درست ہے کہ تقلید مع الدلیل ہے۔ جیسے صحابہ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرنا اور عام مومنین کا اہل اجماع کی تقلید کرنا۔

(مجموع الفتاویٰ: ۱۴۔۲۰)

البتہ اہلسنت کے مایہ ناز ائمہ کرام تقلید معین وجامد سے کوسوں دور رہے۔ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دوسرے ائمہ کرام نے اسی کی طرف دعوت دی۔

شافعی امام قاضی ابو بکر قفال رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہم شافعی کے مقلد نہیں بلکہ ہماری رائے شافعی کی رائے سے متفق ہو جاتی ہے اور یہی حال امام طحاوی (حنفی) کا ہے وہ بھی مقلد نہ تھے بلکہ ان کی رائے ابو حنیفہ کی رائے سے موافق ہو جاتی تھی۔

(رسائل قاضی ابو بکر)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فراماتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ سب سے پہلے قرآن کریم کو دیکھتے پھر حدیث سے راہنمائی لیتے پھر ان کے بعد ائمہ کی باری آتی۔ اگرچہ کہ امام خود شیخ عبد القادر جیلانی کی طرح حنبلی تھے مگر وہ اقوال ائمہ میں صرف انہی کو ترجیح دیتے جو انھیں قرآن وحدیث سے قریب تر معلوم ہوتے تھے۔ ان کا کہنا تھا اگر کوئی مفتی اپنے مسلک کے امام کو قرآن وحدیث پر ترجیح دیتا ہے تو وہ دراصل اپنے ہی امام کی پیروی کرتا ہے۔ چونکہ ہر ایک امام نے کہا تھا کہ جب کسی کو کوئی صحیح حدیث مل جائے وہ ہمارے فیصلے مسترد کر دے۔

(اعلام الموقعین: ۴۔۲۰۷)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اور عامی وعالم اس میں برابر ہیں۔ ہر ایک اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق اجتہاد کرے گا۔

(النبزۃ الاکافیۃ: ۱۷)

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" چھٹا اصول اس شبہ کا انکار کرنا ہے جو شیطان قرآن وسنت کو ترک کرنے اور ان کے متضاد رائے اور خواہشات کی پیروی کرنے کے لئے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ شبہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کو صرف ایک مجتہد ہی سمجھ سکتا ہے اور پھر ان کے مطابق مجتہد میں بہت سے خصوصیات ہونی چاہیے جو کہ شاید ابو بکر اور عمر رضي اللہ عنھم اکٹھے دونوں میں بھی نہ پائی جاتی ہوں اور اگر کسی شخص میں یہ خصوصیات موجود نہیں ہیں تو اسے پر بغیر کسی شک وشبہ کے یہ بات "فرض عین" ہو چکی ہے کہ اس کو قرآن وسنت کو بالکل ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص قرآن وسنت سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے "زندیق" اور "بیوقوف" کہا جاتا ہے اس وجہ سے کہ ان کے خیال میں قرآن وسنت کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ حمد وثنا اللہ کے لئے ہے! اللہ تعالی نے اس باطل شبہ کا رد بہت ہی واضح اور بہترین طور پر مختلف طریقوں سے شریعت، قدر، تخلیق اور احکام کے ذریعہ اس انداز میں کیا کہ یہ ایک ضروری حکم اور عام علم بن گیا لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (اصول الستہ)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اور اگر کوئی شخص امام ابو حنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد رحمہم اللہ کا متبع ہو: اور بعض مسائل میں دیکھے کہ دوسرے کا مذہب زیادہ قوی ہے اور اس کی اتباع کرلے تو اس کا یہ کام بہتر ہو گا اور اس سے اس کے دین یا عدالت میں بالاتفاق کوئی عیب نہیں لگے گا، بلکہ یہ شخص زیادہ حق پر اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب ہو گا اس شخص کی بنسبت جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی معین (امام) کے لئے تعصب رکھے۔ مثلا کوئی امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد یا امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا متعصب ہو اور یہ سمجھے کہ اس معین امام کا قول ہی درست ہے اور اسی کی اتباع کرنی چاہئے نہ کہ اس کے مخالف کسی دوسرے امام کی، "تو جو شخص بھی ایسا کرے وہ جاہل اور گمراہ ہے بلکہ بعض صورتوں میں وہ کافر ہو جاتا ہے" چنانچہ جب وہ یہ اعتقاد رکھے کہ لوگوں پر ان ائمہ (اربعہ) میں سے کسی ایک معین امام ہی کی اتباع کرنی ہے اور دوسرے کسی امام کی نہیں، تو ایسی صورت میں واجب ہو گا کہ اس شخص سے توبہ کرائی جائے، پھر اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(مجموع الفتاوی: ۲۲-۲۴۹)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں:

زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ عام آدمی کے لئے جائز ہے یا مناسب ہے یا واجب ہے کہ بغیر زید، عمرو (حنفی 'شافعی) کی تعین کے کسی بھی شخص کی تقلید (یعنی تقلید غیر شخصی) کرے، رہا کسی کا یہ کہنا کہ کہ عام آدمی پر واجب ہے کہ فلاں یا فلاں ہی کی تقلید (یعنی تقلید شخصی 'معین اور جامد) کرے تو یہ بات کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

(مجموع الفتاوی:۲۲۔۲۴۹)

ملا معین حنفی نقل کرتے ہیں کہ امام ابن عزرحمہ اللہ نے ہدایہ کے حاشیے پر فرمایا۔

جو شخص رسول اللہ کے سوا کسی اور خاص ایک شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ اسی کی (ہر) بات صحیح اور واجب الاتباع ہے پس وہ گمراہ اور جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائے پس اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ لوگوں پر ایک خاص شخص کی متابعت واجب ہے تو اسے بمنزلہ نبی ہی ٹھہرایا اور یہ کفر ہے۔

(دراسات اللبیب لاہور: ۱۲۵)

کمال بن ھمام (صاحب ہدایہ و شارح فتح القدیر) حنفی فقہ کے اصولوں کے موضوع پر اپنی تالیف التحریر میں رقمطراز ہیں۔

"کسی معین مذہب کی پابندی لازم نہیں ہے یہی قول صحیح ہے کیوں کہ اس کے لازم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واجب صرف وہی چیز ہوتی ہے جسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب کریں اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سے کسی پر ائمہ میں سے کسی امام کا مذہب اس طرح اختیار کرنا واجب نہیں کیا کہ دوسرے ائمہ کو چھوڑ کر دین کے ہر معاملہ میں بس اسی کی تقلید کرے۔ خیر ون القرون کا پورا دور گزر گیا اور اس دور میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ ایک معین مذہب اختیار کرنا ضروری ہے۔

(التحریر)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

میں نے ساری زندگی آج تک اصول دین میں کبھی کسی کو مذہب حنبلی یا غیر حنبلی کی طرف دعوت نہیں دی'نہ ہی اسے درست ثابت کرنے کیلئے زور لگایا ہے۔اور نہ اپنی گفتگو میں اسے بیان کرتا ہوں۔میں صرف وہ کچھ بیان کروں گا جس پر امت کے سلف اور ائمہ نے اتفاق کر رکھا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہم یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کے زمانے میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے کسی ایک فرد کو اس کے تمام اقوال میں تقلید کے لیے چن لیا ہو'اور اس کے سوا کسی دوسرے کی ایک بات بھی نہ مانتا ہو اور ہم یہ بھی یقینی طور پر جانتے ہیں کہ ایسا تابعین کرام تو کیا تبع تابعین کے زمانے میں بھی نہ ہوا تھا'مقلد ہمارے بیان کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کسی ایک شخص کا نام تو لیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے مطابق فضیلت پانے والے زمانوں میں وہ مکروہ راستہ اختیار کیا ہو جس پر مقلدین گامزن ہیں' حقیقت یہی ہے کہ بدعت تقلید چوتھی صدی میں ظہور پذیر ہوئی جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی مذموم قرار دیا تھا۔

(اعلام الموقعین:۲۰۸/ ۲)

کچھ لوگ تقلید شخصی میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے ایک عامی شخص جو حدیث کے ناسخ ومنسوخ کا علم نہیں رکھتا وہ ہوائے نفس کی وجہ سے اپنی مرضی کے مسائل اخذ کرلے گا اس لیے یہ حفاظت دین کے لیے ضروری ہے۔

جبکہ اس باطل تاویل سے کسی کی اطاعت و تقلید معین ٹھہرانا جائز نہیں۔کیونکہ کسی اپنی اختراع کردہ مصلحت و تاویل کی وجہ سے توحید اطاعت کے منافی ایسی بات کو کہ اللہ کی طرح کسی اور کی بھی ہر بات واجب اطاعت ٹھہرانا شرعی طور پر ناجائز ہے۔اسلام میں سب سے بڑی مصلحت اور حفاظت توحید کی ہے۔اسی لئے اسلام میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں جبکہ امیر کی اطاعت حددرجہ مقصود ہے۔اس کیلئے اسلام ان کی اطاعت کو غیر مشروط طور پر واجب اور جامد بھی ٹھہرا سکتا تھا۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے برعکس توحید کی مصلحت کے پیش نظر رکھا اور ان کی جامد تقلید و اطاعت کو معین اور جامد نہیں ٹھہرایا بلکہ خاص طور پر اس پر رد کیا۔اس لئے امراء کے

متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث میں امراء کی اطاعت کو قرآن وحدیث سے مشروط کیا گیا ہے۔اوران کی ہر حال میں اطاعت کو واجب قرار نہیں دیا۔اور فرمایا ہے کہ ان کی اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے۔اوراللہ کے حکم کے مخالف ان کی اطاعت سے سختی سے منع کیا۔ اسلام میں غیر مشروط طور پر کسی خاص شخص کی اطاعت کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخصیت کی اطاعت واجب ٹھہرانا توحید اطاعت میں شرک ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج خاص وعام توحید الوہیت واطاعت سے لاعلمی کی وجہ سے کسی خاص امام کی معین اور جامد تقلید کا قائل ہیں۔اوراس کے ساتھ سخت عصبیت اور غلو میں بہت ہی آگے نکل چکے ہیں۔

امام کرخی حنفی بیان کرتے ہیں۔

ہر وہ آیت جو ہمارے ائمہ کے قول کے خلاف ہو اس آیت کو منسوخ سمجھا جائے گایااسے مرجوع قرار دیں گے اور بہتر یہ ہے کہ اس آیت کی ایسی تاویل کی جائے کہ وہ ہمارے ائمہ کے قول کے مطابق ہو جائے۔

(اصول کرخی:۱۲)

شیخ الہند محمود الحسن کہتے ہیں۔

قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ہی شمار ہوتا ہے۔

(تقاریر شیخ الہند: ۲۴ طبع ادارہ اشرفیہ)

نیز شیخ الہند محمود الحسن خیار مجلس (البیعان بالخیار مالم یتفرقا) کے مسئلے میں لکھتے ہیں۔

حق اورانصاف یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کو ترجیح حاصل ہے مگر ہم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں ہم پر ان کی تقلید واجب ہے۔

(تقریر ترمذی:۳۹)

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

اکثر مقلد عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث بھی کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب پیدا ہوتا ہے' پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو' خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلے میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کیلئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں' دل نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کریں۔

(تذکرۃ الرشید:۱۳۰)

علامہ محمد حیات سندھی لکھتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ یہ لوگ احادیث کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ انہیں پڑھاتے بھی ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ ان احادیث پر عمل کریں بلکہ اس لئے کہ ان کے امام کے دلائل معلوم ہو جائیں اور جو حدیث امام کے قول کے خلاف ہوں ان کی تاویل کریں اور تاویلیں بھی بڑی دور کی کرتے ہیں اور جب تاویل سے عاجز آجائیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا امام ہم سے زیادہ حدیث کو جانتا تھا۔

(تحفۃ النام:۲۶)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

جسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو سمجھنے میں غلطی کر رہا ہے وہ اس غلطی کے باوجود اس کی پیروی کرتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے روگردانی کرتا ہے اس کا بھی اس شرک میں حصہ ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ کے دین پر راضی ہونے کا اور اسے پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کوئی حکم کرے یا منع کرے تو ان سب کو تسلیم کرے اور دل میں اس حکم سے متعلق کوئی تنگی نہ رہے' اسے مکمل طور پر اپنائے اگرچہ دلی خواہشات کے خلاف ہو یا اپنے شیخ اور گروہ کے خلاف ہو۔ (اعلام الموقعین)

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم دونوں اہلسنت والجماعت کے اکابر میں اور اس امت کے اولیاء میں تھے۔

(جمع الوسائل:۱-۲۰۸)

چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ور قرآن وحدیث کی اطاعت کو مستقل ٹھہرانا دین اسلام اوراللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت وحاکمیت اوراطاعت کا بنیادی مسئلہ ہے اس لئے اس واضح عقیدے کو چھوڑ کر مسلکی عصبیت کی پیروی کرنا جائز نہیں۔

باب چودہ

ایمان کے متعلق بدعات

ایمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان لایا جائے'نیز فرشتوں'کتابوں'رسولوں'یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان لایا جائے۔اس کے علاوہ ایمان کو اعتقاد'قول اور عمل میں مانا جائے۔ایمان میں اہلسنت کے مخالف اصول ایمان میں خوارج ومرجئہ نے' اللہ کی صفات میں اشاعرہ وماتریدیانے'اور تقدیر پر ایمان میں قدریہ وجبریہ نے بدعات اختیار کی ہیں۔

اتباع صحابہ:

ایمان کے صحیح معیار کے لیے لازمی ہے کہ ایمان کے متعلقہ چیزوں کی تفصیل وتشریح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تفسیر اور رائے پر عمل پیرا ہوا جائے'اور اس سے مخالف کسی کی عقل اور رائے کی پیروی نہ کی جائے۔ایمان کی تفصیل وتشریح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کو چھوڑ دینے سے گمراہی اور بدعت کا آجانا لازمی ہے۔اس لیے ایمان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے گئے معنی اور تفسیر کو سب سے زیادہ جانتے تھے'ان کی اتباع وپیروی کرنا لازمی قرار دی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا۔

(البقرہ:۱۳۷)

پس اگر وہ ایسا ایمان لائیں جیسے تم لائے ہو تو وہ ہدایت پالیں گے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ بات جاننا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جس طرح قرآن کے الفاظ بیان فرمائے ویسے ہی اس کے معانی بھی واضح فرمائے'چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وانزلنا الیك الذكر لتبين للناس مانزل

الیھم (ترجمہ: تاکہ تم لوگوں کے سامنے وہ تعلیم جو تم پر اتاری گئی ہے کھول کھول کر بیان کر دو) اس میں جہاں الفاظ کے پہنچانے کا حکم ہے وہیں اس کے معنی کھول کھول کر بیان کرنے کا بھی حکم ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین سے زیادہ کوئی شخص قرآن وحدیث کو بہتر نہیں سمجھ سکتالہذا ایمان کا وہی مفہوم معتبر ہو گا جو صحابہ و تابعین نے متعین کیااور اس پر عمل پیرا رہے۔

ابو عبد الرحمٰن السلمی (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وہ لوگ جو ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے' مثلا عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات سبق میں لے لیتے تو اس وقت تک اگلے سبق پر نہ جاتے جب تک وہ ان دس آیات میں علم وعمل کی ہر بات سیکھ نہ لیتے' کہا کرتے تھے: سو یوں ہم نے قرآن سیکھا تو اس کا علم اور عمل ساتھ سیکھا۔

(مقدمہ فی اصول التفسیر: ۳۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے علم اور دیانت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۔

(سبا:٦)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیاہے خوب سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف نازل ہوا وہ حق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہاہوں' جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔

(موطاامام مالک: باب:۸' حاکم:۱-۳۹' بیہقی:۱۰-۱۱۴)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میرے صحابہ کے طریقہ پر عمل کر کے میری سنت کی حفاظت کرو پھر تابعین اور تبع تابعین کے طریقے پر چلو پھر اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔

(ابن ماجہ:۲۳۶۳)

نیز ارشاد فرمایا۔

میں تمہیں ایک روشن راستے پر چھوڑ کر جارہاہوں اس راستے کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے'میرے بعد جو اس راستے سے منہ موڑے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔تم میں سے جو زندہ رہا وہ عنقریب شدید اختلافات دیکھے گا۔(اس وقت)میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءراشدین کی سنت میں سے جس کا تمہیں پتا چلے اس کو لازم پکڑ لینا اور اس پر مضبوطی سے جمے رہنا۔

(سنن ابن ماجہ:۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت میں بہترین زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد والا(تابعین کا) زمانہ پھر اس کے بعد والا(تبع تابعین کا)زمانہ ہے۔

(صحیح بخاری:۲۶۵۱)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سنت کی راہ پر جمے رہو'ان پہلوں کے قدم جہاں رک گئے ہوں وہاں تم بھی ضرور رک جاؤ جس بات کے وہ قائل ہوئے تم بھی اسی بات کے قائل رہو'جس بات سے وہ خاموش رہے ہوں تم بھی اس سے خاموش رہو'چلو تو اپنے ان سلف صالحین کی راہ پر چلو۔

(شرح اصول السنۃ والجماعۃ'للالکائی:۱-۱۵۴)

امام اسماعیل الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

علم کثرت روایت کا نام نہیں' بلکہ علم تو اتباع اور اقتداء کا نام ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کی پیروی کرو اگرچہ علم تھوڑا ہی ہو اور جو شخص صحابہ و تابعین کی مخالفت کرے وہ گمراہ ہے اگرچہ زیادہ علم والا ہی ہو۔

(الحجہ فی بیان المحجہ: ۲-۴۶۹)

ایمان وعقیدہ ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں صحابہ اور تابعین کی ایک رائے ہے' دو رائے نہیں پائی جاتیں اس لیے اس میں اختلاف جائز نہیں' البتہ دین کے فقہی مسائل صحابہ کرام اور تابعین میں مختلف فیہ رائے رہے ہیں۔ اور اس میں بے شمار ائمہ مجتہدین اور اہلسنت کے مختلف مسالک معروف ہیں۔

امام حافظ عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سلف نے اس بات سے ممانعت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اسماء وصفات کے بارے میں بحث اور اختلاف ہو۔ البتہ جہاں تک فقہی مسائل کی بات ہے تو سلف کا اتفاق ہے کہ ان امور میں بحث اور اخذ ورد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ (فقہ) ایسا علم ہے جس میں قیاس کرنے کی حاجت ہوتی ہے جبکہ اعتقادات کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک اللہ عزوجل کی بابت کوئی بات کی ہی نہیں جاسکتی سوائے اس بات کے جو وہ خود ہی اپنی ذات کے بارے میں بیان کر دے۔

(صحیح جامع بیان العلم وفضلہ: ۳۸۳)

جن لوگوں نے ایمان وعقائد میں صحابہ کرام کی پیروی کی وہی ہدایت یافتہ اہلسنتہ ہیں اور جن لوگوں نے ایمان وعقائد میں صحابہ کرام کی رائے اور تشریح کو چھوڑ کر اپنی عقل' رائے اور تاویل کی پیروی کی وہ اہل بدعت کہلاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اہل بدعت کی پیروی کرنے سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اہل بدعت کے ظہور کی پیشین گوئی اپنے فرامین میں کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان میں بدعت کے داعی خوارج' مرجئہ اور قدریہ وغیرہ کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے۔ کچھ لوگ اسلام میں رواداری کے نام پر ان اہل بدعت کو تسلیم نہیں کرتے۔ جب کہ تمام ائمہ سلف نے اہل بدعت پر خوب رد فرمایا ہے اور احادیث کی کتب صحاح ستہ وغیرہ میں بدعتی گروہوں خوارج مرجئہ اور قدریہ پر ابواب باندھے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک جماعت کے سب دوزخ میں جائیں گے 'عرض کیا گیا 'اے اللہ کے رسول وہ کونسا گروہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ جماعت ہوگی جو اس راستے پر چلے گی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(ترمذی:۲۵۶۵)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے ایک جنتی ہوگا اور ستر جہنمی ہوں گے۔ عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے اکہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک کے علاوہ سبھی جہنمی ہوں گے پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کو لازم پکڑنے والے۔

(ابن ماجہ:۳۹۹۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ الۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتۡ مَصِيرًا ۔

(النساء:۱۱۵)

جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں (صحابہ و تابعین) کی راہ چھوڑ کر راہ اختیار کرے 'ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کا اس نے رخ کیا ہے پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بد ترین ٹھکانہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سب سے بدترین امور نئے پیدا کردہ کام ہیں اور ہر نیاپیدا شدہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہوگی۔

(صحیح مسلم:۸٦۷)

نیز ارشاد فرمایا۔

جس کسی نے ہمارے دین میں ایسی چیز نکالی جو اس دین میں نہیں تو وہ رد ہے۔

(صحیح بخاری:۲٦۹۷)

نیز ارشاد فرمایا۔

جس کسی نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

(صحیح مسلم:۱۷۱۸)

نیز ارشاد فرمایا۔

جس کسی نے میرے طریق سنت سے بے رغبتی کی تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(صحیح بخاری:۵۰٦۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تم میرے بعد شدید اختلاف دیکھوگے اس وقت تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءراشدین کی سنت کولازم پکڑلینا'اس پر مضبوطی سے جمے رہنا'دین میں نئے پیدا ہونے والے امور سے اپنے آپ کو بچاکر رکھنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ابن ماجہ:۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم اور غالب رہے گی جو ان کی مخالفت کرے گا یا ان کی مدد نہیں کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتی کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔

(صحیح بخاری:۳۶۴۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پشین گوئیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری ہوئیں اور صحابہ کے دور میں ایمان وعقیدے کے متعلق صحابہ کرام کی تفصیل اور رائے وتفسیر کو چھوڑ کر اپنی عقل اور رائے کی پیروی کرنے والے بدعتی گروہ ظہور میں آئے۔ خلافت راشدہ کے اولین دور میں ہی سب سے پہلے خوارج کا گروہ سامنے آیا جو رفتہ رفتہ مزید فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور صحابہ کے آخری دور میں مرجئہ اور قدریہ وغیرہ بدعتی گروہ بھی سامنے آگئے۔ اور وہ بھی وقت کے ساتھ مزید فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ان سب گروہوں کی گمراہی کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے متعلق صحابہ کرام کا فہم اور رائے چھوڑ کر اپنی عقل اور رائے کو اختیار کیا۔

بدعت کی تعریف:

ہر وہ کام جس کے اسباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام اور تابعین نے نہیں کیا تو بعد میں اسے دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

بدعت کبریٰ:

بدعت کبریٰ سے مراد ایمان وعقائد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نظریے کے مخالف نیا اعتقاد وطریقہ اختیار کرنا ہے۔

مثلاً خوارج ومرجئہ کا اصول ایمان میں بدعت اپنانا اور اشاعرہ وماتریدیا کا اللہ کی صفات میں بدعت اختیار کرنا وغیرہ ۔بدعت کبریٰ سے ایمان مردود اور ناقص ٹھہرتا ہے۔

۲-بدعت صغریٰ:

بدعت صغریٰ سے مراد اعمال اسلام میں نیا کام اور طریقہ اختیار کرنا ہے۔ مثلاً عید میلاد النبی وغیرہ۔ بدعت صغریٰ سے وہ عمل مردود اور ناقص ٹھرتا ہے۔

آج کے علماء ومشائخ کا المیہ یہ ہے کہ وہ بدعت کے بیان میں بدعت صغریٰ کے اوپر بہت کچھ لکھتے ہیں مگر بدعت کبریٰ کا کچھ خیال نہیں رکھتے' جب کہ آج کل کے مسلم معاشرے میں دوسری بدعات کے برعکس مرجئہ وخوارج کی بدعت کافی زیادہ پائی جاتی ہے۔

امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس امت کے گمراہ(بہتر) فرقے جن کی خبر حدیث میں دی گئی ہے...اگرچہ ہم کو ان سب فرقوں کے نام اور گمراہی کے مذہب الگ تفصیل سے معلوم نہیں' البتہ بدعتی فرقوں کی اصلوں میں سے مفصلہ فرقے ہم کو ظاہر میں معلوم ہوگئے ہیں۔ خوارج وقدریہ وجہمیہ ومرجئہ وروافضہ وجبریہ' اور بعض اہل علم نے کہاہے کہ بدعت وضلالت کی جڑ یہی چھ فرقے ہیں' اور ہر فرقے کی بارہ شاخیں ہیں' تو کل بہتر شاخیں ہوئیں جو جماعۃ(اہلسنۃ) سے پھوٹ پھوٹ کر فرقہ فرقہ ہوگئے۔

(تلبیس ابلیس:۴۵)

اصول ایمان میں بدعت

خوارج اور مرجئہ نے اصول ایمان کے متعلق اعتقاد وعمل کی حدود وقیود میں بدعت اختیار کی ہے۔ خوارج ایمان کے عمل پر انحصار میں افراط سے کام لیتے ہیں اور مرجئہ ایمان کے صرف اعتقاد پر انحصار میں تفریط کرتے ہیں۔

خوارج:

جس طرح عیسائیوں کے ایک فرقے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات چھوڑ کر غلو و زیادتی کا ارتکاب کر کے رہبانیت ایجاد کی اسی طرح خوارج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے دین کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی عقل اور رائے سے متعین کردہ زہد و تقویٰ کی پیروی کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ موجود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ صحابہ کو تالیف قلب کے لیے غنیمت میں سے مال عطا کیا۔

"اسی اثنا میں ایک دھنسی ہوئی آنکھوں والا' اٹھے ہوئے جبڑوں والا' ابھری ہوئی پیشانی والا' گھنی داڑھی اور گنجے سر والا شخص آیا اور کہا اے محمد! اللہ سے ڈرو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو اس کی اطاعت کون کرے گا' اللہ تعالیٰ نے مجھے امانتدار بنایا ہے زمین والوں پر اور تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت مانگی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا' جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسل میں یا اس کے پیچھے ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کو پڑھتے ہوں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا وہ اسلام (جماعت) سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے' وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے' اگر میں انھیں پالوں تو میں انھیں اس طرح قتل کروں گا جیسے قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۳۴۴' صحیح مسلم: ۱۰۶۴)

خوارج سب سے پہلے فرقہ تھا جس نے گمراہی اختیار کی۔ جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ بہت زیادہ عبادت اور قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے ظاہراً ان کا مقصد قرآن مجید کی اتباع تھا۔ یہ صحابہ کرام کے فہم کو چھوڑ کر قرآن و حدیث کے مفاہیم کی اپنی عقل اور رائے سے ظاہری مفہوم اور بے جا تاویلات کرتے تھے۔ اور جو ان کی رائے کے خلاف ہوتا اسے کافر قرار دے کر قتل کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے صحابہ کرام کی پیروی کی بجائے ان کے خلاف عداوت و بغض اور بداعتمادی کا اظہار کیا اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد اور قتل و غارت کی۔ جس

طرح خوارج کے پیشرو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناانصافی کا الزام لگایا اس طرح انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان پر ناانصافی اور اقرباپروری کا الزام لگا کر ان کے قتل کے در پے ہو گئے۔ عبد اللہ بن سبا نے بھی مدینہ میں اس فتنے کو ہوا دینے کی کوشش کی اس کے علاوہ اس نے مصر'شام اور کوفہ میں بھی یہ فتنہ پھیلایا۔ جس وجہ سے ان علاقوں کے لوگ بھی ان میں آکر بلوائیوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان فتنہ باز لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا۔ اس کے بعد خارجی تتر بتر ہو گئے اور اپنے آپ کو چھپالیا۔ انہی کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ اور خارجی دھوکے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

خوارج کا نعرہ لا حکم الا اللہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کے درمیان لڑائی بہت مدت تک قائم رہی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والوں نے قرآن مجید کو بلند کیا اور کہا کہ اس پر ہم دونوں فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس لیے ثالثی کیلئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا۔

اس پر خارجیوں نے کہا کہ تم لوگ اللہ کے حکم میں لوگوں کو ثالث بناتے ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ۔

(یوسف:۴۰)

بیشک اللہ کے علاوہ کوئی حکم کے لائق نہیں۔

خوارج میں سے حرقوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا لا حکم الا اللہ۔ حضرت علی نے فرمایا: کلمۃ حق ارید بھاالباطل؛ کلمہ تو حق ہے مگر تمہارا اس سے استدلال غلط ہے۔ اس نے کہا کہ آپ اس ثالثی کا انکار کیجئے اور ہمارے ساتھ امیر معاویہ کے لشکر کی طرف لڑنے کیلئے چلیے۔ اگر آپ یہ نہیں کرتے تو ہم آپ دونوں کے خلاف لڑیں گے۔ یوں خوارج بارہ ہزار کی تعداد میں حضرت علی کے لشکر سے علیحدہ ہو کر حرورا کے مقام پر جمع

ہو گئے۔ اور قتل وغارت کرنے لگے' اور ایک صحابی عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ اوران کی بیوی کو اپنے مذہب کے خلاف ہونے پر شہید کر دیا' اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر لشکر کشی کی اوراس خارجی گروہ کو قتل کیا۔

خوارج نے اپنی کج فہمی میں اللہ کی حاکمیت کے نام پر باطل استدلال کرتے ہوئے اللہ کے حکم کے مطابق انسانوں کی ثالثی اور تصفیہ کا انکار کر کے اسے کفر قرار دیا۔ چاہے ثالثی کیلئے قرآن کو ہی حاکم کیوں نہ ٹھرایا جائے۔ اس بنیاد پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ قبل اس کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خوارج کی اصلاح کیلئے ان کے لشکر میں گئے اور قرآن مجید میں ثالثی کے احکام ان کو پڑھ کر سنائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ ۔

(المائدہ: ۹۵)

اوراگر کسی نے (احرام کی حالت میں) شکار کو جان بوجھ کر مار ڈالا تو اس پر اسی طرح کا جانور واجب ہے جو اس نے مارا' جس کا تم میں سے دو عادل مرد فیصلہ کریں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے عورت اوراس کے شوہر کے جھگڑے کے بارے میں فرمایا۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۔

(النساء: ۳۵)

اوراگر تمہیں ان کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو مرد کی برادری سے ایک مرد اور عورت کی برادری سے ایک مرد بھیجو وہ دونوں ان کے معاملے میں حکم (ثالثی) کریں۔ (تلبیس ابلیس:۱۴۶)

ان دلائل کو سن کر خوارج میں سے دو ہزار آدمی تائب ہو گئے۔

خوارج نے قرآن و حدیث کے ظاہری مفہوم سے اپنی ذاتی رائے اور باطل مفہوم کا استدلال جاری رکھا اور صحابہ کرام کی تفسیر و تشریح کو ترک کر کے مختلف باطل اعتقاد اپنا لیے اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان فرقوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکمیہ: ان کا کہنا ہے جو کسی مخلوق کی طرف ثالثی وفیصلہ کیلئے جائے تو وہ کافر ہے۔

ازرقیہ: ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے اور کہتے ہیں جب تک ہم ملک شرک میں رہیں تب تک مشرک ہیں اور جب وہاں سے نکل جائیں تو مومن ہیں۔

خلفیہ: جس کسی نے جہاد چھوڑا تو وہ کافر ہے چاہے مرد ہے یا عورت۔

میمونیہ: کوئی امام نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے چاہنے والے اس پر راضی نہ ہوں۔

حازمیہ: ہم نہیں جان سکتے کہ ایمان کیا چیز ہے اور مخلوق بیچارے سب معذور ہیں۔

ثعلبیہ: خدا نے نہ کچھ جاری کیا اور نہ کچھ تقدیر میں مقدور کیا۔

ان کے علاوہ کوزیہ 'کنزیہ 'اخنسیہ 'مشبیہ اور شمراخیہ فرقے دیگر بدعتی عقائد کے حامل تھے۔

(تلبیس ابلیس: ۱۴۶)

خوارج نے اپنی رائے سے قرآن وحدیث کے ظاہری مفہوم کو لیتے ہوئے تمام اعمال اسلام نماز'روزہ وغیرہ اور دیگر اعمال صالحہ جن کی نسبت ایمان کی طرف کی گئی تھی اصل ایمان سمجھ لیا اور چونکہ ان اعمال میں نافرمانی پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس لئے ان کی نافرمانی کرنے والا ان کے نزدیک کافر ہے۔ مثلاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الاحیاء من الایمان۔

(صحیح بخاری: ۲۴)

حیا ایمان کا حصہ ہے۔

توخوارج نے سمجھا کہ حیا ایمان ہے اور بے حیائی زنا وغیرہ سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا۔

(النساء: ۹۳)

اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس سے خوارج نے سمجھا کہ ناحق قتل کرنے والا کافر' ایمان سے خارج ہے کیونکہ اس پر جہنم میں ہیشگی کی وعید سنائی گئی ہے۔

علامہ شہرستانی خوارج کے فرقہ ازارقہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

ازارقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ ایسے کفر کا مرتکب ہوا جس سے آدمی مکمل طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ تمام کافروں کے ساتھ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (الملل والنحل: ۱-۱۱۵)

خوارج کے نظریہ کے مطابق تمام اعمال اسلام اصل ایمان ہیں' اور عمل میں ان کی نافرمانی سے ایمان زائل ہو جاتا ہے چاہے اعتقاد میں کوئی ان پر ایمان لاتا ہو۔ اس طرح خوارج نے ایمان میں اہلسنت سے مخالفت کی۔ اہلسنت کے نزدیک اصل ایمان' اللہ کی توحید' فرشتوں' کتابوں' رسولوں' یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان لانا ہے اور اعمال اسلام روزہ' حج اور دیگر اعمال صالحہ کمال ایمان ہیں۔ اعتقاد میں ان پر ایمان لاتے ہوئے صرف عمل میں اس کے خلاف کرنے سے ایمان ناقص ہوتا ہے' دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اہلسنت کے نزدیک ایمان صرف اللہ کے احکام کا انکار کرنے' شرک کا ارتکاب کرنے اور خاص کفریہ اعمال مثلاً نواقض الاسلام وغیرہ کے ارتکاب سے خارج ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تین باتیں ایمان کی جڑ اور بنیاد ہیں' اول یہ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اپنے ہاتھ اور زبان کو اس سے روک کر رکھنا' کسی گناہ کی بنا پر اس کی تکفیر نہ کرنا اور کس (کبیرہ یا صغیرہ گناہ کے) عمل کی بنا پر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھنا۔

(ابوداؤد: ۲۵۳۲)

اہلسنت کے نزدیک جیسا کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کبیرہ وصغیرہ گناہوں کی بجائے صرف کفر اکبر کے اعمال سے خارج ہوتا ہے۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میری امت میں جو لوگ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے میری شفاعت ان کیلئے ہوگی۔

(ترمذی۔۲۴۳۵'ابوداؤد: ۴۷۳۹)

خوارج کے نزدیک اللہ کی حاکمیت سے خلاف ورزی کی ہر نوعیت کفر ہے۔اس لئے وہ مسلمانوں کی حکومتوں مثلاً بنوامیہ اور بنوعباس جو اللہ کے احکام وشریعت پر ایمان لاتے اور اسے ہی اپنے نظام حکومت کا مرجع ومصدر بناتے تھے مگر شریعت کے بعض معاملات میں ناانصافی اور ظلم کا ارتکاب کرتے تھے۔ خوارج اس وجہ سے ان کو کافر سمجھتے تھے'اوران کے خلاف خروج اور قتال جائز سمجھتے تھے۔ماضی کی تاریخ میں خوارج نے مسلمانوں اوران کی حکومتوں کے خلاف سخت فتنہ وفساد اور قتل وغارت برپا کی۔حالانکہ یہ حکومتیں اللہ کی شریعت اوراس کے قوانین کواجتماعی طور پر مرجع ومصدر ٹھراتی تھیں اللہ کی شریعت اوراس کے قوانین کوعدالتوں میں نافذ کرکے اس سے انفرادی پہلو تہی کواہلسنت کبیرہ گناہ'کفر اصغر یاکفردون کفر قرار دیتے ہیں جس سے آدمی دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔خوارج نے جب ان حکومتوں کے اللہ کے حکم سے خلاف ورزی پر یہ دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۔

(المائدہ:۴۴)

اور جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

توحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی اور فرمایا۔

ليس الكفرالذی تذهبون هی كفردون كفر۔

یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ کفر دون کفر ہے۔

ابومجلز(تابعی)سے خوارج نے پوچھاکہ ان تینوں آیات؛ وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الۡكَافِرُونَ ...کے بارے میں تمہارا کیاخیال ہے کیا یہ حق ہیں؟ابومجلز نے جواب دیا۔جی ہاں'خوارج نے پوچھا توکیایہ(بنوامیہ کے)حکام اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں؟توانھوں نے جواب دیا۔

هودينهم الذى يدينون به وبه يقولون اليه يدعون 'فان هم تركوااشيأفيه عرفو قد اقبلوا ذنبا۔

یہ شریعت ہی توان(بنوامیہ)کادین اور نظام ہے جس کووہ بطوردین اپناتے ہیں'اسی کے قائل ہیں اوراسی کی جانب لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اوراگراس میں سے کچھ چھوڑدیں تووہ جانتے ہیں کہ انھوں نے گناہ کاکام کیاہے۔

اس کے علاوہ خوارج تکفیر معین کے لیے اہلسنت کے نزدیک قرآن وحدیث سے ثابت شدہ شروط وموانع تکفیرکا التزام کیے بغیر تکفیر کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لیکن جہاں تک کسی فرد کی متعین اور نشاندہی کرکے تکفیریا تخلید فی النارکا تعلق ہے تواس کاانحصاراس بات پر ہے کہ آیاتکفیر کی شروط پوری ہوتی ہیں اور موانع دور ہوتے ہیں یانہیں۔

(مجموع الفتاوی:۲۸-۵۰۰)

خوارج نے اصول ایمان اور کفروارتداد کے حدودوقیود میں اہلسنت کے عقائد کی نسبت غلووزیادتی کرکے مسلمانوں کی تکفیرکی اوران کامال وخون حلال سمجھا۔آج کے دور میں بھی کثیرلوگ جہالت وعصبیت میں مسلمانوں کی تکفیرکرکے گناہ کبیرہ اوربدعت کاارتکاب کرتے ہیں اورخوارج کی روش اختیار کرتے ہیوئے اہلسنہ کے درمیان گروہی ومسلکی عصبیت اور اختلافات کی بناپر مسلمانوں کوکافر قراردیتے ہیں۔حالانکہ صحابہ کرام توخوارج جنہوں نے صحابہ کرام کامال وخون حلال سمجھااوران سے قتال کیا'ان کو بھی اسلام سے خارج قرار نہیں دیتے بلکہ انہیں فرقہ ناجیہ جماعت(اہلسنت) سے خارج بدعتی باغی گروہ اور فرقہ قراردیتے ہیں۔اہلسنت ناحق کفرارتداد کے احکام لاگوکرنے سے بچتے ہیں۔

سیدنا علی سے پوچھا گیا۔ کیاوہ مشرک ہیں؟سیدنا علی نے فرمایاشرک سے ہی تووہ بھاگے ہیں۔ کہا گیا کیاوہ منافق ہیں؟فرمایامنافق تواللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔(مگر یہ ایسے نہیں بڑے عبادت گزار ہیں)پوچھا گیایہ کون اور کیسے ہیں فرمایا۔انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اس لئے ہم نے ان سے قتال کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 'بیہقی)

مرجئہ:

اصول ایمان میں بدعت اختیار کرنے والا دوسرا گروہ مرجئہ ہے۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہر امت میں مجوسی طبقہ ہوتا ہے اور ہر امت میں نصاریٰ کا طبقہ ہوتا ہے اور ہر امت میں زفر(یہود)کا طبقہ ہوتا ہے۔ اور میری امت کے مجوسی طبقہ قدریہ ہیں اور نصاریٰ کا طبقہ حشویہ اوریہودیوں کا طبقہ مرجئہ ہیں۔

(الطبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت کے دو گروہوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے مرجئہ اور قدریہ۔

(ترمذی:۲۱۴۹'ابن ماجہ:۶۲)

مرجئہ کا ظہور صحابہ کرام کے اخیر کے زمانہ میں ہوا'اس کی ابتدا جہم بن صفوان نے کی'اور بعد میں مرجئہ کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔انہوں نے عمل کے ایمان سے کسی بھی قسم کے تعلق کی نفی کردی اور کہا کہ ایمان صرف اعتقاد کا نام ہے'اور صرف اعتقاد کے اقرار یاانکار سے وجود میں آتااور خارج ہوتا ہے' اور کسی قسم کے نیک وبد عمل سے ایمان بڑھتا'گھٹتایاختم نہیں ہوتا۔

مرجئہ نے صحابہ کرام کے فہم کوترک کرکے ان آیات وحدیث سے دلیل لی جن میں صرف ایمان کے قبول کرنے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مثلاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ نے جہنم کی آگ ہر اس شخص پر حرام کر دی ہے جس نے اللہ کی رضامندی کے حصول کیلئے لا الہ الا اللہ کہا۔

(صحیح بخاری:۴۲۵)

مرجئہ کی بدعت اعمال کی مشقت سے چھٹکارے کو جواز بنانے کیلئے' اور بنو امیہ کے حکمرانوں کے خلاف خروج اور اس پر مرتب ہونے والی سزا اور سختی کا نتیجہ تھی۔ حجاج کی طرف سے بغاوتیں کچلنے کے نتیجے میں ارجاء کا بہت زیادہ پھیلاؤ ہوا' عبد الرحمن بن اشعث نے شکست کے بعد مرجئہ نظریہ اپنایا۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں یحیٰی اور قتادہ کہتے تھے۔

اس امت کیلئے ارجاء سے زیادہ بدعات میں سے کوئی اور چیز خطرناک نہیں۔

(کتاب السنہ:۳۸-۱)

مرجئہ فرقوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شاکیہ: یہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال اور طاعات ایمان میں سے نہیں ہیں۔

منقوصیہ: یہ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا نہیں ہے۔

تارکیہ: یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر صرف ایمان لانا فرض کیا ہے۔

راجیہ: یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی بدکار کو عاصی و نافرمان نہیں کہہ سکتے اور نہ کسی نیکوکار کو تابع و فرمانبردار کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ اس کیلئے عند اللہ کیا ہے۔

ان کے علاوہ انہی جیسے متفرق عقائد کے دیگر مرجئہ فرقوں کے نام ہیں۔

سائبیہ' بھیسیہ' مستثنیہ' مشبہ' ظاہریہ' بدعیہ۔

(تلبیس ابلیس:۵۳)

ارجاء کے معنی ہیں تاخیر کرنا اور پیچھے کرنا مرجئہ اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے عمل کو ایمان سے پیچھے کر دیا۔

مرجئہ کی اقسام:

مرجئہ ایمان کے باب میں تین قسم کے ہیں۔

ا۔ متکلمین مرجئہ: ان کے عقائد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں۔
- ایمان علم کا نام ہے اور اس کی دل سے تصدیق کرنا ہے۔
- کفر جہل کا نام ہے اور یہ دل سے جھٹلانا اور انکار کرنا ہے۔
- انسان اعتقاد سے بھی کامل مومن بن سکتا ہے۔
- عمل کو وہ ایمان شمار نہیں کرتے۔
- کفریہ عمل کفر کی علامت ہیں بذات خود کفر نہیں۔
- کفریہ عمل سے ایمان پر اثر نہیں پڑتا یہ ایمان کے منافی نہیں۔
- کفریہ اعمال کرتے ہوئے اعتقادی طور پر اللہ کے نزدیک مومن ہے۔
- کسی کفریہ عمل کے مرتکب کو کافر کہنا اس کے دل سے علم اور تصدیق کی نفی ہے۔

متکلمین مرجئہ کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایمان صرف اعتقاد کا نام ہے اور صرف اعتقاد میں کفر سے ختم ہوتا ہے ' اور نیکی اور گناہوں سے بڑھتا گھٹتا نہیں۔

۲- مرجئہ فقہاء

- کوفہ کے فقہاء اور عابد تھے۔
- عمل ایمان کی تعریف میں شامل نہیں۔
- ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے۔
- عمل سے ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں۔

مرجئہ فقہاء کہ عقائد کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایمان اعتقاد اور قول سے وجود میں آتا ہے'اوراعتقاد اور قول میں کفر سے ختم ہوتا ہے۔ نیکی اور گناہوں سے بڑھتا گھٹتا نہیں۔

ان کا عقیدہ جہم بن صفوان کی طرح نہ تھا انھوں نے خوارج کے عقائد کے رد میں تطبیق کی خاطر ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہیں کیا۔ البتہ یہ عمل کو ایمان کی شاخیں قرار دیتے ہیں۔

۳۔ مرجئۃ العصر

☆ ایمان کی تعریف صحیح کرتے ہیں۔

☆ ایمان دل کا اعتقاد' زبان کا قول اور اعضاء کا عمل ہے۔

☆ ایمان اطاعت سے بڑھتا اور نافرمانی سے گھٹتا ہے۔

☆ کفریہ عمل کرنے والے پر حکم اور تعامل میں متکلمین مرجئہ کی پیروی کرتے ہیں۔

☆ کفریہ عمل صرف کفر پر دلالت کرتا ہے بذات خود کفر نہیں۔

☆ کفریہ اعمال ایمان کو ناقص کرتے ہیں خارج نہیں۔

☆ کفر دل سے انکار کا نام ہے۔

☆ ان کے نزدیک کفر کیلئے کفریہ اعتقاداوراستحلال لازماً شرط ہے اورایسا کوئی کفریہ عمل نہیں جو کفریہ اعتقاداوراستحلال کے بغیر اصل ایمان کو توڑدے۔

مرجئۃ العصر کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ 'ایمان اعتقاد' قول اور عمل سے وجود میں آتا ہے اور صرف اعتقادو قول کے انکار سے ختم ہوتا ہے۔ایمان اثبات سے وجود میں آتا ہے'نیکی سے بڑھتا' گناہوں اور کفر سے گھٹتااور ناقص ہوتا ہے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو(مرجئہ)کہتے ہیں کہ کفر صرف(اسلام کی) تکذیب اور انکار(کی صورت میں ہوتا)ہے۔توپھر اس باب(حکم المرتد)کا کیا مطلب ہے جو ہر مذہب کے علماء نے باندھا ہے اور مرتد ایسا مسلمان ہوتا ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جاتا ہے۔ حتی کہ علماء نے کئی اعمال بتائے ہیں جن کا(اعتقاد کے بغیر) محض ہنسی مذاق میں کرنے سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔

(کشف الشبہات:۳۲)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہاں سے ہی جہم بن صفوان اوران کے پیروکاروں کی خطاواضح ہوتی ہے'انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ ایمان مجرد تصدیق اوردل کے علم کا نام ہے'انہوں نے دل کے اعمال کو ایمان میں شمار نہیں کیاان کا گمان ہے کہ انسان اپنے دل (اعتقاد)سے مومن ہو سکتا ہے'خواہ(اپنے عمل سے)اللہ اوراس کے رسول کو گالیاں ہی کیوں نہ دیتا ہو'خواہ اللہ تعالی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوراللہ کے دوستوں سے عداوت ودشمنی رکھتا ہو'خواہ انبیاء کو قتل کرتا ہو' مساجد کو مسمار کرتا ہو'قرآن کی بے حرمتی کرتا ہو کافروں کا انتہائی اکرام واحترام کرتا ہو اوراہل ایمان کو رسوااوران کی اہانت کرتا ہو'کہتے ہیں یہ سارے اعمال گناہ تو ہیں مگر اس ایمان کے منافی(خارج کرنے والے)نہیں جو دل میں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:۱۸۸-۷)

نیز فرماتے ہیں۔

جو عمل سے پھر گیا اس نے ایمان کی نفی کی قرآن وسنت میں اس شخص کے ایمان کی نفی کی گئی ہے جو شخص دلی طور پر توحید سے واقف ہو مگر مخالفت و دشمنی کی بنا پر وہ کبھی مومن نہیں کہلا سکتا جبکہ جہمیہ کے نزدیک اگر دل میں علم ہو تو وہ کامل مومن ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان (مرجئہ) کی بات کی بنیاد ہی غلط ہے جو اہل اسلام کے اجماع سے خارج ہے اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اگرچہ کفر کا اعلان ہو۔

(کتاب الفصل:۳-۲۴۲)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایمان کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی' اس طرح کفر کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی...ان دونوں میں سے ایک حصہ زائل ہونے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔

(کتاب الصلوۃ)

اہلسنت کے نزدیک ایمان کی تعریف اور اس کے اصول یہ ہیں

☆ ایمان اعتقاد' قول اور عمل کا نام ہے۔

☆ ایمان نیکیوں سے بڑھتا اور نافرمانیوں اور کبیرہ گناہوں سے گھٹتا اور ناقص ہوتا ہے۔

☆ ایمان کفریہ اعتقاد' قول اور عمل سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔

اہلسنت کے نزدیک ایمان کی تمام شاخیں برابر حکم نہیں رکھتیں' ایک اصل ایمان ہے جس کے منافی اعتقاد' قول اور عمل سے ایمان خارج ہو جاتا ہے اور دوسرا کمال ایمان ہے جس کے منافی عمل سے ایمان خارج نہیں ہوتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ایمان کی سب سے بلند شاخ لا الٰہ الا اللہ ہے 'اور سب سے ادنی شاخ راستی میں سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی شاخوں میں سے ہے۔

(صحیح بخاری:۹)

اس حدیث میں مذکورہ کمال ایمان مثلاً حیا وغیرہ تو اس کے منافی عمل کی صورت میں بے حیائی اور زنا کے ارتکاب سے ایمان خارج نہ ہوگا جب تک کوئی اس کو اعتقاداً حلال نہ جان لے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں جو لوگ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے میری شفاعت ان کیلئے ہوگی۔

(ترمذی:۲۴۳۵)

اس حدیث میں حیا کو ایمان قرار دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ بھی ایمان (کے کمال) میں شامل ہیں جن کے کرنے سے ایمان بڑھتا ہے۔

حدیث میں ایمان کی جو سب سے بلند شاخ لا الہ الا اللہ بیان ہوئی ہے وہ اصل ایمان کی ہے اس کے منافی شرکیہ عمل کی صورت میں ایمان خارج ہوجاتا ہے چاہے اعتقاد میں شرک کو پہچان کر اس کے حرام ہونے کا عقیدہ ہی کیوں نہ رکھے۔

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
اس میں اختلاف نہیں کہ توحید لازماً دل' زبان اور عمل کے ذریعے سے ہوگی' اور اگر ان میں سے کوئی چیز کم ہوئی تو آدمی مسلمان نہیں۔ اور اگر توحید کو جان کر اس پر عمل نہ کرے وہ سرکش کافر ہے فرعون اور ابلیس اور ان جیسے دیگر کافروں کی طرح اور اس میں بہت سے لوگ غلطی کر جاتے ہیں۔

(کشف الشبہات:۲۸)

توحید کے علاوہ اصل ایمان میں ایمان کے دیگر ارکان فرشتوں پر' کتابوں پر' رسولوں پر' یوم آخرت پر اور تقدیر پر ایمان شامل ہیں۔ ان کے علاوہ "نواقض الا ایمان " ایمان سے خارج کرنے والے کفریہ اعمال بھی اصل ایمان کے منافی ہیں چاہے ان کا ارتکاب کرتے ہوئے اعتقاد میں ان کے حرام ہونے کا عقیدہ ہی کیوں نہ رکھا جائے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
جس نے کچھ ایسا کہا یا کیا جو کفر ہے تو اس سے وہ کافر ہوا' اگرچہ وہ کافر ہونے کا قصد نہ بھی کرے کیونکہ کوئی بھی کفر کا ارادہ نہیں کرتا۔

(الصارم المسلول:۱۷۸)

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
جادو سیکھنا اور سکھانا حرام ہے ہم نہیں جانتے کہ اس میں اہل علم (اہلسنت) کا اختلاف ہو ہمارے ساتھی کہتے ہیں جادوگر جادو سیکھنے اور کرنے سے کافر ہو جاتا ہے چاہے اس کو حرام سمجھے یا حلال۔

(المغنی:۸-۵۱)

اللہ تعالیٰ نے کفر وارتداد کے احکام کو ظاہری اعمال کا مکلف بنایا ہے نہ کہ اعتقادی

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کو کریدوں اور یہ کہ ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں۔

(صحیح بخاری:۴۳۵۱)

حضرت عباس بدر میں کفار کے لشکر کے ساتھ آئے وہ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن مشرکین انھیں زبردستی ساتھ لے آئے' جنگ میں گرفتار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیگر کفار قیدیوں کی طرح فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عذر بیان کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول نہیں فرمایا اور انہیں بھی دیگر قیدیوں کی طرح فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا' اور فرمایا:
ہم تمہارے ظاہر پر فیصلہ کریں گے اور تمہارے باطن کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کا مواخذہ وحی کے ذریعے ہو جاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اب تو ہم ظاہری اعمال پر مواخذہ کریں گے جس آدمی کے ہمارے سامنے اچھے اعمال ظاہر ہوں گے تو ہم اس کو امن دیں گے اور ہمیں اس کے پوشیدہ اعمال کا کچھ واسطہ نہیں اس کے پوشیدہ اعمال کا محاسبہ اس سے اللہ کرے گا اور جو ہمارے سامنے ظاہر اُبرے اعمال کرے گا تو ہم اسے نہ امن دیں گے اور نہ اس کی بات مانیں گے اگرچہ وہ کہے کہ اس کی باطنی کیفیت اچھی ہے۔

(صحیح بخاری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۔

(محمد:۲۵)

بیشک جو لوگ اس کے بعد کہ ان پر ہدایت ظاہر ہو گئی اپنی پیٹھوں کے بل پلٹ گئے۔

امام ابن حزم اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

اللہ نے انہیں کافر قرار دیا بعد اس کے کہ انہیں حق کا علم ہو چکا تھا اور ہدایت واضح ہو چکی تھی صرف ان کے اس قول کی بنا پر جو انہوں نے کفار کو کہا تھا انہیں کافر کہا گیا ہے اور اللہ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ وہ ان کے دلوں کے راز جانتا ہے اور اللہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انکار یا تصدیق ہے بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ ان کے باطن میں تصدیق ہے کیونکہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی ہے اور جس پر ہدایت واضح ہو جائے تو اس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ دل سے انکار کر سکے۔

(کتاب الدرہ فیما یجب اعتقاد:۳۲۹۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض لوگوں کو ایک کفریہ قول کہنے کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے حالانکہ وہ معذرتیں پیش کر رہے تھے کہ ہمارا مقصد یہ نہیں تھا۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔

(التوبہ:٦٥)

اوراگر آپ پوچھیں توضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق اوردل لگی کررہے تھے۔ کہہ دیجئے! کیا تم اللہ اوراس کی آیات اوراس کے رسول کے ساتھ استہزاء کررہے تھے' بہانے مت بناؤ بیشک تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فبین انھم کفار بالقول مع اَنھم لم یعتقد واصحتہ۔

(مجموع الفتاویٰ:۷-۱۷۳)

پس یقیناً وہ اس قول ہی کی وجہ سے کافر ہو گئے باوجود اس کے کہ انہوں نے اس کے جائز ہونے کاعقیدہ نہیں رکھا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ۔

(التوبہ:۳۷)

بلاشبہ (کسی مہینے کو) آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

توثابت ہوا کہ مہینوں کا آگے پیچھے کرنا کفر ہے' یہ بھی دیگر افعال کی طرح ایک فعل ہے' اس سے اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنا مراد ہے' پس جو اللہ کے حرام کردہ کو حلال کردے اور جانتا بھی ہو کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے تو وہ محض اس فعل کی وجہ سے کافر ہو گا۔

(الفصل:۳-۲۴۵)

توحید حاکمیت کے ضمن میں ارجاء

جب کہ مرجئۃ اللہ تعالیٰ کے احکام وشریعت پر اعتقاد رکھتے ہوئے عمل میں اس کے مخالف قانون سازی اور تبدل کو محض ایمان میں نقص قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک اللہ کی حاکمیت سے کفر اعتقاد میں بھی احکام دین اور شریعت کا انکار کرنے یا قانون سازی یا تبدل کو حلال یا جائز سمجھ لینے کی صورت میں ہوتا ہے'اوراعتقاد سے مخالف اللہ کی حاکمیت کے ضمن میں محض عملی کفران کے نزدیک کوئی نہیں۔یہ وہی قدیم متکلمین مرجئۃ کا عقیدہ ہے۔مرجئۃ العصر کا ان کے مخالف محض ایمان کی تعریف میں اہلسنت کی پیروی کرنا بے فائدہ ہے۔اہلسنت اور سلف صالحین نے اللہ کی حاکمیت پر اعتقاداً ایمان لانے اوراس کے احکام و قوانین کی تصدیق کرنے کے باوجود اللہ کی حاکمیت سے عملاً کفر وشرک کی صورت کو صراحت سے بیان کیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جس نے عملاً حرام کو حلال قرار دیا وہ بالاتفاق کافر ہے...اور اگر وہ اس بات کا عقیدہ تو رکھتا ہے کہ یہ چیز اللہ اور رسول نے حرام قرار دی مگر اس کے باوجود وہ اس کے حرام کو حلال کرتا ہے تو پہلے والے سے بھی شدید کافر ہو گا یا اس شخص کا خیال ہوتا ہے کہ اللہ کی حرام کردہ کو حلال یا حلال کردہ کو حرام کرنے سے اللہ سزا نہیں دے گا...تو اس شخص نے رب کو پہچانا نہیں'اگر سب سمجھتا ہے پھر بھی ایسا عمل (غیر اسلامی قانون نافذ) کرتا ہے تو یا تو اپنی خواہشات کی اتباع کر رہا ہے یا شرعی احکام سے نفرت کی بنا پر ایسا ہے تو اس کا کفر مکمل طور پر واضح ہے'ایسے لوگوں کے کفر پر قرآنی دلائل بے شمار ہیں۔

(الصارم المسلول)

اہلسنت توحید حاکمیت کو ایمان باللہ توحید کے ضمن میں توحید الوہیت'ربوبیت اوراسماء وصفات میں شامل سمجھتے ہیں' جس کے مطابق قانون سازی اور دستور ٹھہرانا صرف اللہ کا حق ہے'اور وہ توحید حاکمیت کے منافی شرک'غیر اللہ کی قانون سازی اور غیر اسلامی قوانین کے نافذ کرنے کو عمل میں بھی شرک اور کفر اکبر قرار دیتے ہیں چاہے اعتقاد میں کوئی یہ عمل کرتے ہوئے اللہ کو قانون ساز مانے اوراس کی شریعت پر ایمان کا دعویٰ کرے۔

اسلامی احکام و قوانین کو چھوڑ کر خود ساختہ قوانین اپنانا اور احکام الٰہی کو جانتے بوجھتے تبدیل کرنا یہود کا عمل ہے۔ ان کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ رب بنانا اور اس کی عبادت و حاکمیت میں شرک قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۔

(التوبہ:۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کہا تم لوگ زانی کی حد ایسی ہی پاتے ہو' انہوں نے کہا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علماء میں سے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا ہے۔ کیا تم زانی کی حد اپنی کتاب میں یہی پاتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم نہیں اور اگر آپ مجھے یہ اتنی عظیم قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتلاتا ہم اپنی کتاب میں زانی کی حد رجم پاتے ہیں لیکن ہمارے شرفاء کے طبقے میں زناکاری کی کثرت ہو گئی پس جب ہم کسی معزز آدمی کو زنا کرتے ہوئے پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کرتے' پھر ہم نے کہا کہ آؤ ہم سب جمع ہو کر کسی ایسی سزا پر متفق ہو جائیں جسے ہم معزز' کمزور اور رزیل ہر ایک پر قائم کر سکیں' چنانچہ ہم منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے پر متفق ہو گئے اور سنگساری کی سزا کو ترک کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ بیشک میں پہلا شخص ہوں جس نے آپ کے حکم کو زندہ کیا جبکہ لوگوں نے اسے ضائع کر دیا تھا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا تو اسے رجم کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یایھالرسول لایحزنك... اللہ تعالیٰ کے قول ان اوتیتم ھزوا... اور اللہ تعالیٰ کے قول ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاولئك ھم الکفرون۔ یہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کے قول ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاولئك ھم الظلمون یہ بھی یہود کے

بارے میں ہے'اللہ تعالیٰ کے قول ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاولئك هم الفسقون تک فرمایا یہ سب کفار (یہود کے اس واقعہ) کے بارے میں ہیں۔

(ابو داؤد:۴۴۴۸)

ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ان تینوں آیات کے بارے میں دریافت کیااور کہا کہ کہاجاتا کہ یہ تینوں آیات بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئیں تھیں۔

سیدناحذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نعم الاخوة لکم بنواسرائیل ان کان لکم کل حلوة وبهم کل مرة۔

(مستدرک حاکم:۲-۳۱۳'تفسیر عبدالرزاق:۱-۱۹۱وطبری)

کتنے ہی اچھے بھائی ہیں تمہارے یہ بنی اسرائیل کہ کڑواکڑواسب ان کیلئے اور میٹھامیٹھاسب تمہارے لیے ہے۔

ان آیات میں لفظ 'من'عموم تمام امتوں پر دلالت کرتاہے نہ کہ خاص یہودیوں پر۔کیونکہ توحید الوہیت وحاکمیت کاعقیدہ سب امتوں کیلئے یکساں اور غیر متبدل ہے۔

امام حافظ اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۲ھ)فرماتے ہیں۔

ومن لم یحکم...ظاہری آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جسنے کوئی ایسا فعل کیاجیسایہودیوں نے کیاتھااور کوئی ایساحکم (قانون) اختراع کیاجواللہ کے حکم کے خلاف ہواوراسے دین(اجتماعی قانون)بنادیاتاکہ اس پر عمل کیاجائے تواس پر وہی وعید لازم آئے گی جوان یہودیوں پر آئی تھی وہ خواہ حکمران ہویاکوئی اور ہو۔

(فتح الباری:۱۳-۱۲۹)

ارشادباری تعالی ہے

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ ۔

(المائدہ:۴۳)

اور وہ آپ سے فیصلہ کس طرح لیتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے۔

اس آیت کے ذیل میں امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان (یہود) کے پاس تورات ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور جس کے حق ہونے کا اقرار کرتے ہیں... میرے حکم سے تو وہ اسے جانتے ہیں اوراس سے انجان نہیں ہیں اور نہ اسے دفع کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس میں میرا حکم شادی شدہ زانی کے بارے میں رجم کا ہے اپنے اس علم کے بعد وہ پھر جاتے ہیں اوراس حکم پر چلنے کو چھوڑ دیتے ہیں اس علم کے بعد کہ یہ میرا حکم ہے میری نافرمانی کرتے ہیں۔

(تفسیر طبری)

عبداللہ بن محمد القنائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس آیت کے سبب نزول و من لم یحکم... میں یہ بات معلوم ہے کہ یہود نے تورات میں حکم کو حذف کئے بغیر بدل ڈالا اور بغیر اس اعتقاد کے کہ وہاں کوئی دوسرا نیا حکم اللہ کی طرف سے اترا ہے بلکہ انھوں نے اسے اصل حکم مانتے ہوئے بدلا اور یہ صرف اس لئے کہ وہ حکم ان پر سخت تھا اوراس لئے کہ وہ اسے بجا لانے پر اپنے فسق کی وجہ سے قدرت نہیں رکھتے تھے۔

(حقیقۃ الایمان:۵۹)

عبدالمجید شاذلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

یہود نے اللہ کے احکام بدلے انہوں نے زنا کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھا تھا بلکہ وہ تو اس کا اللہ کی طرف سے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ انہوں نے (حکم بدل کر) یہ نہ کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے' یا یہ اللہ کے حکم سے افضل یا انصاف پر مبنی ہے' نہ یہ اعتقاد رکھا کہ انھیں حق تشریع (قانون سازی) حاصل ہے یا تشریع (قانون سازی) حلال و جائز ہے' بلکہ وہ رجم کی سزا بدل کر اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتے تھے اور فقہی راستہ بھی ڈھونڈ رہے تھے اس لئے انہوں نے کہا اس نبی کی طرف چلو کیونکہ وہ تخفیف کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور اگر وہ تمہیں کوڑے اور منہ کالا کرنے کے بارے میں تائید کر دے تو اللہ کے ہاں تمہارے لئے حجت بن جائے گی۔

شیخ محمد ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جس نے وضعی قانون کو حاکم بنایا اگر وہ کہے کہ میں عقیدہ رکھتاہوں کہ یہ قانون باطل ہے تو اس کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کیاجائے گا بلکہ یہ شریعت مطہرہ کو معزول کرنا ہے اور اس طرح ہے جیسے کوئی بتوں کی عبادت کرنے والا کہے کہ میں عقیدہ رکھتاہوں کہ بتوں کی عبادت باطل ہے۔ (فتاویٰ شیخ محمد ابراہیم)

حافظ حکمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کہ جن گناہوں کا ہم نے پہلے ذکر کیا ان کی وجہ سے ہم کسی کو کافر نہیں کہتے ان سے مراد شرک کے علاوہ کبیرہ گناہ ہیں ان سے نہ تو شرک لازم آتا ہے اور نہ ہی یہ قلبی و عملی اعتقاد کے منافی ہیں لیکن ہم ان کے فاعل کو فاسق کہیں گے۔

(معارج المقبول)

اہلسنت اللہ کے احکام کو تبدیل کیے بغیر اس کو اجتماعی طور پر نافذ کرتے ہوئے عمل میں اس سے انفرادی ناانصافی اور خلاف ورزی کو کبیر گناہ قرار دیتے ہیں۔ بنوامیہ کی حکومتوں کی یہی روش تھی جس کی بناپر خوارج ان کے خلاف ناحق خروج (ارادہ قتال) کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر ان کی اصلاح کی اور اسے کفر دون کفر (کفر اصغر) شمار کیا' جس کو ہم خوارج کے باب میں ذکر کر آئے ہیں۔ مرجئہ اس عبداللہ بن عباس کی اس تفسیر سے وضعی شدہ نافذ شدہ قوانین کا دفاع کرتے ہیں۔

شیخ محمود شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان (خوارج) کا سوال اس چیز کے متعلق نہ تھا جس کے ساتھ ہمارے زمانے کے بدعتی (مرجئہ) لوگ دلیل پکڑتے ہیں یعنی لوگوں کی جان و مال اور عزت کے معاملات میں کسی ایسے قانون کی بنیاد پر فیصلے صادر کرنا جو شریعت کے مخالف ہو اور ایسے قانون بنانا جو مسلمانوں کو احکام الٰہی چھوڑ کر کسی دوسرے کے قانون کی طرف رجوع کرنے کا پابند کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا تو اللہ کے حکم اور دین سے سراسر اعراض و انکار ہے اور اللہ کے دین پر کفار کے نظام کو ترجیح دینا ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کسی بھی اہل قبلہ کو شک نہیں۔

(عمدۃ التفسیر)

شیخ سیلمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب فرماتے ہیں۔

اللہ کے نازل کردہ کے خلاف دواحکام ہیں ایک وہ ہیں جو توحید کی ضد ہیں (مثلاً وضعی قانون کا نفاذ) اور دوسرا جو فروع میں ہیں (مثلاً فیصلہ میں انفرادی ظلم وناانصافی)... خوارج جو اللہ کے نازل کردہ کے خلاف حکم دے کو کافر کہتے ہیں۔ اہلسنت کا اس کے خلاف اجماع ہے ہم صرف اسے کافر سمجھتے ہیں جو توحید میں اللہ کے نازل کردہ کے خلاف حکم کرے بلکہ اس کی ضد شرک (غیر اسلامی قوانین حکم ٹھرانے) کو جس نے اختیار کیا۔ (التوضیح عن توحید:١٦١)

تقدیر میں بدعات

قدریہ اور جبریہ

قدریہ:

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہر امت میں مجوسی ہیں اور میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں ہے۔ ان میں سے جو مر جائے تو تم اس کے جنازے میں شریک مت ہو اور جو ان میں سے بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کرو۔

(ابوداوٗد:٤٦٩٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تقدیر کا انکار کرنے والوں کے ساتھ مجلس آرائی نہ کیا کرو اور نہ ہی ان سے سلام وکلام میں پہل کیا کرو۔

(ابوداوٗد:٤٧١٠)

یحیٰ ابن یعمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ بصرہ کا معبد الجھنی تھا۔

قدریہ کانقطہ نظریہ ہے کہ ہر چیز انسان کے ارادہ اور قدرت کے تابع ہے گویاان کے نزدیک انسان اپنی تقدیر خود بناتاہے۔سب کام انسان اپنے ارادہ اوراختیار سے کرتا ہے اللہ کااس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو حوادث کا علم اسی وقت ہوتا ہے جب وہ وقوع میں آتے ہیں۔

قدریہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جنہوں نے کہا کہ اشیاء کے وجود سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہوتا اور دوسری قسم وہ ہے جو کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ پیدا نہیں کرتا بلکہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا قدریہ کا قول کہنے والا کافر ہے'میرے والد نے جواب دیا جب وہ (اللہ کے ازلی) علم کا انکار کرے (صرف اسی صورت میں)۔

(السنۃ للخلال روایۃ:۸٦۲)

قدریہ کے فرقوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

<u>احمریہ</u>: یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عدل میں شرط یہ ہے کہ اپنے بندوں کو ان کے کاموں کا مختار کرے۔

<u>ثنویہ</u>: یہ کہتے ہیں بھلائی تو اللہ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور برائی ابلیس پیدا کرتا ہے۔

<u>کیسانیہ</u>: یہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں معلوم ہوتا کہ یہ افعال آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں یا بندوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

<u>شریکیہ</u>: یہ کہتے ہیں کہ سب برائیاں مقدور ہیں سوائے کفر کے۔

<u>شریکیہ</u>: یہ کہتے ہیں کہ مخلوق کے افعال کی ذات نہیں ہے اور نہ نیکی وبدی کی ذات ہے۔

ان کے علاوہ دیگر فرقوں کے نام یہ ہیں ربویہ'راوندیہ'شیطانیہ'ناکثیہ'قاسطیہ'نظامیہ اور بتریہ۔ تلبیس ابلیس:۵۱

جبریہ:

جبریہ نے تقدیر کے معاملے میں قدریہ کے مخالف گمراہی اختیار کی' ان کے نزدیک افعال واعمال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں' اور یہ ان میں انسان کے قدرت واختیار کا انکار کرتے ہیں۔

جبریہ کے فرقوں کی تفصیل درج ذیل ہے

مضطریہ: یہ کہتے ہیں کہ آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔

افعالیہ: یہ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال تو ہم سے صادر ہوتے ہیں لیکن ہم کو اس کے کرنے یا نہ کرنے میں استطاعت خود نہیں ہے۔

مفروعیہ: یہ کہتے ہیں کہ کل چیزیں پیدا ہو چکیں اب کچھ پیدا نہیں ہوتا۔

نجاریہ: یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے نیک وبد افعال پر عذاب نہیں کرتا بلکہ اپنے فعل پر عذاب کرتا ہے۔

کسبیہ: یہ کہتے ہیں کہ بندہ کچھ ثواب یا عذاب نہیں کماتا۔

حسبیہ: یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں سب لوگ برابر اور مشترک ہیں۔

معیہ: یہ کہتے ہیں کہ یہ افعال ہم سے صادر ہوتے ہیں اور ہم کو ان کی استطاعت وقدرت حاصل ہے۔

ان کے دیگر فرقوں کے نام درج ذیل ہیں: سابقیہ 'فکریہ 'خوفیہ 'مبائینہ اور حبیہ۔

(تلبیس ابلیس:۵۵)

ابوحفصہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔

اے میرے بیٹے 'تو ہر گز ایمان کی حقیقت کی حلاوت نہیں پائے گا یہاں تک کہ تو یہ جان لے (عقیدہ رکھے) کہ تجھے جو کچھ پہنچا ہے وہ تجھ سے ہر گز چھٹنے والا نہ تھا اور جو تجھ سے رہ گیا ہے وہ تجھے ہر گز ملنے والا نہ تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ

"پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم ہے پھر اس سے فرمایا لکھ اس نے کہا اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کی تقدیر لکھ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اس (عقیدہ کے بغیر) مر گیا تو وہ مجھ سے نہیں۔

(ابو داؤد:۴۷۰۰)

حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ مزینہ یا جہنیہ کے ایک شخص نے سوال کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہم کرتے ہیں کیا یہ جان کر کریں کہ اس پر تقدیر دافع ہو چکی ہے یا یہ کہ یہ بغیر تقدیر کے بس ابھی ایسا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ سمجھ کر کہ تقدیر میں متعین ہو چکا ہے تو اس شخص نے یا چند لوگوں نے کہا کہ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عمل کرو) کہ بے شک اہل جنت کو جنت میں لے جانے والے اعمال کی توفیق ملتی ہے اور اہل دوزخ کو دوزخ میں لے جانے والے اعمال کی توفیق ملتی ہے۔

(ابو داؤد:۴۶۹۶)

یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں... کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا اے ابو عبد الرحمٰن ہمارے علاقے میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جو قرآن حکیم کو پڑھتے ہیں اور عالم ہونے کے دعوایدار ہیں لیکن وہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم ان سے ملو تو انہیں بتانا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں 'اللہ کی قسم 'اگر وہ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریں 'اللہ تعالیٰ ان سے ہر گز قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئیں۔

(صحیح مسلم:۸)

تقدیر اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اوراس کے علم اور لوح محفوظ میں درج ہے' اچھی اور بری تقدیر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ نیکی کی توفیق اللہ کی طرف سے ہے اور یہ اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہے اور بدی و گناہ اپنے نفس اور شیطان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ نیکی وبدی پر اللہ نے انسان کو قدرت واختیار دیا ہے اس سے بدی کے لیے اللہ کی تقدیر کا سہارا لینا غلط ہے۔ اس بات کی تفصیل ایمان کے ارکان 'تقدیر' کے بیان میں گزر چکی ہے۔

اللہ کی صفات میں بدعات

اشاعرہ اور ماتریدیہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔

(الاعراف:۱۸۰)

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے ہی اللہ کو پکارا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔

(الروم:۲۷)

اسی کی بہترین اور اعلی صفت ہے' آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔

اشاعرہ کی بدعت سب سے پہلے ابو الحسن اشعری نے اختیار کی جو پہلے معتزلہ کے مذہب پر تھے۔ اشاعرہ اللہ تعالیٰ کی صفات جو اس نے قرآن میں بیان کی ہیں ان کی تاویل (ظاہری معنوں کو پھیر دینا) کرتے ہیں۔ اشاعرہ اللہ کی صفت کلام 'صفت علو' صفت استوا' ید' عین اور رجل وغیرہ جیسی صفات الٰہی کی تاویل کرتے ہیں' اور صفت استوا اور علو سے

مراد غلبہ پانااور ید' عین اور رجل وغیرہ سے مراد قدرت لیتے ہیں۔اشاعرہ کی اس بدعت کی وجہ ان کا عقل اور علم الکلام وفلسفہ سے ان چیزوں کو پرکھنا ہے۔

اہلسنت اللہ کی ان صفات کو ان کے ظاہری معنوں کے ساتھ مانتے ہوئے اس کی عظمت اور شان کے لائق سمجھتے ہیں اوران کی کسی اور ظاہر و محیط شئے کے ساتھ تمثیل تکیف یاان کی تاویل' تحریف اور تعطیل بیان نہیں کرتے۔

جہمیہ نے بھی اللہ کی صفات میں گمراہی اختیار کی لیکن ان کی گمراہی اشاعرہ کی طرح نہ تھی۔اشاعرہ قرآن میں مذکورہ اللہ کی صفات کو مانتے ہیں لیکن اس کے معنی کی تاویل کرتے ہیں۔ماتریدیا بھی اس میں اشاعرہ کے موافق ہیں۔جس کی وجہ سے اہلسنت نے ان کو بدعتی گروہ قرار دیاہے۔جبکہ جہمیہ اللہ کی صفات کا سرے سے ہی تعطیل(انکار)کرتے ہیں۔اس لیے اہلسنت نے ان کے کفر کی تصریح کی ہے۔جہمیہ اوراس کے فرقوں کی تفصیل ہم کفر وارتداد کے باب میں بیان کریں گے۔

اشاعرہ اپنی غلطی میں اس لیے واقع ہوئے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کا فرمان 'لیس کمثله شیء' تقاضا کرتاہے کہ ہم اللہ کی ہر اس صفت کی تاویل کریں جو مخلوق کے لیے ثابت ہے۔اس تاویل کو بہت سے علماء نے اختیار کیا۔

اہلسنت اللہ کی وہ صفات جو مخلوق کے لیے ثابت ہیں ان کو مخلوق سے مشابہ اس کی کیفیت اور جہت واحاطہ بیان نہیں کرتے بلکہ ان کو مانتے ہوئے اس کو اللہ کی عظمت اور شان کے سپرد کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

"ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ عرش پر ہے جیسے اس نے چاہااور جس طرح چاہا، بغیر کسی حد اور بغیر ایسی صفت کے جہاں کوئی بیان کرنے والا پہنچ سکتاہے یا کوئی حد مقرر کرنے والا حد مقرر کر سکتاہے، پس اللہ عزوجل کی صفات اسی سے ہیں اور اسی کے لیے ہیں، اور وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے اپنے آپ کو متصف کیاہے، اس کو نگاہیں نہیں پا سکتیں۔"

(کتاب درءابن تیمیہ' الرد علی الجہیمہ:۱۰۴)

حضرت ابو یونس سلیم بن مولیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ان اللہ یامرکم ان تؤدوالامانت الی اھلھا' سے اللہ تعالیٰ کے قول ان اللہ کان سمیعام بصیرا' تک پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنا انگوٹھا کان مبارک پر رکھے ہوئے ہیں اور شہادت کی انگلی کو اپنی آنکھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ (اللہ کی صفات سمع وبصر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یہ آیت پڑھتے ہیں اور اپنی دونوں انگلیاں رکھتے ہیں' محمد بن یونس نے کہا کہ عبداللہ بن یزید المقری نے فرمایا کہ یہ اشارہ کرنا جہمیہ پر رد ہے۔

(ابو داؤد:۴۷۲۷)

حضرت جابر بن عبداللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے یہ اجازت دی گئے ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے کسی فرشتے کے بارے میں بیان کروں کہ اس کے کانوں کی لو سے کندھے تک کا درمیانی فاصلہ سات سو سال (کی مسافت جتنا) ہے۔

(ابو داؤد:۴۷۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ لوگ ہمیشہ آپس میں بحث ومباحثہ کرتے رہیں گے (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں) یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا۔ پس جو اپنے دل میں اس قسم کا شبہ پائے تو اسے چاہیے کہ کہے' امنت باللہ' میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔

(ابو داؤد:۴۷۲۱)

خلافت علی منہاج النبوۃ کے متعلق بدعات

زیدیہ اور عباسیہ:

زیدیہ جن کے امام زید بن علی بن حسین بن علی تھے۔زیدیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اولین امام مقرر کیا تھا'لیکن اگر امت کسی شخص کو امام چن لے'اس کی بیعت کرلیں تو اس کی امامت درست اور بیعت لازم ہے۔زیدیہ کے ہاں حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح ہے۔یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام کی افضلیت تسلیم کرتے ہیں۔زیدیہ کا جو عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں ہے وہی عقیدہ عباسیہ کا حضرت عباس بن عبد المطلب کے بارے میں ہے۔یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تکریم کرتے ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ وعباس رضی اللہ عنہ کی امامت کے عقیدے کی وجہ سے بدعتی گروہوں میں شامل ہیں۔جبکہ روافض وشیعہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تکفیر اوران کے جمع کردہ قرآن وحدیث کے تحریف کے عقائد کی وجہ سے اہلسنت نے ان کی تکفیر کی تصریح کی ہے۔روافض وشیعہ کے عقائد کی وضاحت آگے آئے گی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
کہ آج رات ایک مرد صالح (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو دکھایا گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹکایا گیاہے اور عمر کو ابو بکر کے ساتھ لٹکایا گیاہے۔جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے ہم نے کہا کہ جہاں تک مرد صالح کا تعلق ہے تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ہیں اور جو بعض کو بعض کے ساتھ لٹکایا گیاہے تو وہ اس کے ذمہ دار اور سرپرست ہوں گے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجاہے۔

(ابو داؤد:۴۲۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کہتے تھے کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے پھر ان کے بعد حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے'پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے پھر اس کے بعد ہم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے'ان میں آپس میں کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

(ابو داؤد:۴۶۲۷)

محمد فریابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔
کہ جس شخص کا یہ خیال ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین (ابو بکر و عمر) سے زیادہ مستحق تھے خلافت کے تو بیشک اس نے غلط اور خطاکار ٹھرایا حضرت ابو بکر اور تمام مہاجرین وانصار صحابہ کو اور میں نہیں سمجھتا کہ ایسے شخص کے اس اعتقاد کے باوجود اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف بلند ہو۔

(ابو داؤد:۴۶۳۰)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح اس نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔وہ تحریف 'تعطیل 'تکیف اور تمثیل میں سے کسی گمراہی کے مرتکب نہیں ہوتے بلکہ یہ امت تمام امتوں میں درمیانی راستے کی حامل ہے۔اہلسنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں اہل تعطیل یعنی جہمیہ اور اہل تمثیل یعنی مشبہہ کے عقائد کی درمیانی راہ اپنانے والے ہیں 'اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے بارے میں جبریہ اور قدریہ وغیرہ کے عقائد کی درمیانی راہ اپنانے والے ہیں۔ایمان کے بارے میں خوارج 'معتزلہ 'مرجئہ اور جہمیہ کے عقائد کی درمیانی راہ کے حامل ہیں 'اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روافض اور خوارج کے عقائد کی درمیانی راہ کے حامل ہیں۔

(شرح العقیدہ الواسطیہ:۱۲۴-۱۳۲)

باب پندرہ

ایمان سے کفروارتداد

ایمان قبول کرنے کے بعد ایمان سے پھر جانایااسلام یااس کے کسی حکم کاانکار کردینا'یااسلام کی حالت میں کسی ایسے اعتقاد'قول یافعل کاارتکاب کرناجوکفراکبر تک پہنچتاہو'اس سے آدمی کاایمان اوراعمال ضائع ہو جاتے ہیں'اورآدمی مرتدہوکردائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔

(البقرہ:۲۱۷)

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ حالت کفر پر ہی مر جائے تو انہی لوگوں کے اعمال دنیااورآخرت میں برباد ہو گئے اور یہی لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا۔

(النساء:۱۳۷)

بے شک جولوگ ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا پھر ایمان لے آئے پھر کفر کیا پھر کفر میں کہیں بڑھ گئے اللہ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں ہدایت کاراستہ دکھائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من بدل دینہ فاقتلوہ۔

(ابو داؤد:۴۳۵۱)

جو اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے تو اسے قتل کر دو۔

حضرت جزیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

جب غلام (مسلم بندہ) شرک کی طرف بھاگ جائے تو بے شک اس کا خون حلال ہو گیا۔

(ابو داؤد:۴۳۶۰)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو کہ گواہی دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے تین وجہ کے 'ایک یہ کہ شادی شدہ ہو کر زنا کرے' کسی کو ناحق قتل کرے تو جان کے بدلے جان' وہ شخص جو اپنے دین اسلام کو چھوڑ دے اور جماعت (مسلمانوں) سے علیحدہ ہو جائے۔

(ابو داؤد:۴۳۵۸)

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان سے کفر وارتداد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی السرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ انھیں شیطان نے پھسلا دیا اور وہ کفار سے جا ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے امان مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں امان دے دی۔

(ابو داؤد:۴۳۵۳)

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔

کہ فتح مکہ کے روز عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ کر بیٹھ گئے وہ انھیں لے کر آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کو بیعت کر لیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور ان کی طرف تین مرتبہ دیکھا اور ہر

مرتبہ انکار فرمایا' پھر تین مرتبہ کے بعد انھیں بیعت فرمالیا' پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا' کیا تم میں کوئی رجل رشید نہیں تھا کہ جو اس کی طرف کھڑا ہو کر اسے قتل کر دیتا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ روک لیا ہے۔

(ابو داؤد:۴۳۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر غارت گری کی اور انہیں لوٹ کر ہنکالے گئے اور اسلام سے پھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا جو مسلمان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں کچھ لوگوں کو بھیجا تو انھیں گرفتار کر لیا گیا اور ان کے ہاتھ' پاؤں کاٹے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کے بارے میں یہی آیت محاربہ اتری انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله... یہی جزا ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ و رسول سے جنگ کی۔

(ابو داؤد:۴۳۶۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی کہ بنو حنیفہ نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر گئے لیکن معلوم ہوا کہ خبر جھوٹی ہے۔

دور صحابہ میں ایمان سے کفر وارتداد

احادیث نبویہ میں ایمان سے کفر وارتداد کے فتنوں کی پیشینگوئیاں موجود ہیں۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ تمہارے سامنے فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح نمودار ہوں گے آدمی اس میں صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا تو صبح کافر۔

(ابو داؤد:۴۳۶۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کے دور میں جھوٹے دعوئے دار نبوت مسیلمہ کذاب' مانعین زکوۃ' سبائیوں شیعان علی جیسے کفر وارتداد کے فتنے نمودار ہوئے جن کے کفر وارتداد پر صحابہ کا اجماع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور عرب کے کچھ لوگوں نے اسلام سے روگردانی کی تو(حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا' اس پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیونکر جنگ کر سکتے ہیں' جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک وہ یہ شہادت نہ دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں جس نے یہ شہادت دے دی اس نے مجھ سے اپنے مال وجان کو بچالیا' الا یہ کہ اسلام کا حق اس کا خون چاہتا ہو اور اس کا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہو گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوۃ کے درمیان تفریق کر دی' حالانکہ زکوۃ مال کا حق ہے بخدا اگر ان لوگوں نے مجھ سے اونٹ کی ایک رسی بھی جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے روکی تو میں ان سے جنگ کروں گا' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد جلد ہی مجھے محسوس ہوا کہ اللہ نے جنگ کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور میں سمجھ گیا کہ وہ اپنے فیصلے میں حق بجانب ہیں۔

(صحیح بخاری:۱۳۹۹)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس (ملنے) آئے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اتریئے اور ان کے لیے تکیہ رکھ دیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بندھا ہوا پڑا ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلے یہودی تھا پھر اسلام لے آیا پھر دوبارہ اپنے دین کی طرف لوٹ گیا جو برا دین ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ میں اسے قتل نہ کیا جائے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا' چنانچہ اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔

(ابو داؤد:۴۳۵۴)

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق (مرتد) لائے گئے پس آپ نے انھیں جلانے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری:۶۹۲۲)

مرتد کی تعریف

مرتد وہ ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جائے یا وہ اسلام کے بعد کسی ایسے اعتقاد' قول یا فعل کا ارتکاب کرلے جو کفر اکبر شمار ہو۔ایسا شخص مرتد کہلاتا ہے۔

کفر کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ کفر اکبر: کفر اکبر ایسا کفر ہے جس کے ارتکاب سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔مثلاً شرک اکبر

۲۔ کفر اصغر: کفر اصغر وہ کفر ہے جو کفر اکبر سے کمتر ہے اس سے آدمی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

مرتد کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ مجرد مرتد:

مجرد مرتد وہ ہے جو اسلام سے پھر کر یا کفر اکبر کا ارتکاب کر کے اسلام کے خلاف کسی قسم کا کوئی اقدام نہ اٹھائے ۔ مجرد مرتد کو پکڑے جانے کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے کی تلقین کی جائے گی۔

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جو اسلام سے پھر گیا تھا' انھوں نے اس شخص کو تقریباً بیس راتوں تک اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے اس شخص کو تقریباً بیس راتوں تک اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے انکار کردیا تو انھوں نے اس کی گردن ماردی۔

(ابوداؤد:۴۳۵۶)

مغلظ مرتد

مغلظ مرتد وہ مرتد ہے ہے جو اسلام سے پھر کر یا کفر اکبر کا ارتکاب کر کے اسلام کے خلاف کسی قسم کا اقدام اٹھائے ۔مغلظ مرتد کو پکڑے جانے کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت نہیں دی جائے گی' اگر وہ خود ہی اسلام قبول کر لے یا اپنے فعل کی توبہ کر لے' تو پھر بھی اس پر ارتداد کی حد قتل ساقط نہیں ہو گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ قرآن کریم کی آیت 'انماجزاءالذین یحاربون...بیشک یہی بدلہ ہے ان لوگوں کا جو اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں کہ انھیں قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں یا جلاوطن کر دیا جائے' اور یہ دنیا میں ان کیلئے رسوائی ہے اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب ہو گا...یہ مشرکین (اسلام سے پھرنے اور فساد مچانے والوں) کے بارے میں نازل ہوئی۔پس جس نے گرفتاری سے قبل توبہ کر لی تو اس کی توبہ اس پر حد قائم ہونے سے مانع نہیں ہو گی جو حد اس پر لازم ہو گئی۔

(ابو داؤد:۴۳۷۲)

ارتداد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص اسلام سے پھر کر دوسرا مذہب اختیار کرنے کا اظہار کرے بلکہ اگر کوئی اسلام کا دعویٰ اور کلمے کا اقرار بھی کرتے ہوئے اعتقادی' قولی یا عملی کسی ایک طرح بھی کفر اکبر اختیار کرے تو وہ مرتد کہلائے گا۔ارتداد کی نوعیت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

۱- اعتقادی ارتداد

اعتقادی ارتداد یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا کفریہ یا شرکیہ عقیدہ یا نظریہ اختیار کرے جو ایمان و توحید سے منافی ہے۔ مثلاً شرکیہ عقیدہ رکھنا یا اللہ کے حرام کو حلال سمجھنا۔

عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے پس آپ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔(صحیح مسلم)

۲- قولی ارتداد

قولی ارتداد یہ ہے کہ کوئی شخص زبان سے کفریہ کلمات کا اظہار کرے مثلاً اللہ ورسول یا دین کا مذاق اڑانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔

(التوبہ:۶۵-۶۶)

کہہ دیجئے کیا تم اللہ اوراس کی آیتوں اوراس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے اب بہانے مت بناؤ یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔

۳- فعلی ارتداد

فعلی ارتداد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے کفریہ کاموں کا ارتکاب کرے چاہے اعتقاد میں اس کو جائز نہ سمجھتا ہو۔ مثلاً جادو کرنا وغیرہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔

(البقرہ:۱۰۲)

وہ دونوں فرشتے جادو سکھانے سے پہلے کہہ دیتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں لہذا تو کفر نہ کر۔

بدعتی فرقے جہمیہ اور مرجئہ وغیرہ عملی ارتداد کا انکار کرتے ہیں۔ان کے نزدیک جو شخص دل میں ایمان وعقیدہ کی پہچان اور تصدیق رکھتا ہے وہ اس سے مخالف کفریہ عمل سے مرتد نہیں کہلائے گا۔مرجیہ صرف کفر تکذیب کو تسلیم کرتے ہیں اور کفر جحود کا انکار کرتے ہیں۔جبکہ اہلسنت کے نزدیک ارتداد قول وعمل سے بھی وقوع پذیر ہوتا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایمان کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی اس طرح کفر کے حصے دو قسموں پر ہیں قولی اور فعلی' ایمان کے قولی یا فعلی حصے میں سے ایک ایک حصہ زائل ہونے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کفر کے قولی اور فعلی حصے ہیں' (جن سے ایمان زائل ہو جاتا ہے) جس طرح کفریہ قول کہنے سے بندہ کافر ہوتا ہے اس طرح اس کے ہر ہر (فعلی) حصے کے ذریعے کافر ہو گا جیسے بت کو سجدہ اور قرآن کی بے ادبی وغیرہ۔

(کتاب الصلوۃ)

ائمہ اہلسنت نے کفریہ اعمال سے ارتداد کی صراحت کی ہے' اور انہوں نے بہت سارے کفریہ اعمال کا ذکر کیا ہے جن کو اعتقاد کے بغیر محض عمل میں ارتکاب سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لیے کتب احادیث میں ائمہ حدیث نے باب حکم المرتد بیان کیا ہے۔ اور ائمہ اسلام نے باعث ارتداد کچھ کفریہ اعمال کو 'نواقض الاسلام' کے نام سے اجماعاً نقل کیا ہے۔

جس طرح ائمہ فقہا نے اعمال اسلام نماز' روزہ کے نواقض بیان کیے ہیں جن کے ارتکاب سے وہ عمل باطل ہو جاتا ہے اس طرح اسلام کے نواقض بیان کیے ہیں جن کے ارتکاب سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ نواقض الاسلام میں کبیرہ گناہ قتل' زنا وغیرہ شامل نہیں کہ جن کا مرتکب اسلامی جماعت کا ہی فرد کہلاتا ہے بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر کفر و شرک کی قبیل میں سے ہیں جو ایمان اور عقیدے کے منافی ہیں۔

'نقض' کا معنی ہے 'ٹوٹ جانا' اور ناقض الاسلام سے مراد وہ کفریہ اعمال ہیں جن سے اسلام ٹوٹ جاتا ہے۔ یوں تو نواقض الاسلام بہت سارے ہیں' لیکن اس میں انہوں نے ان کفریہ اعمال کا ذکر نہیں کیا جو معروف ہیں اور جن کا عام مسلمان بھی علم و معرفت رکھتا ہے' بلکہ صرف ان کفریہ اعمال کا ذکر کیا ہے جن کا ارتکاب مسلمانوں میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے لیکن مسلمانوں میں اس کی جہالت بہت عام ہے۔

ذیل میں ہم ان کفریہ اعمال کا ذکر کریں گے جن کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے 'نواقض الاسلام' کے نام سے بیان کیا ہے۔

ایمان سے کفر وارتداد کے اعمال

نواقض الاسلام

پہلا ناقض الاسلام:

اللہ کے ساتھ شرک

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۔

(النساء:١١٦)

بے شک اللہ اس کو ہرگز نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔

توحید ہی اسلام اور ایمان کی بنیاد ہے' اور شرک کرنے سے یہ بنیاد ڈھے جاتی ہے۔ آدمی شرک کرے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے اس سے بڑھی غلط فہمی کوئی ہو نہیں سکتی۔ اللہ کی ربوبیت' الوہیت اور اسماء وصفات میں شرک' شرک اکبر ہے جس سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے قرآن وحدیث سے تفصیلی دلائل پیچھے باب 'توحید کا ناقض شرک' میں گزر چکے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کسی بشر کے بارے میں جو شخص اللہ ہونے کا اعتقاد رکھے' یا کسی مردے سے دعا کرے یا اس سے رزق' مدد یا ہدایت کا طلب گار ہو' اس پر توکل کرے تو ایسے شخص سے توبہ کرائی جائی گی کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی۔

(مجموع الفتاویٰ:٢٢-٣)

دوسرا ناقض الاسلام:

شرکیہ وسیلہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۔

(الزمر:۳)

خبردار بندگی اور نیاز مندی خالص اللہ کی ہے'رہے وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوادوسرے کارساز پکڑرکھے ہیں۔(اور کہتے ہیں)ہم توان کی عبادت(رجوع)اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی(وسیلہ)کرادیں۔اللہ یقیناًان کے درمیان ان تمام باتوں کافیصلہ کردے گاجن میں وہ اختلاف کررہے ہیں'اللہ کسی ایسے شخص کوہدایت نہیں دیتاجوجھوٹااورشدید ناشکراہو۔

وسیلہ کاشرک توحیدربوبیت کے شرک میں شامل ہے جس کے مطابق تصرف واختیار کی قدرت صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے'اوراس کے سواکوئی بھی اس کے دربار میں مخلوق کی حاجات پہنچانے اور سفارش کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔اللہ تعالیٰ مخلوق کی تدبیر خود کرتاہے'ان کی حاجات وپکار کاجواب دیتاہے'اوراس کے لیے اس نے اپناکوئی منشی ووزیر مقرر نہیں کررکھا۔جولوگ انبیاءواولیاءکواس عقیدے کے ساتھ وسیلہ بناتے ہیں کہ یہ ہماری پکارسن کراللہ تک پہنچاتے ہیں اوراللہ کے مقرب بندے ہونے کے واسطے ہمارے سفارشی ہیں۔تویہ شرکیہ وسیلہ ہے'اوراللہ کی ربوبیت میں شرک ہے۔

البتہ جوشخص انبیاءواولیاءکووسیلہ اوررب کے دربارتک پکارپہنچانے کاذریعہ نہ سمجھتے ہوں لیکن اللہ کوپکارتے ہوئے انبیاءکی شان وعزت کاواسطہ دے'ان کے امتی ہونے کاوسیلہ بنائے تویہ بدعتی وسیلہ ہے۔کیونکہ اس وسیلہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے کوئی صحیح دلیل نہیں ملتی اس لیے یہ بدعتی وسیلہ کہلاتاہے۔

اور جائز وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی عظمت یا صفات یا اسماء حسنیٰ کا واسطہ دے' یا کسی زندہ مخلوق یعنی اللہ کے کسی نیک بندے سے اپنے لیے دعا کروائے۔ یہ سب صورتیں وسیلہ کی جائز صورتیں ہیں اور ان کے علاوہ دیگر صورتیں شرکیہ اور بدعتی وسیلہ کی ہیں۔ وسیلہ کا شرک ویسے تو پہلے ناقض الاسلام کے ساتھ شرک میں توحید ربوبیت کی شاخ میں شامل ہیں۔ لیکن ائمہ نے ناقض الاسلام کے باب میں وسیلہ کا شرک علیحدہ سے خاص طور پر اس لیے بیان فرمایا ہے کہ مخلوق کو شیطان نے اس ذریعے سے شرک میں بہت زیادہ مبتلا کیا ہے۔ مشرکین مکہ بھی اسی شرک میں مبتلا تھے وہ قوم نوح کے اولیاء کو مستقل بالذات الٰہ نہ سمجھتے تھے بلکہ وہ ان کے متعلق شرکیہ وسیلہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امت محمدیہ میں بھی شیطان نے شرک کی ترویج اس رخ سے کی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو مردے سے دعا مانگنے یا اس کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے لیے اس کی قبر پر حاضری دیتا ہے اور پھر یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ یہ عمل دعا کی قبولیت' آرزوؤں کی تکمیل اور حاجات کی بر آوری کا سبب ہے' یہ ان بے شمار اسباب میں سے سب سے پہلا سبب ہے جو قوم نوح کے اندر شرک اور بت پرستی کا موجب ہے۔

(کتاب الوسیلہ:۲۲)

تیسرا ناقض الاسلام:

مشرکین کو کافر نہ سمجھنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ ۔

(البقرہ:۲۵۶)

پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے پس اس نے نہ ٹوٹنے والے کڑے کو مضبوطی سے تھام لیا۔

جو شخص مشرکین کو کافر نہ کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرنے لگے یا ان کے مذہب کو اچھا کہے یا سمجھنے لگے ایسا شخص بھی کافر ہو جاتا ہے۔ وہ تمام انسان جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور دین اسلام کی پیروی کرنے سے انکاری ہیں ان کو کافر اور ہلاکت کی راہ پر جاننا دین اسلام پر پختہ ایمان کی علامت ہے' اور جو اس کے برعکس یہود' نصاریٰ' ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ سے اتحادو دوستی کی وجہ سے یا بطور اعتدال' شائستگی اور انسانی ہمدردی کے انہیں کافر نہیں کہتے۔ بلکہ ان کو غیر مسلم بھائی کہہ کر پکارتے ہیں' یا ان کے مذہب کے باطل اور خلود فی النار ہونے میں شک میں پڑے ہیں' کہ پتا نہیں خدا ہی جانتا ہے کون صحیح اور غلط ہے! کون جنتی اور جہنمی ہے! ہمیں انہیں کافر نہیں کہنا چاہیے! ان کے مذہب کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے لیے تعریف اور ستائش کے کلمات بولتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ سب صحیح ہیں! یہ بھی خالق حقیقی کی عبادت کرتے ہیں! یہ سب احوال دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا باعث ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات تفصیل طلب ہے کہ ایک وہ مشرکین جو اسلام میں کبھی داخل ہی نہیں ہوئے' ان کے کفار ہونے پر سب علمائے اسلام کا اجماع ہے' اور ان کا کافر ہونا کسی سے مخفی نہیں' مثلاً یہود' عیسائی' ہندو' سکھ' پارسی وغیرہ ان کے علاوہ جہمیہ' باطنیہ' اسماعلیہ اور قادیانی وغیرہ جن کا علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہونے پر اجماع ہے۔ ان کو کافر نہ سمجھنا کفر و اسلام کی سرحدوں کو ملیامیٹ کرنے اور کفر و اسلام کو برابر کر دینے کے مترادف ہے۔ البتہ وہ کفریہ گروہ جن کے کفر کو واضح کرنے کے لیے مخفی احکام کی تفصیل درکار ہے۔ اور مسلمانوں میں ان کا کفر پر ہونا واضح نہیں ان گروہوں مثلاً علمانیت وغیرہ کو کافر نہ کہنے یا نہ سمجھنے کی بنا پر مسلمانوں میں واضح کیے بغیر کفر کا حکم لگا دینا اہلسنت کے منہج کے خلاف ہے اس کے علاوہ وہ گروہ اور فرقے جن کے کافر ہونے میں علمائے اہلسنت کے درمیان اختلاف ہے مثلاً معتزلہ' خوارج یا تارک الصلوۃ وغیرہ ان کو کافر نہ کہنے والوں کی تکفیر کر دینا بھی کسی صورت جائز نہیں۔

اللجنۃ الدائمہ دارالافتاء سعودی عرب کا فتویٰ

جو اہل توحید قبر پرستوں کو کافر سمجھتے ہیں ان کے لیے یہ درست نہیں کہ اپنے ان اہل توحید بھائیوں کو کافر کہیں جو قبر پرستوں کو کافر قرار دینے میں تامل کا شکار ہیں۔ اصل میں ان کے سامنے فتویٰ لگانے میں یہ شبہ ہے کہ وہ ان

قبر پرستوں کو کافر قرار دینے سے پہلے ان پر اتمام حجت کرنا ضروری ہے۔بخلاف غیر مسلموں کے مثلاً یہودی 'عیسائی 'یا کیمونسٹ کہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور جو انہیں کافر نہیں سمجھتا اس کا کفر بھی واضح ہے۔ (للجنہ:۱۰-۲)

چوتھا ناقض الاسلام:

مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔

(المائدہ:۵۱)

اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ' وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں 'اور جو تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہے'بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

کفار سے دلی ہمدردی رکھنا'مسلمانوں کے خلاف ان کی فتح مندی چاہنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی نصرت و مدد کرنا صریح کفر ہے۔کفار کی اسلام کے خلاف جنگ میں مدد و نصرت کرنے میں تمام چیزیں شامل ہیں مثلاً ان کے لشکر کا سپاہی بننا' ان کا اتحادی بننا'ان کا راستہ ہموار کرنا'ان کے لیے جاسوسی کرنا اور ان کی مادی و معنوی کسی بھی قسم کی مدد کرنا وغیرہ اس میں یہ ضروری نہیں کہ کوئی دل میں کافروں کو حق پر سمجھ کر ان کی مدد کرے تب یہ کفر ہو گا بلکہ اگر کوئی کفار کو باطل پر سمجھتے ہوئے محض لالچ اور دنیاوی مفادات کی خاطر یہ کام کرے پھر بھی اس کا وہی حکم ہے۔

شیخ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اللہ رب العزت کے اس زیر تفسیر فرمان و من یتولھم...کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ ان کے گروہ میں ہی شمار ہو گا۔ان سے دوستی کرنے والے پر بھی وہی حکم اور قانون لاگو ہو گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہو گا باوجود اس کے کہ وہ زبانی دعویٰ کرتا رہے کہ میں تو ان یہودیوں اور عیسائیوں

کامخالف ہوں'اس لیے کہ ظاہری حالات وواقعات اور عمل وکردار کی شہادت ان کافروں کے ساتھ پوری پوری موافقت کی واضح دلیل ہے۔

(محاسن التاویل للقاسمی:٦-٢٤٠)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جو یہودیوں اور عیسائیوں کی موافقت کرتا ہے اوران کی مدداور تعاون کرتا ہے تووہ ان میں سے ہی شمار ہوتا ہے۔تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق ومتحد ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا شان نزول ایک ایسی قوم کے افراد سے متعلق ہے جوبظاہر اسلام کادعویٰ اوراظہار کرتے تھے مگران کے دلوں میں یہ خوف جاگزیں تھاکہ اگر بالفرض اہل اسلام کافروں کے ہاتھ شکست کھاگئے توپھر ہماراکیابنے گاہم کدھر جائیں گے'بس اس خوف سے وہ کلمہ پڑھنے کے باوجود یہودیوں'عیسائیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ بناکررکھتے تھے۔ان کے دوستانہ تعلقات کی بنیادفقط وہ خوف تھاجوان کے دل ودماغ پربری طرح سوار تھا۔کافروں سے دوستیاں کرنے والے اوران سے بناکررکھنے والوں کے دلوں میں یہ اعتقادو نظریہ بالکل نہ تھاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے پیغمبر ہیں اور یہودونصاریٰ سچے ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ:٧-١٩٣)

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

لایتخذالمومنون الکفرین اولیاءمن دون المومنین ومن یفعل ذلك فلیس من اللہ شیء۔

(تفسیر الطبری:٦-٣١٣)

اہل ایمان'مومنوں کو چھوڑکر کافروں کوہرگز دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گاتواس کااللہ سے کوئی تعلق نہیں۔

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنی حمائتی اور مددگار نہ بناؤ وہ اس طرح کہ ان کے دین و مذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ'مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا فلیس من اللہ شیئ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لا تعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔

(تفسیر الطبری:٦-٣١٣)

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب ہے یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت'طاقت اور ہر طرح کی مدد فراہم کرتا ہے تو وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتا جائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا'وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھہرے گا نہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہو گا'اس لیے کہ وہ مرتد ہو چکا ہے'یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم یا قیام قیامت تک جاری رہے گا۔

(تفسیر القرطبی:٦-٢١٧)

پانچواں ناقض الاسلام:

غیر اللہ کے قانون کو شریعت اسلامی پر ترجیح دینا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔

کیا ان کے لیے اللہ کے سوا ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اگر قیامت کے دن فیصلہ کرنے کی بات نہ ہوتی تو یقیناً ابھی فیصلہ کر دیا جاتا۔

ہمارے ہاں توحید الوہیت کی شاخ توحید الدعاءوالعبادہ پر تو زور دیا جاتا ہے'جس کے مطابق اللہ ہی مشکل کشااور حاجت رواہے'جبکہ توحید الوہیت کی دوسری شاخ توحید الحکم والطاعۃ ہے جس کے مطابق قانون اوردستور ٹھہرانا صرف اللہ کا خاص حق ہے۔اگر بندے اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر اس کے مخالف خود کوئی قانون وضع کرلیں اوراسے شریعت پر ترجیح دے کر اجتماعی طور پر نافذ العمل ٹھرائیں'تو یہ اللہ کی توحید میں شرک اور طاغوت کی عبادت ہے۔ حاکمیت اور قانون سازی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اوراس کی وضع کردہ شریعت اسلامی ہی یہ حق رکھتی ہے کہ وہ انسانوں کے ہر قسم کے میدان زندگی سماجی'معاشرتی'معاشی'سیاسی اور عدالتی نظام مملکت پر نافذ وغالب کی جائے۔لیکن اس کے برعکس انسانوں کے وضع کردہ اور پسند کردہ قوانین کو نظام زندگی پر نافذ کرنا در حقیقت اللہ کی حاکمیت میں شرک اوراس کی شریعت سے کفر وانکار کردینے کے مترادف ہے۔

شریعت کو ظاہراً مانتے ہوئے اوراسے عملاًعدالتوں میں حکم اور قانون ٹھراتے ہوئے اس کے احکام سے کسی قاضی وحکمران کی انفرادی خلاف ورزی وظلم تو معاصی اور کبیرہ گناہ میں سے ہے۔جس سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔البتہ اللہ کی شریعت سے مخالف دستورو قانون کی طرف رجوع کرلینااوراسے اپنی عدالتوں وفیصلوں میں نافذ اور حکم ٹھرالیناکفر اکبر میں سے ہے۔اس نواقض الاسلام میں اس مذکورہ صورت کواسلام سے خارج کرنے والا عمل ٹھرا گیاہے۔

شیخ محمد حامد الفقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو شخص قتل'زناکاری یاچوری وغیرہ کے مقدمات میں فرنگیوں کے قوانین کے ذریعے فیصلے کرتاہے اوران قوانین کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم کرتاہے وہ بھی تاتاریوں جیساہے بلکہ ان سے بھی بدترہے'ایسا شخص اگر اسی طریقے پر ڈٹارہااوراللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کاراستہ اختیار نہ کرے تووہ بلاشک وشبہ کافر اور مرتد ہے۔اسے نہ توکوئی مسلمانوں کاکوئی نام فائدہ دے سکتاہے اور نہ ہی ظاہری اعمال مثلاً نماز'روزہ'حج اورزکوۃ وغیرہ کااسے کوئی فائدہ پہنچ سکتاہے۔

(فتح المجید:۳۹۴)

چھٹا ناقض الاسلام:

شریعت کی کسی بات کو ناپسند کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ

(محمد:۹۸)

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اوراللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے' یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا تو اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

اللہ کی شریعت اوراس کے احکام کو مانتے ہوئے اس کا مطلقاً انکار تو نہ کرنا لیکن اس سے بیزاری و نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنا کفر ہے اگرچہ آدمی شریعت اوراس کے حکم پر عمل پیرا بھی ہو۔ آج بہت سے لوگوں کا وطیرہ ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے حکم دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہونے یا مردوں کے لیے چار شادیوں کی اجازت پر بیزاری و کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں' اوراور بہت سے لوگ داڑھی' مرد کا شلوار کا ٹخنوں سے اوپر کرنے' دعوت الی اللہ' شرک کی مذمت کرنے اور جہادو قتال جیسے شعائر اسلام سے کراہت و نفرت کا اظہار کرتے' اوراپنی تحریر و تقریر میں اس کا ذکر کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ایک طبقہ اسلامی شریعت وحدود چور کا ہاتھ کاٹنے' کوڑے لگانے اورزانی کو سنگسار کرنے وغیرہ کو متشدد اور ظلم قرار دیتے ہوئے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ کی شریعت اوراس کے تمام احکام کو دل سے قبول نہ کرنا اوران سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا کفر اور نواقض الاسلام میں سے ہے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اسلام کے بڑے منافی امور دس ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی حکم سے نفرت کرے یہ بالاتفاق کفر ہے۔ اس پر دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ

فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ 'اگر ان حکام کو اللہ کے دین سے محبت ہوتی تو یہ اس کی اتباع کرتے اس پر عمل کرتے مگر جب اتباع و عمل نہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل میں محبت کی بجائے نفرت موجود ہے۔

(رسالہ نواقض الاسلام)

ساتواں ناقض الاسلام:

دین اسلام کی کسی بات کا مذاق اڑانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۔

(التوبہ:۶۵-۶۶)

کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ مذاق اڑاتے ہو اب عذر نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ غزوہ تبوک کے سفر پر تھے۔ اور ایک منافق نے مسلمانوں کا مذاق اڑایا اور کہا' کیا تم نے رومیوں کے ساتھ جنگ کو عربوں کی آپس کی مار دھاڑ جیسا سمجھ رکھا ہے' کل دیکھ لینا تم لوگ رسیوں میں بندھے پڑے ہوگے' دوسرا بولا' مزا ہو جو اوپر سے سو سو کوڑے بھی پڑیں' اس مذاق اڑانے میں چند مخلص مسلمان بھی شریک ہوگئے' جب ان سے بازپرس کی گئی تو وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر معافی مانگنے لگے اور معذرت کرنے لگے کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ان سب لوگوں نے توبہ کی اور معافی مانگی جس کی وجہ سے ان سے درگزر کیا گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۔

(التوبہ:۶۶)

اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں گے تو دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے کہ وہ مجرم تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کی کسی چیز کے متعلق مذاق اڑانا کفر ہے۔ آج دین کا ٹھٹھہ اور مذاق اڑانا عام سی بات ہے' اور دین کے بنیادی عقائد جنت و دوزخ' فرشتوں' قبر و حشر' پل صراط اور حوض کوثر کے متعلق لطیفے اور چٹکلے چھوڑے جاتے ہیں' جن کا ذکر ہماری ادبی و صحافتی کتب و جرائد میں عام ملتا ہے۔ لوگوں کے نزدیک دین کے کسی عقیدہ اور شعار کا ٹھٹھہ اڑانا' کسی کے پردے کو نشانہ بنانا' کسی کی دینداری پر چوٹ کرنا' لوگوں کو ان باتوں پر ہنسانا اور عار دلانا ایک عام سی بات اور شغل ہے جبکہ اسلام میں یہ کام صریحاً کفر کا درجہ رکھتا ہے۔

برصغیر کے وحدت الوجود کے نظریے کے قائل صوفیاء بھی اپنے اشعار میں دین کے شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کی زبانوں پر یہ شعر عام ہے۔

کالے حرف کتاباں دے' نقشے دین عذاباں دے' اور علموں بس کرا و یار

ڈھادے مسجد' ڈھادے مندر' ڈھادے جو کچھ ڈھیندا

شریعت اور اس کے احکام کا تقدس اور احترام جزو ایمان ہے' اور ان کی تضحیک کرنا اور مذاق کرنا صریحاً کفر کا ارتکاب کرنا ہے۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ کوئی اسلام سے بغض و نفرت کی بنا پر ایسا کرے تو پھر کفر ہے بلکہ اگر کوئی اسلام سے محبت رکھتے ہوئے محض ہنسی مذاق میں بھی ایسا کرے تو پھر بھی کفر کہلائے گا۔

امام ابن تیمیہ اس موضوع میں ذکر کردہ آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

پس یقیناً وہ اس قول (مذاق اڑانے) ہی کی وجہ سے کافر ہو گئے باوجود اس کے کہ انہوں نے اس کے جائز ہونے کا عقیدہ نہیں رکھا تھا۔

(مجموع الفتاویٰ: ۷-۱۷۳)

آٹھواں ناقض الاسلام:

کسی کو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے بالا تر جاننا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔

(آل عمران:۸۵)

سوا جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد ہو گا۔

متکلمین صوفیاء کے فرقے اباحیہ اور ملامتیہ کے نزدیک صاحب طریقت ولی جب معرفت کی ایک خاص منزل پر پہنچ جائے تو وہ شریعت کے حلال وحرام اور فرائض کی پابندی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ یہ صوفیاء اپنے اس عقیدے کے لیے حضرت حضر علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے خروج کر لینے کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ جبکہ روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت حضر علیہ السلام بنی اسرائیل کی قوم سے نہ تھے۔ پس حضرت حضر علیہ السلام کے لیے گنجائش تھی کہ موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی شریعت کی بجائے خدا کی اتاری ہوئی کسی اور شریعت کی پابندی کریں۔ نیز خود صوفیاء کے بعض طبقے ایسا عقیدہ رکھنے والے کو زندیق اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو شخص مشائخ میں سے کسی کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کا قائل ہو یا یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مستغنی اور بے نیاز ہے' اس سے توبہ کرائی جائے گی ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی' اسی طرح جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اولیاء میں سے کسی کی حیثیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضر علیہ السلام' تو ایسے شخص سے بھی توبہ کرانی چاہیے ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کے تمام افراد کی طرف مبعوث ہوئے اس لیے جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی

بھی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اوراطاعت سے خروج کامجاز ہے تو ایسے اعتقاد کاحامل شخص کافر ہے اوراس کا قتل واجب ہے۔

(مجموع الفتاویٰ:۳-۴۲۲)

نواں ناقض الاسلام:

جادواور عملیات کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۔

(البقرہ:۱۰۲)

حالانکہ وہ(فرشتے)جب بھی کسی کواس(جادو) کی تعلیم دیتے تھے توپہلے صاف طورپر متنبہ کردیتے تھے کہ دیکھ ہم محض ایک آزمائش ہیں توکفر میں مبتلانہ ہو۔

جادوکرنے اور کرانے والا شخص کفر کامرتکب ہے۔شریعت اسلامی میں اس وجہ سے جادوگر کی سزاقتل ہے'اوراس کی توبہ کے باوجود یہ سزاساقط نہ ہوگی۔ہمارے شہروں میں جگہ جگہ جادوکے ماہر عامل اور جادوگراپنی دکانیں سجائے بیٹھے ہیں۔یہ عامل اور جادوگرلوگوں کوراغب کرنے کے لیے مختلف کفریہ دعوے کرتے ہیں'جن کی وجہ سے یہ طاغوت کی حیثیت اختیارکرچکے ہیں'اورضعیف الاعتقاد لوگ ان کے جھانسے میں آکراپناایمان بربادکرتے ہیں۔عوام کے جادوسے گریزاں ہونے کی وجہ سے بعض اوقات یہ جادوگر جادوٹونے کونوری علم اور عملیات کے نام سے پیش کرکے عوام کولوٹتے ہیں۔بہت سے لوگ جادوتب سمجھتے ہیں جب ان کے خیال میں کالاعلم ہو'یوں نام بدل بدل کرعامل ان کوگمراہ کرتے ہیں۔

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جادوسیکھنااور سکھاناحرام ہے ہم نہیں جانتے کہ اس میں اہل علم کااختلاف ہو...جادوگر جادوسیکھنے اور کرنے سے کافرہو جاتاہے اس کوحرام سمجھے یاحلال۔

(المغنی:۸-۱۵۱)

علاوہ ازیں نجومی جو ستاروں پر مشتمل زائچے بنا کر قسمت کا حال بتاتے ہیں یہ بھی جادو گروں کے حکم میں آتے ہیں۔ ہمارے اخبارات اور رسائل میں 'Horoscope' آپ کا آئندہ ہفتہ کیسے گزرے گا' کے عنوان سے ستاروں اور برجوں کا علم اور قسمت کا حال بتایا جاتا ہے۔ ان پر یقین کرنا بھی کفر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو آدمی نجوم کا کوئی شعبہ اپناتا ہے وہ دراصل جادو کا ایک شعبہ اختیار کرتا ہے اور اگر زیادہ تو زیادہ (شعبے)۔

(ابن ماجہ:۱۳۵)

نیز ارشاد فرمایا۔

جو شخص کسی نجومی کے پاس گیا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کا اقرار کیا تو اس نے اس شریعت کا انکار کیا جو مجھ پر نازل ہوئی۔

(ترمذی:۱۳۵)

دسواں ناقض الاسلام:

دین کا کچھ بھی علم نہ حاصل کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ۔

(السجدہ:۲۲)

اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھیر لے ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔

دین کا بنیادی علم جو ایمان کے لیے ضروری ہے اس کے نہ ہونے سے بھی آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ دین اسلام اور شریعت کو رد کر دینا یا اس کا انکار کر دینا کفر کی ایک شکل ہے' اور اگر دین اور شریعت کا رد یا انکار تو نہ کیا جائے لیکن اس کی بنیادی چیزوں کو جان کر اس پر ایمان نہ لایا جائے تو یہ کفر اعراض کہلاتا ہے۔ آج کثیر لوگوں میں قومی وقبائلی روایات اور مادیت پرستی اس قدر غالب آچکی ہے بلکہ یہ نظریہ زندگی بن چکا ہے کہ لوگ دین اور مذہب سے ذرہ بھر التفات بھی نہیں رکھتے' دین کے بنیادی عقائد' فرائض وشعائر دینیہ اور حلال وحرام سے بالکل بے خبر ہیں۔ ایسے آدمی محض فاسق نہیں بلکہ دین اسلام سے خارج ہیں۔ کوئی شخص اگر اللہ کی بندگی نہیں کرتا تو شیطان کی بندگی تو وہ لازماً ہی کرتا ہے۔ کسی شخص کا معبود اگر واضح طور پر خدا نہیں تو شیطان ضرور ہے' کسی شخص کا دین اور طرز حیات اگر اسلام نہیں تو پھر خود بخود کفر ہے۔ آدمی سے کفر اعراض اسی صورت میں دور ہو گا جب وہ دین کے بنیادی عقائد' فرائض اور حلال وحرام کا علم حاصل کر کے ان پر ایمان ویقین لائے' اور فرائض دین میں سے وہ خاص شعائر ادا کرے جو خاص دین اسلام کا امتیاز ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

دین کے وہ فرائض جو خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فرض ٹھرائے گئے ہیں۔ آدمی خاص ان فرائض میں سے کوئی بھی فرض ادا نہیں کرتا تو وہ اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والا شمار نہیں ہوتا۔

(فتاوی ابن تیمیہ: ۷-۶۲۱)

تکفیر کے اصول وقواعد

دین اسلام سے کفر وارتداد کرنے والے گروہوں کی تکفیر کرنا' ان کو مرتد قرار دینا اور ان پر حکم نافذ کرنا اہل اسلام پر واجب ہے۔ کیونکہ یہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا محکم حکم ہے۔ جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم عمل پیرا رہے۔ اس حکم کی اہمیت کے پیش نظر ائمہ فقہاوحدیث نے کتب فقہ اور حدیث میں باب 'حکم المرتد' قائم کیا۔ اس حکم کا انکار کرنا اور جھٹلانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو جھٹلانا ہے۔

اگر دین سے ارتداد کرنے والوں کا قلع قمع نہ کیا جائے تو دین کی حیثیت ہی ختم ہو جاتی ہے اوراہل زنادقہ کے مذہب جو دین اسلام کے احکام سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں ان میں اور اسلام میں کچھ فرق باقی نہیں رہتا اس لیے یہ عمل نماز'روزہ سے بڑھ کر دین کے دفاع کرنے اوراس کو کفروشرک سے خالص اور پاک کرنے کا اجر رکھتا ہے۔

کفروارتداد کا یہ حکم ائمہ دین اوراحادیث سے ثابت حدود قیود کے دائرے میں لگایا جاتا ہے۔ائمہ اہلسنت کے بیان کردہ اس دائرے اور حدود سے افراط کرنابذات خودایک گناہ بلکہ سخت گناہ کی حیثیت رکھتاہے۔تکفیر کی انہی حدود میں افراط کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک فرقہ خوارج سامنے آیا جنہوں نے مسلمانوں کی ناحق تکفیر ظلم عظیم کیااور سخت فتنہ وفساد پھیلایا۔اہلسنت کی بیان کردہ تکفیر کی حدود سے افراط کرکے تکفیر کرنافتنہ وفساد'گناہ اور حقوق العباد میں ظلم کا درجہ رکھتاہے۔مسلمانوں کی تکفیر ناحق کرنااوران کو کافر قرار دیناایک جرم عظیم ہے جس سے قرآن وحدیث میں منع کیا گیاہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتاہے وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں'پھر وہ زمین کی طرف گرتی ہے تو اس کے لیے زمین کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں'پھر وہ دائیں بائیں چکر لگاتی ہے۔پھر جب اس کو کوئی راستہ کسی طرف نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہو اس کی طرف چلی جاتی ہے۔اگر وہ اس کا مستحق ہو تو ٹھیک ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

(ابو داؤد:۴۹۰۵)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کافر یااللہ کا دشمن کہہ کر پکارا اگر وہ ایسانہ ہوا تو بات کہنت والے کی طرف لوٹ جائے گی۔

(صحیح بخاری:۶۱۰۴)

مذکورہ بالا احادیث میں ناحق تکفیر کرنے والے پر کفر کا حکم لوٹنے کا ذکر ہے تو اس مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی کسی دلیل کے بغیر محض دنیاوی مفاد یا عصبیت وبغض کی بنا پر تکفیر کر دیتے ہیں البتہ جو مخلص مسلمان کسی شرعی دلیل کی

غلط تاویل کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہہ بیٹھے تو وہ کفر کی طرف نہیں لوٹتا۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں مذکورہ حدیث اس عنوان کے تحت درج کی ہے۔

"جس نے بغیر تاویل کے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ خود ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔"

(صحیح البخاری قبل الحدیث:٦١٠٤)

اور یہ چیز اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ مشہور بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ پر حملہ کی خبر جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپانے کا حکم دیا تھا اس سے قریش مکہ کو خبر دار کرنا چاہا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے باز پرس کی تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ میرے خاندان والے مکہ میں مقیم ہیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ وہ میرے خاندان والوں کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں اس لیے میں نے ان کی حفاظت کی خاطر قریش کو بطور احسان یہ خبر دینی جبکہ میں اہل اسلام کی فتح چاہتا ہوں اور اس پر مجھے یقین ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں ان کی گردن اڑادوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدری صحابی ہونے کی وجہ سے استثنائی طور (صرف خاص ان کے لیے) درگزر کا معاملہ کیا اور کہا' کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر فرمایا کہ آج کے بعد تم جو کچھ بھی کرو میں نے تمہیں معاف فرمادیا۔

(صحیح بخاری:٤٨٩٠)

اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناحق حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو کفر پر گردانئے اور قابل گردن زدنی قرار دینے کے باوجود خود کفر کی طرف نہیں لوٹ گئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کی غیرت اور غلط تاویل کی وجہ سے ناحق تکفیر کرنے والا خود کافر قرار نہیں پاتا۔

ناحق تکفیر سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ائمہ دین کی بیان کردہ تکفیر کی حدود اور اس کے قواعد وضوابط کا علم حاصل کیا جائے۔

اصول تکفیر

تکفیر کے لیے جو اصول لازم ہے وہ یہ ہے کہ تکفیر کی دلیل کے لیے قرآن وحدیث سے جو نص بیان کی جائے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ثابت کی جائے'اوراس کی تفسیر وتفصیل صحابہ کرام'تابعین اور سلف صالحین سے اجماعاً ثابت ہو۔

تکفیر کی دواقسام ہیں

۱-تکفیر مطلق

کسی عمل کو مطلقاً کسی معین شخص اور گروہ پر حکم لگائے بغیر بیان کرنا کہ جس نے یہ اور یہ کام کیااس نے کفر کیا۔

۲-تکفیر معین

کسی معین شخص اور گروہ پر حکم لگایا جائے کہ یہ فلاں کفریہ عقیدے'قول یا عمل کی وجہ سے کافر ومرتد ہے۔

تکفیر معین میں دوباتوں کالحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱-فاعل شخص یا گروہ کے احوال وواقعات کو مد نظر رکھنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے شراب پینے اور پلانے والے پر لعنت کی ہے۔

(ابو داؤد:۳٦٧۴)

مگر جب ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو شراب پینے کی وجہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے کہ بار بار شراب پیتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح مت کہو اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو' اس پر لعنت نہ بھیجو اللہ کی قسم وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۷۸۰)

۲-فاعل شخص یا گروہ کے شرائط اور موانع تکفیر دور کرنا

۱- تکفیر کی شرائط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے قلم اٹھالیا ہے۔ سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے' بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے' مجنون جب تک اس کی عقل بحال نہ ہو جائے۔

(ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

۲- تکفیر کے موانع

تکفیر کے موانع دور کیے بغیر تکفیر کرنا اہلسنت کے قواعد و ضوابط سے خلاف ورزی کرنے اور ناحق تکفیر کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
تاہم جہاں تک کسی شخص کو متعین یا اس کی نشاندھی کر کے اس پر کافر یا پکا جہنمی ہونے کا حکم لگانے کا تعلق ہے تو اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آیا مطلوبہ شروط پوری ہوتی ہیں اور موانع زائل ہوئے ہیں یا نہیں۔

(مجموع الفتاویٰ: ۱۰-۳۲۹)

تکفیر کے موانع درج ذیل ہیں۔ بلا قصد' جہالت' تاویل' اکراہ اور لغزش۔

۱-بلاقصد

بعض اوقات غصے'جلدی'خوشی اورنسیان میں ایک مسلمان کی زبان سے ایسے کفریہ کلمات نکل جاتے ہیں جو اس کاعقیدہ نہیں ہوتا'ایسے بلاقصد الفاظ کی بناپر آدمی کافر ومشرک نہیں ہوتا۔

سیدناانس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب بندہ توبہ کرتاہے تواللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بڑھ کرخوش ہوتاہے جس کی صحرامیں سواری گم ہوجائے جس پراس کے کھانے پینے کاسامان ہے۔وہ مایوس ہوکرایک درخت کے سائے میں بیٹھ جاتاہے اچانک وہ سواری واپس آجاتی ہے اوروہ اس کی نکیل پکڑلیتاہے اورخوشی کی شدت میں پکاراٹھتاہے اے اللہ تومیرابندہ ہے اورمیں تیرارب ہوں۔

(صحیح مسلم:۲۷۴۷)

۲-جہالت

بعض اوقات آدمی کفریہ اورشرکیہ کام کرتاہے اوراسے علم نہیں ہوتاکہ یہ شرکیہ کام ہے'اوروہ اس کاعلم حاصل کرنے سے بھی عاجزہوتاہے۔جب اسے بتایاجاتاہے تووہ ہٹ دھرمی کی بجائے فوراًرک جاتاہے۔تویہ شرکیہ کام کرنے کی بناپراسے کافرنہیں کہاجائے گا۔اس لیے جہالت کودورکرنااورحجت پہنچانااصول تکفیرمیں لازمی شامل ہے۔

سیدنامعاذرضی اللہ عنہ شام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوئے تومعاذرضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوسجدہ کیا'آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھااے معاذیہ کیاہے؟معاذنے عرض کیااے اللہ کے رسول میں شام سے آیااورمیں نے لوگوں کووہاں دیکھاجواپنے سرداروں کوسجدہ کرتے تھے۔میرادل چاہاکہ میں بھی آپ کوسجدہ کروں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ایسانہ کرواگراللہ کے سواکسی اورکوسجدہ کرناجائزہوتاتومیں عورت کوحکم دیتاکہ وہ اپنے خاوندکوسجدہ کرے۔

(ابن ماجہ:۱۸۵۳)

☜ جہالت کاعذران صورتوں میں قابل قبول ہے۔

- جب وہ ایسے علاقے میں ہو جہاں مسلم عوام اور اسلامی شعائر نہیں پائے جاتے یا جہاں کفر و بدعات کا غلبہ زیادہ ہے' اور وہاں اس کے شرکیہ عمل کے رد میں موضوع سخن کرنے والے اور اسے منع کرنے والے معلوم و معروف نہیں۔
- یہ عذر غیر معروف' مخفی اور دقیق مسائل میں دیا جائے گا۔
- جہالت کا عذر ان صورتوں میں قابل قبول نہیں۔
- جہالت کا عذر معلوم و معروف بنیادی مسائل میں نہیں دیا جائے گا۔
- اگر وہ ایسے معاشرے میں بستا ہے جہاں مسلمان اور اسلامی شعائر عام ہیں' کتاب و سنت اور دعوت و ارشاد کا علم عام ہے جہاں وہ اپنی جہالت دور کرنے پر قادر ہے۔
- اگر جاہل شخص دعوت اور حجت پہنچ جانے کے باوجود ہٹ دھرمی اختیار کرے اور تحقیق نہ کرے تو اسے بھی جہالت کا عذر نہیں دیا جائے گا کہ اس پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ دعوت اور حجت پہنچانا لازمی ہے نہ کہ سمجھانا' اگر اسے حجت اور دلیل سمجھ نہ آئے تو یہ ضروری نہیں' دعوت پہنچانے سے اس پر جہل کا عذر ختم ہو چکا ہے' وگرنہ تو پھر یہود و نصاریٰ بھی اسلام کی حجت نہ سمجھنے کی وجہ سے کافر نہیں کہلائیں گے۔ اس لیے موانع تکفیر میں دعوت پہنچانے کی بجائے دعوت و حجت سمجھانے کی شرط لگانا بالکل غلط ہے۔

۳۔ تاویل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا ایک دستہ مشرکوں کی طرف بھیجا ان کا باہم مقابلہ ہوا ایک مشرک جب کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہتا تو موقع پا کر اسے قتل کر دیتا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا' اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے مارنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا' لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسامہ کا قصہ بیان ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور پوچھا تم نے اسے کیوں قتل کیا۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی۔ اس نے فلاں اور فلاں کو شہید کیا۔ میں نے اس شخص پر حملہ کیا جب اس نے

تلوار دیکھی تو لا الہ الا اللہ پڑھ دیا۔ آپ نے پوچھا پھر کیا تم نے اسے قتل کر دیا انہوں نے کہاہاں اس نے ہتھیار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیرا تھا کہ تمہیں علم ہو گیا کہ اس نے کلمہ دل سے نہیں کہا تھا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ لائے گا تو تم کیا جواب دو گے۔ اسامہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے مغفرت کی دعا فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مے پھر فرمایا جب قیامت کے دن وہ کلمہ لا الہ الا اللہ لائے گا تو تم کیا کرو گے۔ آپ یہی کلمہ دہراتے رہے یہاں تک کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آرزو کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

(صحیح بخاری:۴۲۶۹)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو یہ کہنے کے باوجود کہ تو نے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کیوں کیا قصاص میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے دیت وغیرہ کا کسی قسم کا معاملہ نہیں کیا۔ گویا تاویل کی بنا پر اسامہ ان سزاؤں سے بچ گئے۔

کفریہ عمل کرنے والا اپنے عمل کے لیے شریعت سے اگر کوئی باطل تاویل رکھتا ہے تو اس کی باطل تاویل کا رد کیا جائے گا اور اس پر دعوت و حجت تمام کرنا لازمی ہے۔

- تاویل کا مخفی اور دقیق مسائل میں عذر قبول کیا جائے گا۔
- تاویل معروف بنیادی عقائد میں قبول نہ کی جائے گی۔ مثلاً اسماعیلیوں'نصریوں'باطنیوں اور ملاحدہ کی تاویلات۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے دین کے بنیادی مسئلہ زکوۃ میں مانعین زکوۃ کی تاویل قبول نہیں کی'مانعین زکوۃ قرآن مجید کی اس آیت سے تاویل کرتے تھے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ۔

(التوبہ:۱۰۳)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اموال سے زکوۃ لیجئے اور انہیں پاک کیجئے۔

وہ اس آیت سے یہ باطل تاویل کرتے تھے کہ اس میں حکم صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ وہ لوگوں سے زکوۃ وصول کریں' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مانعین زکوۃ کی یہ باطل تاویل قبول نہیں کی اور ان سے لڑائی کی۔

امام ابن الوزیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اسی طرح اس کے کفر میں بھی کوئی اختلاف نہیں جو تاویل کے نام پر معلوم بالضرورہ امور کا انکار کرتے ہیں۔

(ایثار الحق علی الخلق:۱۵)

اکراہ:

اگر کوئی شخص کفر کا اظہار کرنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زبان سے مشرکوں کی موافقت کرے بشرطیکہ اس کے دل میں ایمان کا نور ہو اور دل ایمان ویقین سے مطمئن ہو تو ایسا شخص بھی کافر نہ ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔

(النحل:۱۰۶)

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کیا الّا یہ کہ وہ مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو مگر جس نے برضا ورغبت کفر قبول کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں مشرکین نے ایذائیں دیں تو مجبوراً آپ نے زبان سے ان کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ مشرکوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنا قصہ بیان کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر)

جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اکراہ اور مجبوری کا اظہار صرف زبان سے کفار کی موافقت کی صورت میں جائز ہے کچھ لوگ اس واقعہ کو دلیل بنا کر کفار کے غلبے اور اپنے نقصان کے اندیشہ کو اکراہ اور مجبوری قرار دے کر عملاً کفار کی معاونت جائز سمجھتے ہیں جبکہ یہ اکراہ اور مجبوری بالکل جائز نہیں احادیث میں یہ واقع مذکورہ ہے۔

کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ میں ہی مقیم تھے اور کفار انھیں زبردستی جنگ بدر میں اپنے ساتھ لائے اور آپ جنگ بدر میں گرفتار ہو گئے 'تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیگر کفار کی مانند رہائی کے لیے فدیہ پیش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا عذر اور مجبوری بیان کی 'تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس اکراہ و مجبوری کو ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

کہ ہم تمہارے ظاہر پر فیصلہ کریں گے اور تمہارے باطن کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر)

۵-خطا اور نسیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے خطا 'بھول چوک اور وہ کام جس کے لیے انہیں مجبور کر دیا جائے معاف کر دیا ہے۔

(ابن ماجہ: ۲-۴۳)

اگر یہ خطا اور لغزش دین کے بنیادی امور میں ہے تو اس کو عذر نہیں دیا جائے گا۔ لیکن ایسا کفر جس کا کفر ہونا لوگوں میں معروف نہیں اور وہ مخفی اور دقیق مسئلہ ہے تو ایسے شخص کی حالت کو دیکھا جائے گا اگر تو وہ دین سے اعراض و دشمنی کی وجہ سے یہ کر رہا ہے تب اس پر گمراہی کے بقدر حکم لگایا جائے گا اور اگر وہ کوئی نیک شخص ہے اور غلطی لگنے کی بنا پر اس کفر میں واقع ہوا ہے تو پھر اسے عذر دیا جائے گا اور اس تک دعوت و حجت پہنچائی جائے گی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امت کو پیچیدہ علمی امور میں خطا معاف ہے بے شک وہ علمی مسائل ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بیشتر بزرگان امت ہلاک ہو جاتے... پھر جب ایک عالم فاضل جو اپنے زمان ومکان کے لحاظ سے جو میسر ہے اس کے دائرے میں رہتے ہوئے طلب علم میں اجتہاد و محنت کرتا ہے جبکہ اس کا مقصد بھی حسب امکان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے تو وہ اس سے بھی اولیٰ اور زیادہ مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں قبول کرے اس کے اجتہادات کا ثواب عطا کرے اور جو اس سے غلطیاں سرزد ہوئیں ہیں ان سے درگزر فرمائے کہ اس نے فرمار کھا ہے۔ ربنالا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ اے اللہ اگر ہم سے بھول ہو جائے یا ہمیں غلطی لگ جائے تو ہماری پکڑ نہ فرما۔

(مجموع الفتاویٰ:۱۶۵-۲۰)

باب:سولہ

ایمان سے کفر وار تداد اختیار کرنے والے گروہ

۱-مسیلمہ کذاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کفر وار تداد کے جس گروہ کا سب سے پہلے ظہور ہوا وہ جھوٹے مدعیان نبوت کا تھا۔ مسیلمہ کذاب نے دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام قبول کیا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس نے خود نبوت کا دعویٰ کر دیا اور دین کے احکام بدل دیے۔ عرب کے بہت سارے قبائل نے بھی اس کا ساتھ دیا اور انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر بنالیا۔ صحابہ کرام نے ان سب کے مرتد ہونے پر اجماع کیا اور ان سے قتال کیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
مسیلمہ کذاب کے بعض تابعدار اس کی تکذیب کا اقرار کرتے تھے مگر وہ اس کے گروہ میں شامل تھے صحابہ کرام نے ان سب کو کافر قرار دیا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے جب مسیلمہ کذاب یا دوسرے مرتد لوگوں کے ساتھیوں اور متبعین کو مرتد قرار دیا تو وہ صرف تابعداری کی وجہ سے ہی تھا کہ انھوں نے مرتدوں کی تابعداری کی تھی اور اپنے قول و فعل سے ان کی مدد کی تھی یہ کہیں ثابت نہیں کہ صحابہ کرام نے ان کا عقیدہ معلوم کیا تھا پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے تابعداروں کی تعداد ایک لاکھ تھی۔

(منہاج السنۃ:۷-۲۱۷)

مرتدین زکوۃ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں کچھ قبائل نے اپنی باطل تاویل کی بنا پر زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔مانعین زکوۃ دین کے باقی عقائد واحکام پر عمل پیرا تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر ان کے کفروارتداد میں تردد سے کام لیا۔لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دین کے بنیادی حکم زکوۃ سے انکار کی وجہ سے ان کو مرتد قرار دیااوران سے قتال کا حکم دیا۔جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے تائید فرمائی۔یہ واقعہ احادیث میں مذکورہ ہے۔

(امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم کے نام سے ذکر کیا ہے۔)

امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔(متوفی پہلی ہجری)

ان کے خلاف جہاد مشرکین مکہ کے خلاف جہاد جیسا تھا کیونکہ خون بہانے'ان کی اولاد کو غلام اور لونڈی بنانے اوران کے مال کو مال غنیمت قرار دینے میں (کفار کی مانند) فرق نہیں کیا گیا۔

(کتاب الایمان)

شیعان علی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عبد اللہ بن سبا نے مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو کر کے ان کے متعلق گمراہ کرنا شروع کر دیا'کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ میں فلاں اور فلاں الوہیانہ صفات پائی جاتی ہیں۔جب کہ یہ صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص تھیں۔جب ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ان باتوں کا ذکر کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع فرمایا اوراس سے رک جانے کا حکم دیا۔جب وہ لوگ منع کرنے کے باوجود نہ رکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ارتداد کی بنا پر آگ میں جلا کر قتل کرنے کا حکم دیا تو ان لوگوں کو آگ میں جلا کر مار دیا گیا۔

عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے پس آپ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری:۶۹۲۲)

اس حدیث میں ان لوگوں کو زندیق قرار دیا گیا ہے۔شریعت اسلامیہ میں زندیق وہ گروہ کہلاتا ہے'جو اسلام قبول کرنے کے بعد کفر وارتداد کا ارتکاب کریں۔لیکن اس کے باوجود خود کو مرتد نہ سمجھیں بلکہ خود کو اسلام اور مسلمانوں میں سے خیال کریں۔اس کے علاوہ زندیق اس اہل کفار گروہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ جن کے عقائد اسلام کے صریحاً مخالف کفر وارتداد پر مبنی ہیں۔ اوراس کے باوجود وہ خود کو اسلام اور مسلمانوں میں سے منسوب کریں۔ایسے لوگوں سے قتال اہل کفار اور مرتدین سے اولیٰ اور بڑھ کر ہے'اوران پر جزیہ کا نفاذ نہیں ہے'کیونکہ جزیہ کا نفاذ تو اس گروہ پر ہوتا ہے جو خود کو دین اسلام کے سوا شمار کریں۔

جہمیہ

جہمیہ گروہ نے بھی اللہ کی صفات سے انکار کر کے کفر وارتداد کی راہ اختیار کی۔جہمیہ کا ظہور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اخیر کے زمانے میں ہوا۔سب سے پہلے جہم بن صفوان نے اللہ کی صفات سے انکار کیا۔اسی نے ارجاء کی بدعت اور دیگر بدعات کا بھی اسلام میں آغاز کیا۔جہمیہ کے عقائد سے کثیر مسلمان گمراہ ہوئے۔صحابہ کرام اور سلف صالحین نے اس گروہ کے کفر کی تصریح کی ہے اور محدثین نے خاص طور پر اس گروہ کا رد کتب احادیث میں فرمایا ہے۔

جہمیہ اللہ کی تمام صفات کا انکار کرتے ہیں'یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف نہیں کیا جاسکتا جن کا اطلاق مخلوق پر ہوتا ہے'ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کرنا توحید ہے'تقدیر کے بارے میں یہ جبریہ ہیں اوران کے نزدیک انسان اپنے تمام افعال میں مجبور محض ہے نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ نہ اختیار'ایمان کے بارے میں یہ غالی مرجیہ ہیں'اوران کے نزدیک ایمان صرف معرفت اور پہچان کا نام ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ کی صفات کی نفی کرنے والے جہمیہ شرک کی ایک قسم میں داخل ہیں... جہمیہ کے ان مختلف کفریہ عقائد کی وجہ سے امام احمد بن حنبل' ابو عبید' نافع' وکیع اور حمیدی نے ان کو کافر قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۷-۱۸۹'۱۲۰)

جہمیہ کے دیگر فرقوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

زنادقہ: یہ کہتے ہیں کہ کسی کے واسطے یہ ممکن نہیں کہ رب کو ثابت کرے اس لیے کے ثابت کرنا تب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کا ادراک کرے حالانکہ ادراک ممکن نہیں۔

معطلہ: یہ کہتے ہیں کہ جس چیز پر انسان کا وہم پڑے وہ مخلوق ہے اور جو کوئی دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے تو وہ کافر ہے۔

مریسیہ: یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اکثر صفات مخلوق ہیں۔

عریہ: یہ پیغمبروں سے انکار کرتے ہیں یعنی وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہیں۔

حرقیہ: یہ کہتے ہیں کہ کافر جب جہنم میں ڈالا جائے گا تو آگ ایک بار جلا کر کوئلہ کر دے گی پھر وہ ہمیشہ کوئلہ پڑا رہے گا اس کو آگ کی جلن محسوس نہ ہو گی۔

فانیہ: یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ دونوں فنا ہونے والی ہیں۔

قبریہ: یہ کہتے ہیں قبر میں عذاب (ثواب) نہیں ہے۔

ان کے دیگر فرقے لفظیہ' مخلوقیہ اور واقفیہ ہیں۔

(تلبیس ابلیس: ۵۲)

باطنیہ

یہ اہل زنادقہ کاوہ گروہ تھا۔جسے یہودی'عیسائی'مجوسی اور دیگر مذاہب کے ان لوگوں نے اختراع کیاجو اسلام کے عرب' روم اورایران پر غلبے کی وجہ سے مجبوراًمقہور تھے لیکن ان کے دل اہل اسلام کے خلاف غصے اورانتقام سے بھرے تھے۔انہوں نے ظاہراًاسلام کالبادہ اوڑھ کر اسلام سے مخالفت اور دشمنی اختیار کی'اوراپنے مذاہب اور فلسفہ وافکار کو دین بنالیا۔باطنیہ کانام اس لیے پڑاکہ انہوں نے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وتعلیمات میں بگاڑ اور چھٹکارے کے لیے یہ چال چلی اور کہاکہ یہ قرآن کے ظاہری معنی ہیں اوراس کے باطنی معنی کچھ اہل معرفت پر ظاہر ہوتے ہیں'جب وہ ظاہر ہوجائیں تواسلام کی ظاہری تعلیمات شرعیہ ساقط ہوجاتی ہیں۔یہ کسی مسلمان کواسلام کے خلاف کھڑاکرنے کے لیے ابتدامیں اپنے اصل عقائد چھپاتے اور کہتے کہ اللہ حق ہے محمد رسول ہیں اور دین صحیح ہے'اورآہستہ آہستہ دین اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پھیلاتے جب وہ پختہ ہوجاتاتواسے اپنے اصل عقائد بتلاکراپنی تنظیم کاساتھی بنالیتے۔ان کے نزدیک اللہ کمزوروبے بس ہے'نبوت باطل ہے'عبادات بے فائدہ ہیں اور قیامت وحشر دھوکاہے۔یہ لوگ اہل اسلام کے خلاف تخریبی سرگرمیوں قتل وغارت اور شروفساد مچانے میں مصروف رہتے۔یہی باطنیہ گروہ اسلامی تاریخ میں نام بدل بدل کرظاہر ہوتے رہے اور عجیب وغریب مذہب اختیار کرتے۔انہوں نے حیلے اور دھوکے سے کثیر لوگوں کو گمراہ کیا۔ان کی شاخوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا-اسماعیلیہ:

یہ لوگ اپنے آپ کواسماعیل بن جعفر کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے نزدیک جس طرح آسمان اورزمینیں سات ہیں'ہفتہ کے دن سات ہیں'اسی طرح امامت کے دور کاخاتمہ اہل تشیع کے ساتوے امام اسماعیل بن جعفر پر ختم ہوجاتاہے۔اسی طرح عباسی خلیفہ منصور کوساتواں خلیفہ سمجھ کراس کی بندگی کرتے ہیں۔ان کے نزدیک امام معصوم اور نبی کے مثل ہیں۔ان لوگوں نے شراب اور عورتوں کو بغیر نکاح کے حلال کرلیا۔

قـــرامطـــہ:

یہ گروہ کرمتیہ نامی شخص سے منسوب ہے' یہ شخص خراسان سے آیا'اوراپنی عبادت وریاضت اور کرامات سے لوگوں کو گمراہ کرتااوراہل بیت کے اماموں کی طرف بلاتا'اس نے ایک شخص حمدان کے ساتھ مل کر اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو بلایا'اور باطنی علوم سے مختلف احکام وعبادت جاری کیے'اور بعد میں اپنی جماعت کے لوگوں کو یہ کہا کہ وہ خوداللہ ہے۔ انہوں نے اہل اسلام میں بہت فساداور قتل وغارت مچائی'مسجدیں منہدم کیں' قرآن جلائے اور حاجیوں کے قافلے لوٹے'ان کے ایک جنگی سالار نے خانہ کعبہ پر حملہ کیااور حجراسود کو اکھاڑ کر اپنے شہر لے گیا۔

۳-بابکیہ:

یہ گروہ بابک خرمی مجوسی سے منسوب ہے'جو باطنیہ میں سے تھا۔اس نے ممنوعات اور محرمات کو حلال کیا'زنا کا جائز قرار دیا۔خرمی عجمی لفظ ہے جس کے معنی ہیں لذیذ عیش کی چیز'ان لوگوں نے شریعت کے احکام معطل کر دیے'ہر قسم کی لذت وشہوت مباح کر دی اور ہر ممنوع چیز حلال کر ڈالی'انہوں نے ۲۲۳ ہجری میں ایران وخراسان کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیااور جنگ وجدل میں ڈھائی لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا۔

باطنیہ کے ان فرقوں نے شریعت کی پابندی سے آزاد ہونے اور تمام لذات وشہوات کے حصول کے لیے یہ چال چلی کہ دین ومعرفت جدا ہے۔ قرآن کے ظاہری احکام کے اسرار باطن اصل امام ہی جان سکتا ہے۔اس طرح یہ شریعت کے واضح وبنیادی احکام سے لوگوں کو پھیر دیتے۔ان کے نزدیک ہر زمانے میں نبی کے مثل امام معصوم ہوناضروری ہے۔یہ بزرگان دین پر لعن طعن کرتے اوراہل بیت پر ظلم کے تذکرے سے لوگوں کو گرویدکرتے'ان کی چالوں سے کثیر مخلوق گمراہ ہوئی'کیونکہ اگر یہ صریحاً قرآن وحدیث کاانکار کرتے تولوگ نہ مانتے لیکن انہوں نے دین اور قرآن کے باطنی معنوں کی آڑ میں دین اسلام سے ارتداد اختیار کیا۔باطنیہ کے ان مرتداورزندیق فرقوں کے خاتمے کے لیے مسلمان خلفاء برابر برسرپیکار رہے اوران کوان کے انجام تک پہنچاتے رہے۔

مختلف ادوار میں مرتدین اورزنادقہ کے کثیر فرقے منظرعام پر آتے رہے لیکن ہم نے صرف ان گروہوں کا تذکرہ کیاہے جواسلامی تاریخ میں کافی مقبول ومعروف رہے ہیں اوران کے ارتداد پر ائمہ دین نے اجماع کیاہے۔ آج کے

دور میں بھی اہل زنادقہ کے گروہ موجود ہیں جن کے کفر ارتداد پر علمائے دین میں اجماع پایا جاتا ہے۔ مثلاً قادیانی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کے قائل نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ اس طرح اہل قرآن جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اس طرح عصر حاضر میں شرک اکبر کا ارتکاب کرنے والے دیگر گروہ اور فرقے مثلاً البابیہ 'بہائیہ 'اشتراکیت 'علمانیت 'وحدت الوجود اور حلول واتحاد کے عقائد رکھنے والے گروہ بھی کفر وارتداد میں شامل ہیں۔

شیعت

جزیرہ عرب میں اسلام کے ہاتھوں یہود و نصاریٰ اور روم وایران کی طاقتوں کے عملی میدان میں سرنگوں ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں کی قوت وشوکت کو ختم کرنے کے لیے ان کے عقیدے اور اصل طاقت پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایرانی 'مجوسی اور یہود کے خفیہ اشتراک سے عبداللہ بن سبا الیہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں خود ساختہ منافرانہ عقائد کی پیوندکاری کا آغاز کیا۔ عبداللہ بن سبا نے اپنے یہودی اور مجوسی معاونین کی مدد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے خلاف دور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا 'اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے مقابل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور امامت کا عقیدہ پھیلا کر مسلمانوں میں تفریق کی کوششوں کا آغاز کیا۔ یہ لوگ خود کو شیعان علی کہلانے لگے 'یہیں سے تشیع یعنی شیعہ ازم کا آغاز ہوا جو کہ اسلام کو پارہ پارہ کرنے کی یہودی سازش تھی 'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سانحہ شہادت اور مسلمانوں کے درمیان جنگ جمل وصفین کو برپا کروانے میں اصل ہاتھ انہی کا تھا۔

عبداللہ بن سبا شیعی عقائد کا بانی ہے 'اس کا اعتراف خود شیعہ کے بعض مورخین اور شیعہ کے ائمہ نے بھی کیا ہے۔

شیعہ مورخ نوبختی لکھتا ہے۔

عبداللہ بن سبا یہودی تھا 'پھر وہ اسلام قبول کر کے علی علیہ السلام کا معتقد ہو گیا 'وہ پہلا شخص ہے جس نے علی علیہ السلام کی امامت وولائت کی فرضیت اور آپ علیہ السلام کے دشمنوں سے برأت کے عقیدے کا پرچار کیا۔

(فرق الشیعہ از نوبختی)

شیعہ محدث الکشی لکھتا ہے۔

اہل علم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اظہار محبت کرنے لگا' اور اس کا جو عقیدہ حضرت موسی علیہ السلام کے وصی (جانشین) یوشع بن نون کے بارے میں تھا بعینہ وہی عقیدہ اس نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں اختیار کیا وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کی تکفیر کی' اسی بنا پر شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ تشیع یہودیت سے ماخوذ ہے۔

(معرفة الناقلین عن الائمة الصادقین)

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر تہمت لگانے والوں پر لعنت کرے' جب عبداللہ بن سبا کا ذکر ہوتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس نے علی علیہ السلام کی طرف بہت غلط باتیں منسوب کیں جب کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے۔ آپ علیہ السلام کو جو مقام و مرتبہ ملا وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے ملا۔

(رجال الکشی:۱۰۰)

حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے۔

ہمارے خاندان کی طرف بہت سے غلط عقائد منسوب کیے گئے ہیں' مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط دعوے کیے' اسی طرح عبداللہ بن سبا نے علی علیہ السلام کے حوالے سے بہت سے غلط عقائد کی اشاعت کی۔

(رجال الکشی:۱۰۱)

عبداللہ بن سبا نے ولائت اور نائبیت کے یہودی عقیدے کے علاوہ دیگر یہودی عقائد مثلاً عقیدہ رجعت' تصرف اور بداء وغیرہ شیعہ مذہب میں پھیلائے۔

عبداللہ بن سبا کے ان عقائد کا اصل ہدف مسلمانوں کے ایمان بالرسل اور ایمان بالکتب پر حملہ تھا۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اور دیگر بارہ ائمہ کو معصوم قرار دینے اور امامت کو نبوت سے افضل درجہ پر فائز کرنے کا مقصد ایمان بالرسل کو ملیامیٹ کرنا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل دیگر صحابہ کے خلاف پروپیگنڈہ اور تکفیر سے مقصد ایمان بالکتب پر حملہ تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر قرآن کو لوگوں تک پہنچانے والے صحابہ کرام معاذاللہ کفار ومنافقین ٹھریں گے تو ان کے جمع کردہ قرآن وحدیث پر کون اعتماد کرے گا'یوں قرآن کریم کی صحت مشکوک ہو جائے گی'اسی وجہ سے سبائیوں وشیعوں نے آگے چل کر صحابہ کے ایمان کو مشکوک قرار دے کر تحریف قرآن کا نظریہ ترویج دیا'یوں شیعہ آج موجودہ قرآن وحدیث کا انکار کرتے ہیں۔ شیعوں کے نزدیک اصلی قرآن ایک غار میں بند ہے جسے ان کا بارہواں امام لائے گا۔ شیعوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت عین ایمان ہے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا اقرار عین کفر ہے'اس عقیدے کے بعد صحابہ کرام'تابعین'تبع تابعین'محدثین ومفسرین اورائمہ وفقہامیں سے کوئی بھی مسلمان نہیں رہتا۔ عبداللہ بن سبانے مدینہ منورہ سے مصر'پھر کوفہ کو مرکز بنالیااور وہاں جاکر اہل بیت سے محبت کی اوٹ میں امامت علی'تبراءبازی'رجعت اور دیگر عقائد کی ترویج کرنے لگا'اوراس کے پھیلائے گئے یہی عقائد اب شیعہ مذہب کا حصہ ہیں'شیعہ کے ان عقائد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عقیدہ امامت

اس عقیدے کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی پہلے امام اوروصی(جانشین)تھے'ان کے بعد حضرت حسن'پھر حضرت حسین'پھر ان کے بیٹے زین العابدین'پھر ان کے بیٹے امام باقراورآخری امام محمد بن عسکری شیعہ عقیدے کے مطابق بچپن میں ہی ایک غار میں چھپ گئے تھے اور شیعہ ان کے نکلنے کے منتظر ہیں۔ شیعوں کے نزدیک یہ تمام امام اوصاف نبوت بعثت'عصمت اور نزول وحی کے اوصاف کے حامل ہیں۔ ان کے بارے میں شیعہ کی روایات ملاحظہ کریں جو ان کی مستند کتب مثلاًاصول الکافی سے ذکر کی جارہی ہیں اصول الکافی شیعہ کے ہاں ان کی دینی روایات کی سب سے مضبوط اور بنیادی کتاب ہے۔

امام باقر نے فرمایا۔

ہم نبوت کا خزانہ ہیں اور جائے رسالت ہیں ہمارے پاس فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔

(تلخیص الشافی:۴-۱۳۱)

طبرسی روایت کرتا ہے۔

بارہ اماموں میں سے ہر امام اللہ کی طرف سے منصوص و مبعوث کردہ ہے۔

(اصول کافی:۱-۴۳۷)

امام باقر سے ایک اور روایت منقول ہے۔

ہماری امامت اللہ کی امامت ہے' تمام انبیاء کرام نے ہماری امامت کی طرف دعوت دی۔

(اصول کافی کتاب الحجہ:۱-۴۳۸)

شیعہ محدث کلینی امام باقر سے روایت کرتا ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں نماز' روزہ' زکوۃ' حج اور امامت' ور جتنی اہمیت عقیدہ امامت کی ہے اتنی کسی رکن کی نہیں۔

(اصول کافی' باب دعائم الاسلام:۲-۲۰)

مفسر البحرانی روایت کرتا ہے۔

بارہ اماموں میں سے کسی امام کی امامت کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ہے۔

(تفسیر البرہان:۲۱)

شیعہ کے مطابق یہ بارہ امام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ خدائی تصرفات و اختیارات کے مالک ہیں' مخلوق کے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں اور کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں اور تمام رسولوں نے میرے لیے بھی ان فضائل ومناقب کا اقرار کیا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں...البتہ مجھے چند ایسی صفات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں' مجھے اموات' مصائب وتکالیف اور حسب ونسب کا علم عطا کیا گیا' نیز مجھے قوت خطابت سے بھی نوازا گیا' اسی طرح مجھے گزشتہ اور مستقبل کے تمام واقعات عالم کا بھی علم ہے مجھ پر کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

(اصول کافی کتاب الحجہ:۱-۱۹۶)

شیعہ کے بقول یہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں کی گئیں' البتہ حضرت علی اوران کے بعد آنے والے باقی امام ان صفات سے متصف ہیں۔

کلینی روایت کرتا ہے امام علی رضا نے کہا۔

ہم اللہ کے امین ہیں' یعنی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں ہمیں لوگوں پر نازل ہونے والے مصائب ومشکلات ان کی موت کے وقت اوران کے حسب ونسب کا علم ہے ہم شکل دیکھ کرہی کسی کے مومن یامنافق ہونے کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

(اصول کافی کتاب الحجہ:۱-۲۲۳)

ایک اور روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا۔

جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے مجھے سب اشیاء کا علم ہے اور جو کچھ جنت اور دوزخ میں ہے مجھے اس کا بھی علم ہے اسی طرح مجھے گزشتہ واقعات اور ہونے والے واقعات کا بھی علم ہے۔

(اصول کافی:۱-۲۶۱)

کلینی سے روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا۔

دنیااورآخرت امام کے قبضہ اختیار میں ہے جسے چاہے اور جو چاہے عطا کر دے۔

(اصول کافی:۱-۴۹)

نیز فرماتے ہیں۔

ہر امام اپنی موت سے آگاہ اوراس سلسلہ میں بااختیار ہوتا ہے جب تک وہ خود نہ چاہے اس پر موت واقع نہیں ہو سکتی۔

(اصول کافی:۱-۲۵۸)

امام محمد بن علی فرماتے ہیں۔

ائمہ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں۔

(اصول کافی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع

صحابہ کرام پر نعوذ باللہ طعن و تشنیع اور تکفیر و تبرا شیعہ عقیدے کا لازمی جزو ہے۔

کلینی روایت کر تا ہے امام جعفر صادق نے فرمایا۔

کہ آیت 'ان الذین امنوثم کفروثم امنواثم کفرواثم اذداد وکفر۔

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر اپنے کفر میں پختہ ہو گئے۔

فلاں 'فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر جب ان کے سامنے علی علیہ السلام کی ولائت ووصائت پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کیا اور کافر ہو گئے' پھر وہ امیر المومنین کی بیعت پر ایمان لے آئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پھر کافر ہو گئے' اور خود ہی ایک دوسرے کی بیعت لے کر کفر میں پختہ ہو گئے' کلینی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے۔ فلاں 'فلاں اور فلاں سے مراد ابو بکر' عمر اور عثمان ہیں۔

(اصول الکافی کتاب الحجہ:۱-۴۲۰)

قمی آیت فبمانقضھم میثاقھم لعنھم وجعلناقلوبھم قسیہ' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

ارشادالٰہی ہے علی کی خلافت وامارت میں عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے (ابو بکر'عمر اور عثمان) پر لعنت کی اوران کے دل پتھر کر دیے انہوں علی کی امامت کو غصب کر لیااور خود مسلمانوں کے حکمران بن کر بیٹھ گئے۔

(تفسیر قمی:۱-۱۶۴)

قمی آیت یوم یعض الظالم علی یدہ'کی تفسیر میں لکھتاہے۔

اس آیت میں ظالم سے مراد ابوبکر ہے وہ کہے گایالیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا'اے کاش میں فلاں یعنی عمر کواپنادوست نہ بناتا یہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود حرام کاارتکاب اورامیر المومنین علی علیہ السلام کی فضیلت کاانکار کرتے رہے۔

(تفسیر قمی:۲-۱۱۳)

الکشی روایت کرتاہے امام باقر نے فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام لوگ (صحابہ کرام) مرتد ہوگئے تھے ماسوائے مقداد بن اسود'ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی کے۔

(رجال الکشی:۱۳)

قمی لکھتاہے۔

صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نفاق پر تھے۔

(تفسیر الصافی:۴-۱)

الکشی روایت کرتاہے امام باقر نے کمیت سے کہا۔

آج تک جس قدر بھی ناحق خون بہایا گیاہے'چوری'ڈاکے اورزنا کاارتکاب کیا گیاہے اس کی سزاان کے ارتکاب کرنے والوں کے علاوہ ابو بکر کو بھی ملے گی اور ہم اپنے تمام بڑوں اور چھوٹوں کوان کے خلاف لعن طعن کرنے اور تبرابازی کاحکم دیتے ہیں۔

(رجال الکشی:۱۷۹)

شیعہ محدث الکشی جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور دیگر ازاواج مطہرات پر ابن عباس کی لعنت وملامت افترا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

تونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خلاف ورزی کی' اپنے آپ کو دھوکا دیا' اپنے نفس پر ظلم کیا اور قہر خداوندی کی دعوت دی تیری حیثیت ہی کیا ہے (حضرت عائشہ کی طرف اشارہ ہے) تونو چڑیوں میں سے ایک چڑی ہے جنہیں رسول نے اپنے بعد چھوڑا ہے' توان سے بڑھ کر نہیں' نہ تیرا رنگ ان سے زیادہ سفید ہے' اور نہ ہی تو حسن وجمال اور تروتازگی میں ان سے بڑھ کر ہے' جا اپنے گھر جا کر آرام کر۔

(رجال الکشی:۱۷۹)

عقیدہ تحریف قرآن

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید مکمل اور محفوظ کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ شیعہ کے نزدیک قرآن تورات وانجیل کی طرح منحرف اور تبدل شدہ ہے۔

شیعہ محدث کلینی روایت کرتا ہے امام جعفر نے فرمایا۔

وہ قرآن جو حضرت جبرائیل حضرت محمد پر لے کر نازل ہوئے اس کی سترہ ہزار آیات تھیں۔

(اصول الکافی)

موجودہ قرآن کی آیات تقریباً چھ ہزار ہیں اس طرح شیعوں کے نزدیک دوتہائی قرآن ضائع ہو چکا ہے۔

ابوبصیر سے روایت ہے امام جعفر نے فرمایا۔

ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے اور مخالفین کو کیا خبر کہ مصحف فاطمہ کیا ہے وہ ایک مصحف ہے جس میں تمہارے قرآن کی مثل تین گنا ہے' اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔

(اصول کافی کتاب الحجہ:۱-۲۳۹)

شیعہ محدث صغار سے روایت ہے۔

رسول اللہ نے منیٰ میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ 'اے لوگو میں تمہارے پاس تین چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں' قرآن مجید 'اہل بیت اور کعبہ' یہ اللہ کی طرف سے مقدس شعائر ہیں تم ان کی حفاظت کرنا۔ حضرت باقر فرماتے ہیں مگر افسوس انہوں نے قرآن مجید تبدیل کر دیا' کعبہ کو منہدم کر دیا اور اہل بیت کو قتل کر ڈالا۔

(بصائر الدرجات للصغار:۷-۸)

شیعہ محدث طبرسی روایت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد حضرت علی نے قرآن مجید جمع کر کے اسے مہاجرین وانصار پر پیش کیا کیونکہ رسول نے آپ کو اس کی وصیت فرمائی تھی۔ جب ابو بکر نے حضرت علی کا جمع کردہ قرآن کھول کر دیکھا تو پہلے صفحہ پر ہی ان لوگوں (صحابہ) کے عیوب ونقائص پر مبنی آیات درج تھیں۔ ان آیات کو دیکھ کر عمر بن خطاب اچھل پڑا اور علی علیہ السلام سے کہنے لگا علی اسے واپس لے جاؤ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

(کتاب الاحجاج)

کلینی روایت کرتا ہے

کہ ایک آدمی نے امام جعفر صادق کی موجودگی میں کچھ ایسی آیات تلاوت کیں جو موجودہ قرآن میں نہ تھیں تو آپ فرمانے لگے جس طرح عام لوگ قرآن پڑھتے ہیں تم بھی اسی طرح پڑھا کرو تاوقتیکہ قائم (بارہواں امام) ظاہر ہو جائیں جب ان کا ظہور ہو گا تو وہ علی کا لکھا ہوا قرآن نکالیں گے۔

(اصول کافی کتاب الحجہ:۱-۲۲۸)

شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے 'امام باقر نے فرمایا۔

اگر قرآن مجید میں کمی اور زیادتی نہ ہوئی ہوتی تو ہمارے حقوق کسی سے مخفی نہ رہتے اور جب ہمارا قائم (بارہواں امام) نمودار ہوتا تو قرآن اس کی تصدیق کرتا۔

(تفسیر الصافی:۱۰-۱۰)

شیعہ محدث نوری طبرسی لکھتا ہے۔

شیعہ علماء کا اتفاق ہے کہ وہ تمام احادیث جن سے تحریف قرآن کا اثبات ہوتا ہے وہ نہ صرف صحیح مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحتاً قرآن کی تحریف و تبدیلی پر دلالت کرتی ہیں۔

(فصل الخطاب 'مطبوعہ ایران:۲۲۷)

یہی نہیں شیعہ نے اپنی روایتوں میں قرآن کی بے شمار تحریف شدہ آیات افتراء کی ہیں۔

کلینی روایت کرتا ہے امام جعفر صادق نے فرمایا۔

یہ آیت یوں نازل ہوئی و من یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ فقد فاز فوزا عظیما۔ یعنی جو شخص اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت اور علی اوران کے بعد اماموں کی ولایت کو تسلیم کرے گا تو وہ یقیناً عظیم کامیابی حاصل کرے گا۔

(اصول الکافی کتاب الحجہ:۱-۴۱۲)

ملاباقر مجلسی لکھتا ہے۔

منافقوں نے علی سے خلافت چھین کر قرآن کریم کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا 'عثمان نے قرآن کریم سے تین چیزیں نکال دیں امیر المومنین علی کے فضائل ومناقب دیگر اہل بیت کے فضائل اور خلفائے ثلاثہ کی مذمت۔

(تذکرۃ الائمہ:۱۰)

شیعہ نے درحقیت تحریف قرآن کا عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت وولائت کی وجہ سے اپنایا ہے کہ اگر وہ قرآن کو صحیح تسلیم کرلیتے تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کے بارہ اماموں کا سرے سے تذکرہ بھی نہیں ملتا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

تمام شیعوں کے نزدیک قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہے 'ان کے نزدیک اس میں کمی وبیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی آیات کو تبدیل کر دیا گیا ہے پھر فرماتے ہیں 'یہ عقیدہ واضح کفر ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر مبنی ہے۔ (الفصل فی الملل والنحل:۷۴)

امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قرآن مجید ہر قسم کی ترمیم سے محفوظ ہے'اورر افضیوں کا قرآن مجید میں نقص وزیادتی کا دعوی بالکل باطل ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون "بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے۔ان علینا جمعہ وقرانہ "بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے "اس عقیدے کی واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی غلطی سے محفوظ ہے اور موجود مصحف کی صحت قطعی ہے۔

(البرہان فی علوم القرآن:۲-۱۲۷)

باب:ستره

ایمان کے متعلق فتنات

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے پس کوئی چیز (فتنہ) نہیں چھوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کھڑے ہو کر قیامت تک مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان کر دیا'پس اسے یاد کر لیا جس نے یاد کر لیا اور اسے بھول گیا وہ جو بھول گیا اور بے شک میرے ان ساتھیوں (صحابہ) نے اسے جان لیا اور بے شک جب بھی ان میں سے کوئی بات وقوع پذیر ہوتی ہے تو مجھے اسی طرح یاد آجاتی ہے جس طرح ایک آدمی کو دوسرے آدمی کا چہرہ دیکھنے پر یاد آجاتا ہے جبکہ وہ اس سے غائب ہو پھر جب وہ اسے دیکھے تو پہچان لے۔

(صحیح بخاری:۶۶۰۴)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے جبکہ میں ان سے شر (فتنوں) کے بارے میں سوال کیا کرتا تو لوگوں نے انہیں تعجبانہ نظروں سے دیکھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں وہ بات جانتا ہوں جسے تم ناگوار سمجھ رہے ہو۔بے شک میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خیر ہمیں عطا فرمائی ہے کیا اس کے بعد شر ہو گا جیسا کہ پہلے تھا۔فرمایا کہ ہاں'میں نے کہا کہ پھر اس سے بچاؤ کا کیا طریقہ ہو گا۔فرمایا کہ تلوار'میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر کیا ہو گا'آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہو زمین میں اور وہ تیری کمر پر مارے اور تیرا مال بھی لے لے تب بھی اس کی اطاعت کرنا ورنہ جنگل میں درخت کی جڑیں کھا کر مر جانا'میں نے کہا پھر کیا ہو گا'فرمایا کہ پھر دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ ایک نہر اور ایک آگ ہو گی پس جو اس کی آگ میں گر جائے تو اس کا اجر واجب ہو گیا اور اس کا وبال اور گناہ مٹا دیے گئے اور جو اس کی نہر میں جا پڑا تو اس کا وبال واجب ہو گیا اور اس کا اجر و ثواب ضائع ہو گیا'راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا پھر کیا ہو گا فرمایا کہ پھر وہی قیام قیامت کا وقت ہو گا۔ (ابو داؤد:۴۲۴۴)

ایمان کی حفاظت جس طرح کفر وشرک اور بدعات سے ضروری ہے اس طرح فتنات سے بھی ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنات کے متعلق امت کو خبر دار کیا' ان میں سے کچھ فتنات قوی اور بڑے ہیں مثلاً کفر وارتداد کا فتنہ جن کا ارتکاب ایمان کو برباد کر دیتا ہے' کچھ فتنات درمیانے ہیں مثلاً بدعات جو آدمی کی ہلاکت اور گمراہی کا موجب ہیں اور کچھ فتنات فسق وکبائر پر مشتمل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں ان تمام فتنوں کی خبر دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایمان کی حفاظت کی خاطر ان فتنات سے بخوبی روشناس کروایا۔

چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنھم کہتے ہیں کہنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دجال کے فتنے سے اس قدر ڈراتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ دجال مدینہ کی کسی گھاٹی میں چھپا بیٹھا ہے اور ابھی نمودار ہونے والا ہے۔

ذیل میں ہم اہلسنت کے درمیان فتنہ 'بدعات کا فتنہ 'کفر وارتداد کا فتنہ اور دجال کے فتنے کا تذکرہ کریں گے۔

اہلسنت کے درمیان فتنات

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا تذکرہ فرمایااور اس کے بہت عظیم ہونے اور سخت ہونے کا تذکرہ کیاتو ہم نے کہا' یاسب صحابہ نے کہایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ فتنہ ہمیں پالے تو ہمیں تومارڈالے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایابے شک تمہیں قتل ہوناہی کافی ہے (تمہاری مغفرت کیلئے) کہ بے گناہ قتل کیے جاؤگے۔سعید بن زید کہتے ہیں کہ پس میں نے اپنے بھائیوں (حضرات صحابہ) کو دیکھا کہ (جنگ جمل وصفین میں) قتل ہوگئے۔

(ابوداؤد:۴۲۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مسلمانوں میں تفرقہ کے وقت ایک فتنہ پھوٹ پڑے گااور اس سے قتال کرے گاوہ جو دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ (ابوداؤد:۴۶۶۷)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی سے فرمایاکہ میرا یہ بیٹاسردار ہے اور میں بیشک امید رکھتاہوں کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ میری امت کے دو گروہوں میں صلح کرادے'اور حماد نے کہاحضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی اور خلافت سے دستبردار ہوگئے جس کی وجہ سے ایک بہت بڑافتنہ ختم ہوگیا۔

(ابو داؤد:۴٦٦۲)

رباح بن حارث کہتے ہیں۔

کہ ہم عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک وادی میں تھے'ایک آدمی آپ کے پاس آیااور کہنے لگااللہ کی قسم اہل شام (معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی) کافر ہوگئے۔عمار رضی اللہ عنہ نے کہاایسامت کہو ہمارا قبلہ ایک ہے نبی ایک ہے صحیح بات یہ ہے کہ وہ فتنہ زدہ لوگ ہیں جن سے قتال کرناہم پر واجب ہے یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔

(منہاج السنہ:۵-۲۴٦)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے صحابہ کوبرابھلامت کہاکروپس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سوناخرچ کردے توان صحابہ میں سے کسی ایک کے ایک اورآدھے مُد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(ابو داؤد:۴٦۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو جھانک کر دیکھااور فرمایا کہ تم جو چاہو کرو بے شک میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

(صحیح بخاری:۳۰۰۷)

جنگ جمل اور صفین سے زیادہ تر صحابہ دور رہے'لیکن کچھ صحابہ منافقین'سبائیوں اور خوارج کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پیدا شدہ مسئلہ اور اختلاف کو حل کرنے کے لیے کوشاں ہوئے لیکن منافقین'سبائی اور خوارج مسلمانوں میں فتنہ اور جنگ بھڑکانے کے لیے دوسرے گروہ پر حملہ کر دیتے اور وہ دفاع میں لڑنے پر مجبور ہو جاتے تھے'ان جنگوں کے وقوع پذیر ہونے کے اصل موجب یہی ہیں۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
جب مسلمانون کے مابین قتال ہوا تب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد دس ہزار تھی لیکن ان جنگوں میں ان میں سے سو افراد بھی شامل نہ ہوئے بلکہ ان کی تعداد تیس کو بھی نہ پہنچی تھی۔

(منہاج السنۃ:٦-٢٣٦)

٢-اقتدار و عصبیت اور قومیت و ملوکیت پر لڑائیاں

بنوامیہ نے اپنے اقتدار اور حکومت کے لیے آپس میں جنگ وجدل کا بازار گرم کیا۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اس ضمن میں وقوع پذیر ہوئی'اس کے بعد بنوامیہ اور بنوعباس اپنے ادوار حکومت میں آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریبان رہے'ان لڑائیوں میں کثیر مسلمان ہلاک ہوئے یہ لڑائیاں بھی مسلمانوں کے درمیان فتنات کے زمرے میں آتی ہیں کیونکہ ان لڑائیوں کی وجہ کسی بدعت و کفر کا غلبہ نہیں تھا بلکہ یہ محض دنیا پرستی اور حصول اقتدار کے لیے لڑی گئیں۔احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان لڑائیوں کی پشینگوئی موجود ہے۔

سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
نبوت کی خلافت تیس سال رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا کر دیں گے۔سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم شمار کرلو'حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال'حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دس سال'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بارہ سال اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساڑھے پانچ سال اور چھ ماہ حضرت حسن کی۔ (ابو داؤد:٤٦٤٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اسلام کی چکی (خلافت) پینتیس برس یا چھتیس برس یا سینتیس برس تک گھومے گی پھر اگر ہلاک ہو گئے تو ان کا راستہ پہلے ہلاک ہونے والوں کا ہے اور ان کا دین ان کے لیے قائم رہا تو وہ ستر برس تک قائم رہے گا۔

(ابو داؤد:۴۲۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
زمانہ قریب ہو جائے گا علم کم ہو جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے اور بخل و کنجوسی ڈال دی جائے گی اور ہرج کثرت سے ہو گا' صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہے فرمایا کہ قتل۔

(ابو داؤد:۴۲۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
عربوں کے لیے ہلاکت ہو اس فتنہ سے جو قریب آچکا ہے اس میں جس نے (لڑائی سے) اپنے ہاتھ روک لیے وہی کامیاب ہو گا۔

(ابو داؤد:۴۲۴۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب قریش اقتدار کے لیے آپس میں لڑنے لگیں تو تم اپنی تلوار رکھ دو۔

(ابو داؤد)

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔
کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک ٹنگے ہوئے سر پر ہم نکل آئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سر کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کا قاتل بڑا بدبخت ہے' جب آگے چلے گئے تو فرمایا کہ میں تو اسے بدبخت سمجھتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

جو شخص میری امت میں سے کسی کو قتل کرنے کے لیے چلااوراسے قتل کر دیاتواس کے بارے میں اس طرح کہو کہ قاتل جہنم میں جائے گااور مقتول جنت میں۔

(ابو داؤد:۴۲۶۰)

۳-فروعی ومسلکی فتنہ:

اہلسنت کے درمیان ایک فتنہ دین کے جزوی وفروعی مسائل میں اپنی رائے واجتہاد پر عصبیت اختیار کرتے ہوئے دوسرے مجتہد گروہ سے بغض ودشمنی اختیار کرناہے۔یہ باطل عصبیت کئی دفعہ مسلمانوں میں فتنہ وفساداور خون خرابے کا باعث بنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
آگاہ رہو'تباہ وبرباد ہو گئے جھگڑے اور بحث ومباحثہ کرنے والے۔

(ابو داؤد:۴۶۰۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
جو اپنے سے اتفاق کرنے والے سے ہی ولاَ (محبت ودوستی) رکھے'اختلاف رکھنے والے سے دشمنی رکھے اوراس طرح مسلمانوں کی جماعت میں افتراق پیدا کرے'آراءاوراجتہادات کے مسائل میں جواس کے ساتھ اتفاق نہیں کرتااسے کافراور فاسق قراردے'اپنے مخالف سے جو کہ اس کی موافقت نہیں کرتاقتال جائز قراردے تو ایسے ہی لوگ اہل تفرق اوراہل اختلاف ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ:۳-۳۴۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ایسا شخص ہم میں سے نہیں جس نے اپنے آپ کو جاہلیت کی کسی بات کی طرف منسوب کیا۔

(نسائی)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جاہلیت کی پکار سے مراد قبیلوں اور عصبیت کی پکار لگانا ہے۔ اس میں فقہی مذاہب مختلف گروہوں اور اپنے مشائخ کے لیے تعصب کرنا' انہیں ایک دوسرے پر فضیلت دینا' ان کے لیے محبت اور دشمنی کرنا یہ سب جاہلیت کی پکار ہے۔

(فتح المجید:۳۱۹)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مدح یا مذمت' محبت یا بغض' موالات یا دشمنی' دوری یا لعنت میں سے کوئی بھی کام ان بنیادوں پر کرے جس کی اللہ رب العزت نے مذمت فرمائی ہے جیسے قبیلہ' وطن یا علاقہ' مذہب (مسلک) اماموں اور مشائخ سے منسوب طریقت یا کوئی بھی ایسی بنیاد جس سے کوئی پہچان یا تشخص قائم ہوتا ہو۔ جو شخص بھی ایمان رکھتا ہے اس کے ساتھ ولاء فرض ہو جاتی ہے چاہے وہ کسی بھی نسبت سے منسوب ہو یا کسی بھی صنف سے تعلق رکھتا ہو۔

(مجموع الفتاوی:۲۸-۲۲۷)

نیز فرماتے ہیں۔

شومئ قسمت کہ بعض لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک دوسرے کو گمراہ اور کافر گردانتے ہیں' ہو سکتا صائب رائے اسی کی ہو یعنی کتاب و سنت کی موافقت میں ہو یا اس کے دوسرے مسلمان بھائی نے امور دین میں سے کسی چیز میں غلطی یا خطا کھائی ہو' مگر ہر خطا کھانے والا کافر یا فاسق نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی خطا اور نسیان معاف کر دی ہے... چنانچہ وہ حضرات (سلف صالحین) علمی و عملی مسائل میں بحث و مباحثہ بھی کیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود ان کی باہمی الفت اور دینی اخوت بر قرار رہتی تھی۔

(مجموع الفتاوی:۳-۴۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب کوئی حاکم اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ کرتا ہے اور صحیح نتیجے پر پہنچتا ہے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور جب وہ اجتہاد کرتے ہوئے غلط فیصلہ کرتا ہے تو بھی اسے اکہرا ثواب ملتا ہے۔ (صحیح بخاری:۷۳۵۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جمہور علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اجتہاد کرتے ہوئے خطا کرنے والا گنہگار نہیں کیونکہ نبی رحمت نے دونوں گروہوں میں سے کسی کو بھی گنہگار قرار نہیں دیا اور اگر مجتہد مخطی گنہگار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی پکڑ فرماتے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے بعد فرمایا تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھے۔ اب نماز کا وقت راستے میں ہو گیا تو بعض نے کہا کہ جب تک ہم بنو قریظہ پہنچ نہ لیں عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں کیونکہ آپ کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم نماز قضا کر دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا ذکر کیا گیا آپ نے کسی پر خفگی نہیں کی۔

(صحیح بخاری:۴۱۱۹)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سلف نے اس بات سے ممانعت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے اسماء وصفات کے بارے میں بحث اور اختلاف ہو' البتہ جہاں تک فقہی مسائل کی بات ہے تو سلف کا اتفاق ہے کہ ان امور میں بحث اور اخذ ورد ہو سکتا ہے' کیونکہ یہ (فقہ) ایسا علم ہے جس میں قیاس کرنے کی حجت ہوتی ہے جبکہ اعتقادات کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

(صحیح جامع بیان العلم:۳۸۳)

امام محمد بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو شخص کتاب وسنت کا علم رکھتا ہو' اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے واقف ہو اور فقہائے مسلمین کے اقوال سے آگاہ وہی اس بات کا مجاز ہے کہ کوئی مسئلہ اس کے سامنے پیش آئے تو وہ اجتہاد کر کے کوئی رائے اختیار کرے اور اپنی اس رائے کو اپنی نماز' روزے یا حج یا شرعی امر ونہی کے کسی معاملے میں قابل عمل جانے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ)

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اجتہادی مسائل میں اختلاف صحابہ کے دور سے لے کر آج تک واقع ہوتا آیا ہے'سب سے پہلے جو اختلاف ہوا وہ خلفائے راشدین مہدیین کے زمانے میں ہوا پھر صحابہ کے سب ادوار میں رہا' پھر تابعین میں ہوا' ان میں سے کسی نے بھی اس پر کسی کو معیوب نہ جانا' صحابہ کے بعد والوں میں بھی اسی طرز پر اختلاف ہوا اور اس میں توسیع بھی ہوئی۔

(الاعتصام از امام شاطبی:۸۰۹)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مسائل احکام میں تو اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ اس کا ضبط میں آنا ممکن نہیں' اگر کہیں ایسا ہوتا کہ جب بھی کبھی دو مسلمانوں میں کسی مسئلے کی بابت اختلاف ہو تو ایک دوسرے سے قطع تعلقی اختیار کر لیتے تو مسلمانوں میں کسی عصمت یا اخوت کا نام تک باقی نہ رہتا۔

(فتاوی ابن تیمیہ:۲۴-۱۷۳)

عبد الرحمن بن ابی زناد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہم نے بہترین لوگوں میں سے اہل فضل وفقہ کو دیکھا کہ وہ جھگڑالو' بہت زیادہ کرید کرنے والوں اور اپنی رائے (پر عصبیت) اختیار کرنے والوں کو سخت معیوب سمجھتے تھے۔

(الابانۃ الکبری:۲-۵۳۲)

شیخ محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر کوئی کسی مسئلہ میں غلطی کر بیٹھے تو اس کی یہ غلطی اجتہاد کی بنا پر ہے' کیونکہ اس امت کا اجتہاد کرنے والا اگر صحیح اجتہاد کرے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر غلطی کر بیٹھے تو اسے ایک اجر ملتا ہے' اور جو کوئی شخص کسی ایک غلط کلمہ کی بنا پر سارا حق ہی رد کر دے تو وہ گمراہ ہے خاص کر جب یہ غلطی جسے وہ غلط خیال کرتا ہے غلط نہ ہو' اسے غلط بلکہ گمراہ بعض اوقات تو اسے کافر قرار دیتے ہیں' اللہ اس سے محفوظ رکھے ایسا کرنا بہت ہی برا اور غلط ہے' اور جو کسی دوسرے کو اس سبب یا معصیت کی بنا پر کافر قرار دے تو اس کا یہ مسلک تو خوارج سے بھی زیادہ شدید ہو گا کیونکہ خوارج تو مرتکب کبیرہ کو کافر قرار دیتے ہیں نہ کہ کسی معصیت کی بنا پر۔ (فتاوی العثیمین:۹۷۸۸)

ڈاکٹر عبد الرشید اظہر فرماتے ہیں۔

جہاں تک کفر ساز'تکفیر کے شائقین'اجتہادی خطاؤں پر مبنی بدعات اور معاصی کے بارے میں کفر کے فتوے لگانے والے اوران کے مرتکبین کو خارج عن الملۃ کافر قرار دینے والے اوران کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنے والے جاہل مفتیوں کا تعلق ہے'تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بزم علم میں ایسے لوگوں کا تذکرہ اہل علم کے وقاراور شرف کے منافی ہے اس کے دو سبب ہوسکتے ہیں حماقت یا تجارت'اس قسم کے احمق اور تاجر تمام دینی گروہوں اور فقہی مذاہب میں موجود ہیں ایسے لوگوں کا وجود خود ایک فتنہ اوراہل ایمان کی آزمائش ہے۔

(اہلسنت کا منہج تعامل:۳۵)

شیخ ارشاد الحق اثری فرماتے ہیں۔

امت میں باہمی اختلاف کا ایک پہلو فقہی وفروعی اوراستنباط واستخراج مسائل کا ہے'اور یہ اختلاف صحابہ کرام'تابعین اورائمہ کرام سے چلا آرہاہے مگراس کے باوجود سلف میں کوئی تفریق وانتشار نہ تھا۔چنانچہ صحابہ کرام وتابعین میں مَس ذکر سے وضوٹوٹنے یانہ ٹوٹنے کا اختلاف تھا'آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضوٹوٹنے یانہ ٹوٹنے کا اختلاف تھااوراس میں بھی اختلاف تھا کہ خون کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے یانہیں لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے اورایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔

(اہلسنت کا منہج تعامل)

امام قاسم بن محمد(تابعی)فرماتے ہیں۔

اگر تم(امام کے پیچھے فاتحہ)پڑھوگے تو تمہارے لیے صحابہ کرام میں نمونہ ہے اوراگر تم نہ پڑھوگے تو بھی تمہارے لیے صحابہ کرام میں نمونہ ہے۔

(توضیح الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام:۴۹۴)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ صحابہ کرام سے مختلف فیہ ہے۔

شیخ ارشاد الحق اثری فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی مسئلہ قرار دیتے ہوئے محدث حافظ محمد گوندلوی کا قول نقل کرتے ہیں۔

ہمارا تو مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے۔پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔

(ایضاً:۳۰۷)

ڈاکٹر سید شفیق الرحمن فرماتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان مسائل میں راجح بات تو بیان کی جائے گی مگر امت میں ان مسائل کی بنا پر دشمنی پیدا نہیں کی جائے گی'جیسا کہ آج کل رکوع کی رکعت'امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا'نماز جنازہ سری یا جہری پڑھنا'غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا اور ایسے بہت سے مسائل کی بنا پر تکفیر تک کر دی جاتی ہے یقیناً یہ روش درست نہیں۔

(اہلسنت کا منہج تعامل:۲۸۷)

مسلمانوں کے درمیان فتنات میں طرز عمل

مسلم بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عنقریب ایک فتنہ ہو گا جس میں لیٹا ہوا شخص بیٹھے ہوئے سے بہتر ہو گا اور بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہو گا'اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہو گا'اور چلنے والا بہتر ہو گا(اس فتنہ میں)کوشش کرنے والے سے'ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔فرمایا کہ جس کے پاس اونٹ ہوں تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر والوں سے جا ملے'اور جس کے پاس بکریاں مویشی ہوں تو وہ بکریوں سے جا ملے'اور جس کی کوئی(زرعی)زمین ہو تو وہ زمین سے جا ملے'انھوں نے فرمایا کہ پس جس کے پاس ان میں سے کچھ نہ ہو۔فرمایا کہ اسے چاہیے کہ اپنی تلوار اٹھائے اور اس کی دھار کو مٹکے پر مار کر کند کر دے پھر حتی الامکان جلدی نجات حاصل کرے فتنہ کے مقام سے۔ (ابو داؤد:۴۲۵۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی بلندیوں اور بارش برسنے کی جگہوں پر جائے گا اور اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگے گا۔

(ابوداؤد:۴۲۶۷)

حضرت خالد بن دہقان کہتے ہیں کہ میں نے یحی بن یحی الغسانی رحمہ اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول 'اعتبط بقتلہ' کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فتنہ کے دوران قتل وغارت گری کیا کرتے ہیں آپس میں 'پس ان میں سے ایک (ناحق) قتل کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہدایت پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ پر استغفار بھی نہیں کرتا۔

(ابوداؤد:۴۲۷۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عن سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
مومن ہمیشہ آزاد اور بے فکر رہتا ہے جب تک کہ اسے کوئی حرام خون نہ پہنچے 'پھر جب وہ حرام خون میں مبتلا ہو جاتا ہے تو نہایت عاجز اور تنگ ہو جاتا ہے۔

(ابوداؤد:۴۲۷۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مد مقابل آجائیں تو پھر قاتل ومقتول دونوں جہنم میں جائیں گے 'کسی نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قاتل تو ٹھیک ہے (اس کا جہنم میں جانا سمجھ میں آتا ہے) پس مقتول کو کیا ہوا (کہ وہ بھی جہنم میں جائے گا) فرمایا کہ اس نے بھی تو اپنے مقابل کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

(ابوداؤد:۴۲۶۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں... کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو میرے گھر میں داخل ہو جائے 'اور میرے قتل کے لیے ہاتھ پھیلالے

توانہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کہ پھر تو آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہو جا(یعنی ہابیل کی طرح جسے قابیل نے قتل کر دیا تھا) پھر یزید بن خالد الرملی نے یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدك لتقتلنی...

(ابو داؤد:۴۲۵۷)

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

کہ بے شک باسعادت شخص وہ ہے جو فتنوں سے بچا رہا' بے شک سعید شخص وہی ہے جو فتنوں سے دور رہا' بے شک خوش بخت وہی ہے جو فتنوں سے بچا اور جو فتنوں میں مبتلا ہو گیا' پھر اس نے صبر کیا تو اس کے کیا کہنے۔

(ابو داؤد:۴۲۶۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت سے راہنمائی حاصل نہ کریں گے اور نہ میری سنت کو اپنائیں گے اور عنقریب ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے جسموں میں شیطان کے دل ہوں گے' میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں کیا کروں اگر اس زمانہ کو پاؤں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' امیر کی بات سن اور اطاعت کر اگرچہ تیری پیٹھ پر مارا جائے یا تیرا مال غصب کر لیا جائے پھر بھی ان کی بات سن اور اطاعت کر۔

(صحیح مسلم:۴۷۸۴)

بدعات کا فتنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد بدعات کے فتنہ کی پشینگوئی فرمائی۔ان میں ایمان کے متعلق اکثر بدعات کا ظہور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی زندگی میں ہو گیا تھا جب کہ دیگر بدعات کا ظہور بعد کے ادوار میں ہوا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے اماموں (مذہبی راہنماؤں) کا ڈر ہے۔ (ابو داؤد:۴۲۵۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے بارے میں فرمایا۔
یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترے گا۔

(صحیح بخاری:۳۳۴۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرجئہ اور قدریہ کے بارے میں فرمایا۔
میری امت کے دو گروہوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے مرجئہ اور قدریہ۔

(ترمذی:۲۱۴۹'ابن ماجہ:۶۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں کچھ لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا۔
یہ کیا ہے جو میں تمہیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔انہوں نے کہا اے ابوعبداللہ ہم ان کنکریوں کے ساتھ اللہ اکبر'لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کو شمار کرتے ہیں'انہوں نے فرمایا'اپنی برائیوں کو شمار کرو میں ضامن ہوں کہ نہ گننے سے تمہاری نیکیوں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی'اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تم پر افسوس ہے کہ تم کتنی جلدی ہلاک ہو رہے ہو'یہ تمہارے نبی کے صحابہ کثرت سے موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور ان کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے'مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے یا تو تم نے گمراہی(بدعت)کا دروازہ کھولا ہے'انہوں نے کہا اے عبدالرحمن اللہ کی قسم ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔انہوں نے کہا بہت سے لوگ نیکی کا ارادہ کرتے ہیں مگر انہیں نیکی حاصل نہیں ہوتی۔

(سنن دارمی:۲۱۰)

اہلسنت کا اہل بدعت سے تعامل:

اہلسنت اہل بدعت کی شدید مذمت کرتے ہیں اور ان سے بچنے اور سخت کراہت اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔اہل بدعت سے دلی محبت رکھنا'ان سے ملنا جلنا اور ان کی عزت و تکریم کرنا جائز نہیں۔اہل بدعت کا حکم مرتکبین فسق

وکبائر کی مانند ہے'اس لیے ان سے کفار کی مانند نفرت وبغض اوررویہ وتعامل کرناخوارج کی روش ہے اوران سے اہل ایمان کی مانند دلی محبت اوررویہ وتعامل کرنامرجئہ کاوطیرہ ہے۔

شیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں۔

ان کے بارے میں محبت اور دشمنی دونوں پائی جائے گی'اوروہ گنہگار مسلمانوں کی جماعت ہے'لہذاان کے ایمان کی وجہ سے ان سے محبت کی جائے اوران کے اندر جوکفروشرک سے کمتر بدعات یاکبیرہ گناہ ہیں ان کی وجہ سے نفرت کی جائے گی'ان کی محبت کاتقاضہ یہ ہے کہ ان کونصیحت کی جائے اوران کے برے اعمال پران کی نکیر کی جائے گی'انہیں معروف کاحکم دیاجائے گا'منکرسے روکاجائے گااوران پراسلامی حدودوتعزیرات نافذکی جائیں گی حتیٰ کہ وہ معصیت کے کاموں سے بازآجائیں اور گناہوں سے توبہ کرلیں'ان سے نہ توپختہ بغض وکینہ رکھاجائے گااورنہ ان سے برأت ظاہر کی جائے گی'جیساکہ شرک سے کمتر کبیرہ گناہوں کے مرتکب کے بارے میں خوارج کاخیال ہے اورنہ ہی ان سے خالص محبت اوردوستی رکھی جائے گی جیساکہ مرجئہ کاخیال ہے بلکہ ان کے بارے میں مذکورہ تفصیل کے مطابق معتدل موقف اپنایاجائے گاجیساکہ اہلسنت کامذہب ہے۔

(دوستی اوردشمنی ازصالح الفوزان)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بدعات کے حاملین میں بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن میں باطناًاورظاہراًایمان ہوتاہے مگرجہل اورظلم کی بناپرمذہب سنت کی مخالفت کرتے ہیں'ایساشخص نہ توکافرہے اورنہ ہی منافق'اس کاظلم وعدوان ہوسکتاہے اس درجے کاہوکہ اس کی بناپرزیادہ سے زیادہ فاسق یاعاصی ٹھرتاہواوریہ بھی ہوسکتاہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایمان اورتقویٰ اس حدتک ہوکہ اپنے ایمان اورتقویٰ کے بقدراللہ کے ساتھ اس کی دوستی ووفاداری اوروابستگی کارشتہ ہنوزقائم۔

(مجموع الفتاویٰ:۳-۳۵۴)

امام ابن ابی العز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اہل بدعت سے محبت اور بغض ان میں بقدر خیر اور شر ہونا چاہیے کیونکہ ایک آدمی میں موالات کا سبب اور عداوت کا سبب اور محبت و نفرت کا سبب دونوں جمع ہوتے ہیں یوں وہ ایک اعتبار سے محبوب اور دوسری وجہ سے مبغوض ہوتا ہے اور فیصلہ غالب حالت کے مطابق ہو گا۔

(شرح العقیدہ الطحاویہ:۴۳۴)

اگر اہل بدعت سے قطع تعلقی اور سزا دینے سے اچھے اثرات مرتب ہوں تو ایسا کیا جائے گا' نیز جن علاقوں میں سنت غالب ہو وہاں اہل بدعت کو دبایا جائے گا اور ان کے ساتھ سختی کی جائے گی' جیسے صحابہ کرام نے اہل بدعت کے ساتھ سختی کی جب بدعات نئ نئ اسلامی معاشرے میں داخل ہو رہی تھیں' مگر جب بعض علاقوں میں بدعات عام ہو گئیں اور اہل قوت واقتدار میں بھی بدعات کا غلبہ ہو گیا' تو اس کے اثرات ونتائج کے اعتبار سے تابعین نے ان کے ساتھ دعوت و تبلیغ' تالیف قلب اور مصلحت کا رویہ اپنایا' لیکن اہل بدعت سے مرجئہ کی مانند حد سے زیادہ نرمی اور خوارج کی مانند حد سے زیادہ سختی کرنا جائز نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

شیطان انسان سے ہر معاملے میں اسراف چاہتا ہے جب وہ کسی کو نرمی اور رحمت کی طرف مائل دیکھتا ہے تو اس کے لیے نرمی اور رحمدلی کو مزین کر دیتا ہے یہاں تک کہ انسان اس سے بھی بغض و دشمنی نہیں کرتا جس سے اللہ دشمنی کرتا ہے' اسے اس بات پر بھی غیرت نہیں آتی کہ جس بات پر اللہ کو غیرت آتی ہے' اسی طرح جب شیطان کسی کو شدت کی طرف مائل دیکھتا ہے تو وہ اس کے لیے شدت اور سختی کو مزین کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ذات الٰہی کی رضامندی کے علاوہ سختی کرنے لگتا ہے' اور وہ احسان' نرمی اور صلہ رحمی جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے ترک کر دیتا ہے اس طرح وہ شدت میں زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے' یہ شخص رحمت واحسان کے حکم الٰہی کو ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے' اور اللہ اور اس کے رسول نے جس شدت کا حکم دیا ہے اس میں زیادتی کرنے کی وجہ سے مذموم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انہ لایحب المسرفین' بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ:۱۵-۲۹۲)

اہل بدعت سے تعامل میں تفریط:

اہل بدعت کے فتنے سے تعامل میں تفریط اور پہلو تہی کرتے ہوئے ان کے ساتھ نہایت نرم رویہ'محبت'عزت'تکریم اور میل جول رکھنے سے اہلسنت نے منع فرمایاہے۔کچھ لوگ دور حاضر میں اہل بدعت اور ایمان کے بارے میں قدیم بدعتی گروہوں کے وجود کاانکار کرتے ہیں'جب کہ آج بھی ان بدعتی گروہوں خوارج'مرجئہ اور قدریہ وغیرہ کے عقائد عام وخواص مسلمانوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ۔

(آل عمران:۷)

وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور یہی کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات ہیں اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ انگیزی کی خاطر متشابہات کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں اور انہیں حسب منشا معنی پہناتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان متشابہات پر ایمان لاتے ہیں'ساری آیات ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور سبق تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایاہے پس ان سے بچو۔

(صحیح بخاری:۴۵۴۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔

(الانعام:٦٨)

جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو ان سے اعراض کیجئے تاآنکہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ ہر اس شخص پر رد کرتی ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ دین کے ائمہ اوران کے متبعین کو فاسقوں کے ساتھ ملنا چاہیے'اس آیت کے ضمن میں محمد بن علی رحمہ اللہ کہتے ہیں:اہل بدعت کے ساتھ مت بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔

(تفسیر قرطبی:۷-۱۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الاسلام ۔

(الشریعۃللآجری:۲۰۴۰)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور عبدالرحمن بن ام الحکم بیٹھے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ سیدنا کعب رضی اللی عنہ نے فرمایا:اس خبیث کی طرف دیکھو بیٹھے ہوئے خطبہ دیتا ہے ۔(حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے)۔

(صحیح مسلم:۸٦۴)

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشیر بن مروان کو جمعہ کے دن منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو ہلاک کرے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں صرف ایک ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔

مجاہد بن جبر ابو الحجاج رحمہ اللہ (تابعی) فرماتے ہیں۔

میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا' ہم اس مسجد میں نماز پڑھنا چاہتے تھے تو موذن نے اذان میں تثویب (الصلوۃ خیر من النوم) کہہ دیا۔ (جبکہ وہ اذان ظہر یا عصر کی تھی)' ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہمیں اس بدعتی کے پاس سے نکال لے جاؤ اور آپ نے وہاں نماز ادا نہیں کی۔

(ابو داؤد:۵۳۸)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قدریہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وہ اس امت کے شریر ترین لوگ ہیں تم ان کے مریضوں کی عیادت نہ کرو اور ان کے مرنے والوں کا جنازہ نہ پڑھو۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ:۲-۶۴۳)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بزرگان سلف اور ائمہ کے ان اقوال کی بھی یہی حقیقت و مطلب ہے کہ داعیان بدعت کی شہادت قابل قبول نہیں' ان کے پیچھے (بغیر مجبوری کے) نہ نماز پڑھنی چاہیے' نہ ان سے علم لینا چاہیے اور نہ بیاہ شادی کرنی چاہیے کیونکہ یہ ان کی سزا ہے تا آنکہ وہ اس سے باز آجائیں۔

(مجموع الفتاویٰ:۲۸-۲۰۳)

نیز فرماتے ہیں۔

خلاف کتاب و سنت عقائد یا عبادات کے حاملین ائمہ بدعات کے متعلق یہی ہے کہ ان کے بارے میں لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنا واجب ہے اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے حتیٰ کہ جب امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی نماز' روزہ اور اعتکاف بکثرت کرتا ہے' دوسرا اہل بدعت کا رد کرتا ہے' آپ کے نزدیک کون سا بہتر ہے' تو کہنے

لگے'اگر کوئی شخص نماز'روزہ اوراعتکاف کرتا ہے تووہ اس کے اپنے لئے ہے اوراگر اہل بدعات کارد کرتا ہے تو یہ مسلمانوں کے لئے ہے اور یہی افضل ہے۔

(مجموع الفتاویٰ:۲۸-۲۳۱)

اہل بدعت سے تعامل میں افراط:

اہل بدعت کو اہل کفار کی مانند سمجھنااوراس کے مطابق ان سے رویہ رکھنا جائز نہیں'اس لیے ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا'ان کی اصلاح کرنااور بوقت ضرورت ان سے میل جول رکھنا جائز ہے۔بدعت کامرتکب اسلام سے خارج نہیں ہوتاالبتہ وہ فرقہ ناجیہ اہلسنت سے خارج ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۔

(المائدہ: ۸)

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو'عدل کرویہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اس بات سے منع کیا گیاہے کہ مومنین کو کفار سے بغض کہیں عدل سے نہ پھیر دے(جب کافروں کے بارے میں ظلم سے منع کیا گیاہے)توپھر اہل ایمان میں سے فاسق وفاجر اوراس بدعتی سے بغض کس قدر براہو گاجو تاویل کرنے والاہے'یقیناًیہ کافر سے کہیں زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ مومن ان کے حق میں ظلم کاارتکاب نہ کریں چاہے یہ خود مومنین پر ظلم کرنے والے ہی کیوں نہ ہوں۔

(الاستقامہ: ۱-۳۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک جماعت کے سب دوزخ میں جائیں گے۔

(ترمذی: ۲۶۴۱)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جس شخص نے یہ کہا کہ بہتر گروہوں میں سے ہر ایک کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے بھی خارج ہے تو اس نے کتاب وسنت اور اجماع ائمہ کی مخالفت کی' ان میں سے کوئی بھی بہتر گروہوں میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا۔

(مجموع الفتاویٰ:۷-۲۱۸)

اللجنہ الدائمہ دارالافتاسعودی عرب کا فتویٰ:

اس حدیث میں امت سے مراد امت اجابت ہے وہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ان میں سے بہتر فرقے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور ایسی بدعتوں کے مرتکب ہیں جو اسلام سے خارج نہیں کرتیں' ان کو ان کی بدعتوں اور گمراہیوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا' اللہ چاہے تو کسی شخص کو معاف بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کی مغفرت ہو سکتی ہے اور اس کا انجام جنت ہے۔

(اللجنہ دارالافتاسعودیہ: فتاوی نمبر:۴۳۶۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوارج کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا شرک سے ہی تو وہ بھاگے ہیں۔ کہا گیا کیا وہ منافق ہیں' فرمایا منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں' پوچھا گیا یہ پھر کون اور کیسے ہیں' فرمایا انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اس لیے ہم نے ان سے قتال کیا ہے۔

(ابن ابی شیبہ' بیہقی: ۸-۱۷۴)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

خوارج کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کرنے کا حکم دیا اور امیر المومنین علی بن ابی طالب نے ان کے ساتھ عملاً قتال کیا' خوارج کے ساتھ قتال پر صحابہ' تابعین اوران کے بعد آنے والے متفق تھے (لیکن اس کے باوجود) سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدنا سعد بن ابی وقاص اوران کے علاوہ دیگر صحابہ نے انہیں کافر قرار نہیں دیا اور انہیں مسلمان ہی سمجھا... یہ لوگ جن کی گمراہی نص اوراجماع کے ذریعے ثابت ہے نیز اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ قتال کا حکم بھی دیا ہے جب یہ کافر قرار نہیں دیے گئے تو پھر ان اختلاف کرنے والے (بدعتی) گروہوں کی تکفیر کیسے درست ہو گی جن پر ایسے مسائل میں حق مشتبہ ہوا ہے کہ جن مسائل میں ان سے زیادہ علم والوں نے بھی غلطی کھائی ہے۔

(مجموع الفتاوی: ۳-۲۸۲)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وہ قدریہ جو اللہ کے ازلی علم اور تقدیر کے لکھے جانے کے انکاری ہیں سلف صالحین نے ان کو کافر کہا اور جنہوں نے اللہ کے ازلی علم کو تو تسلیم کیا لیکن اس بات کا انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے ان کو کافر نہیں کہا۔

(فتاوی ابن تیمیہ: ۳-۳۵۲)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اشاعرہ کی طرح اللہ کی بعض صفات میں تاویل کرنے والے نہ تو اسلام سے خارج ہیں اور نہ ہی صفات کے علاوہ بقیہ ابواب میں اہلسنت سے خارج ہیں اشاعرہ اوران جیسوں نے اسماء وصفات کے مسئلے میں اہلسنت کی مخالفت کی اوران کے منہج سے ہٹ گئے ہیں۔

(مجموع الفتاوی والمقالات: ۳-۵۴)

شیخ عبد المحسن العباد فرماتے ہیں۔

یہ کہنا کہ سلفی عام مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اور وہ تمام صوفیوں اور اشعریوں کی تکفیر کرتے ہیں'تو یہ سلفیوں پر جھوٹا الزام ہے'وہ اس تہمت سے بری ہیں'ان کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے'وہ اسی کی تکفیر کرتے ہیں جس کی اللہ اور اس کے رسول نے تکفیر کی ہے۔

(الرد علی الرفاعی والبوطی:۳۸)

اہل بدعت کی تکفیر کر دینے کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خود بدعت قرار دیا ہے'فرماتے ہیں۔

بدعت منکرہ میں ایک بدعت مسلمانوں کے (بدعتی) گروہوں کی تکفیر کرنا اور ان کے خون ومال حلال قرار دینا ہے۔

(مجموع الفتاوی)

ایسی بدعات جن سے کتاب اللہ کی تکذیب لازم نہ آتی ہو اور نہ ہی اللہ کے رسول کے لائے ہوئے دین کی تکذیب لازم آتی ہو غیر مکفرہ بدعات کہلاتی ہیں۔

مثلاً مروان بن حکم کی بدعات جسے کبار صحابہ کرام نے برا بھلا کہا اور اسے ان بدعات سے روکا لیکن ان بدعات کے پائے جانے کے باوجود انہوں نے مروان کی بیعت سے ہاتھ نہ کھینچا۔اس کی بدعات میں سے کچھ ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ نمازوں میں تاخیر کر کے آخر وقت میں نماز ادا کرنا'نماز عید سے قبل خطبہ عید دینا اور جمعہ وغیرہ کا خطبہ بیٹھ کر دینا۔

(معارج المقبول:۲-۵۰۳)

شیخ عبد الرشید اظہر لکھتے ہیں۔

بدعت صغری اور اس کا ارتکاب کرنے والے اہل بدعت کا حکم مختلف ہے...یہ لوگ فاسق وفاجر اور اہل معاصی مسلمانوں کی طرح ہیں'ان سے محبت وبغض ان کے ایمان واتباع کے مطابق ہو گا'انہیں خارج عن الملۃ قرار دینا'ان سے قطع تعلقی کرنا'ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے فتوے دینا اہل السنۃ والجماعۃ کا طریقہ نہیں ہے۔اہل علم نے ہمیشہ ان کے ساتھ افہام وتفہیم'مکالمہ بلدلیل اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا راستہ اختیار کیا ہے ان کی نصیحت

اور خیر خواہی کو اپنا فرض سمجھا ہے' فقہی مذاہب اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور مدارس فقہ کے مجتہدین کی اجتہادی غلطیاں' ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدعات صغری کا یہی حکم ہے' کلمہ اخلاص پر اجتماع اور وحدت امت کا یہی تقاضہ ہے۔

(مقالات تربیت:۱۰۹)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مستورالحال کی اقتدا میں نماز کے جواز پر جملہ مسلمان ائمہ کا اتفاق ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ جس آدمی کے (عقیدے کے) بارے میں علم نہ ہو اس کے پیچھے نماز حرام یا باطل ہے تو وہ اہلسنت والجماعت کے اجماع کا مخالف ہے... چنانچہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے کسی بھی شہر یا علاقہ میں ہو تو وہ ان کے ساتھ جمعہ و جماعت میں شرکت کرے اور مسلمانوں سے تعلق' دوستی اور وفاداری رکھے اور ان سے دشمنی یا بیر نہ رکھے' اگر ان میں سے کسی کو گمراہ یا غلط راستے پر پڑا ہوئے دیکھے اور اسے ہدایت اور رشد و نصیحت کا راستہ دکھا سکتا ہو تو یہ کام ضرور کرے' بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔ امامت کے منصب پر کسی افضل آدمی کو فائز کرانے میں اگر اس کی چلتی ہو تو ایسا ضرور کرے' بدعت اور فسق و فجور عام کرنے والوں کو روکنے کی طاقت رکھتا ہو تو یہ کام بھی ضرور کرے' تاہم اگر مذکورہ استطاعت نہ ہو تو ایسے شخص کے پیچھے جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ رکھتا ہو اور دوسروں سے بڑھ کر اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہو نماز ادا کرنا افضل ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔

(مجموع الفتاویٰ:۳۰-۲۸۰)

عارضی طور پر بحالت مجبوری بدعتی فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب امامۃ المفتون والمبتدع میں تابعی حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے' فرماتے ہیں۔ تو بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لے اس کی بدعت کا وبال اسی پر ہو گا۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے۔

عبید اللہ بن عدی بن الخیار رحمہ اللہ نے پوچھا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ امام العوام اور مشکل میں مبتلا ہیں اور ہمیں امام فتنہ نماز پڑھا رہے ہیں کیا ہم گناہ گار تو نہیں ہوں گے 'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کہ نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے 'وہ اچھا عمل کریں تو تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور اگر وہ برائی کریں تو تم ان کے ساتھ برائی کرنے میں شریک نہ ہو۔

(صحیح بخاری:۶۹۵)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر مقتدی کو علم ہو کہ امام بدعتی ہے اور وہ اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہے یا وہ فاسق ہے اور اس کا فسق ظاہر ہے اور وہ (مجبوری کی وجہ سے) مستقل امام ہے جس کے بغیر نماز پڑھنا ممکن نہیں مثلاً جمعہ اور عیدین کی امامت وہی کرواتا ہے اور عرفات میں نماز 'حج وغیرہ کا بھی وہی امام ہے 'تو عام سلف وخلف کے ہاں مقتدی اس کے پیچھے نماز ادا کرے گا 'امام شافعی 'امام احمد اور امام ابو حنیفہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

(مجموع الفتاوی:۲۳-۲۵۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف جیسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔

(سنن بیہقی؛سند حسن:۳-۱۲۱)

نیز 'آپ (ابن عمر) رضی اللہ عنہ خارجیوں اور خشبیوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد 'سند صحیح:۱۶۹)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہم صحابہ میں سے کسی کو نہیں جانتے کہ جو مختار 'عبید اللہ بن زیاد 'حجاج یا ان سے بڑے کسی فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنے سے رکے ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا 'خوارج میں سے ایک شخص ہماری امامت کرواتا ہے کیا ہم اس کے پیچھے نماز ادا کر لیا کریں 'آپ نے جواب دیا ہاں لوگوں کو اس سے زیادہ شر والوں نے امامت کروائی ہے۔

(المحلی:۴-۲۱۳)

شیخ صالح العثیمین سے مساجد کے اشعری اماموں کے پیچھے نمازادا کرنے کے متعلق پوچھا گیا'شیخ نے جواب دیا'ان کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے اشاعرہ کی تکفیر کی ہو۔

(ثمرات التدوین)

شیخ الحدیث عبداللہ محدث روپڑی فرماتے ہیں۔

بدعتی فاسق وفاجر جو حد کفر کو نہ پہنچتا ہو اس کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے مگر ایسے شخص کو امام بنانے والے مجرم ہیں 'کیونکہ حدیث میں آیا ہے'اپنے امام بہتر لوگوں کو بنایا کرو۔ ہاں اگر ایسا شخص جبراًامام بن جائے اور مقتدی ہٹانے پر قادر نہ ہوں تو اس صورت میں مقتدی مجرم نہیں نہ ان کی نماز میں کوئی خلل ہے۔

(فتاوی اہلحدیث:۱-۵۶۳)

یہ بات یادر ہے کہ اہل بدعت سے دوری اور لاتعلقی واجب ہے تا کہ لوگ بدعت سے بچیں اورڈریں اوراہلسنت پر معاملہ مشتبہ نہ ہو'اہل کفروارتداد تواصلاً دشمنی کے مستحق ہیں جبکہ اہل بدعت خیر خواہی کے مستحق ہیں۔اہل بدعت سے قطع تعلقی اسی صورت میں جائز ہے جب اس سے کوئی شرعی مصلحت حاصل ہو اور کوئی مفسدہ پیدا نہ ہو اوراس سے دین کے واجبات نہ چھوٹیں مثلاً نماز'امر بالمعروف اور جہادوغیرہ۔لیکن اگر اس قطع تعلقی کرنے سے دین کے واجبات چھوٹیں اور جس شر کو ہٹایا جارہا ہے اس سے کوئی بڑا شر لازم آتا ہے تو یہ نہیں کی جائے گی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت کے اصولوں میں یہ شامل ہے کہ نیکوکار اور گناہ گار امیر کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے'جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد ایک گناہ گار یا فاجر آدمی کے ذریعے بھی کر سکتا ہے اور ایسے لوگوں کے ذریعے سے بھی جو نیکی سے تہی دامن ہوں'اس لئے دوامور میں سے ایک لازمی طور پر اختیار کرنا پڑے گا یا تو ان امراء کے ساتھ مل کر قتال چھوڑ دیا جائے جس کی بنا پر دوسروں (اہل کفار) کا غلبہ یقینی ہو گا جو کہ دین اور دنیا دونوں پہلوؤں سے زیادہ بڑے ضرر اور نقصان کے حامل ہیں یا پھر ایک فاجر (یا بدعتی) امیر کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے جس کے نتیجے میں اس سے کہیں زیادہ بڑے فاجروں اور بدکاروں کو پسپا کیا جا سکتا ہے اور اگرچہ مکمل طور پر نہ سہی بیشتر احکام اسلام کا قیام ہو سکتا ہے'اس صورت حال یا اس قسم کے حالات میں

یہی واجب ہے بلکہ بیشتر جنگیں جو خلفاء راشدین کے بعد لڑی گئی ہیں وہ اسی پہلو اوراسی نقطہ نظر ہی کی بنا پر لڑی گئی ہیں۔

(مجموع الفتاوی:۳-۳۵۲)

کفروارتداد کا فتنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کفروارتداد کے فتنوں کی پیشینگوئی فرمائی ہے۔ان میں سے کچھ فتنوں کا ظہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہوا اور کچھ فتنوں کا ظہور بعد کے ادوار میں ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں حوض کوثر پر تمہارا امیر منزل ہوں گا اور ضرور کچھ قومیں آئیں گی وہ مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک لی جائیں گی تو میں کہوں گا اے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا تجھے معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا نیا طریقہ نکالا تھا۔

(صحیح بخاری:۶۸۵۳)

اس حدیث کے اکثر طرق میں یہ مضمون ہے کہ جب وہ لوگ دور ہی سے گرفتار کر لیے جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے رب یہ لوگ تو کچھ دیر میری صبحت میں رہے تھے ارشاد ہو گا کہ تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ تیرے بعد انہوں نے کیا برا طریقہ اختیار کیا یہ لوگ برابر الٹے پاؤں مرتد ہوتے گئے۔علمائے امت سب متفق ہیں کہ یہ وہی قومیں ہیں جو آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئیں اور صحابہ کرام نے ان سے قتال کیا۔ تلبیس ابلیس:۳۷

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ تلوار کے بعد کیا ہو گا' فرمایا کہ بیخ اور رذیل لوگ رہیں گے لیکن ظاہراً صلح ہو گی لیکن ان کے قلوب میں فساد ہو گا۔ پھر آگے ساری حدیث بیان کی راوی کہتے ہیں کہ تلوار سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مرتدین کا فتنہ مراد لیتے ہیں۔ (ابو داؤد:۴۲۴۵)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قیامت اس وقت قائم نہیں ہو گی یہاںتک کہ میری امت کے بعض قبائل مشرکین سے جاملیں گے اور یہاںتک کہ میری امت کے بعض قبائل بتوں کی عبادت کریں گے۔

(ابو داؤد:۴۲۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی یہاںتک کہ تیس دجال نکلیں گے وہ سب کے سب دعویٰ کریں گے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(ابو داؤد:۴۳۳۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔
عنقریب بادشاہ آئیں گے پھر اس کے بعد جبار حاکم آئیں گے پھر طواغیت کی حکمرانی ہو گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 'کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اسلام کے کڑے ایک ایک کر کے ٹوٹتے جائیں گے جب ایک کڑا ٹوٹ جائے گا تو لوگ اس سے متصل کڑے سے چمٹ جائیں گے اور جو پہلا کڑا ٹوٹے گا وہ تحکیم کا ہو گا اور آخری کڑا نماز کا ہو گا۔

(مسند احمد:۵-۲۵)

اہلسنت کا اہل کفر وارتداد سے تعامل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
یہود و نصاریٰ سے سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور اگر ان میں سے کسی سے راستے میں ملو تو اسے تنگ راستے سے گزرنے پر مجبور کر دو۔ (صحیح مسلم:۲۱۶۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

(ھود:۱۱۳)

اور ظالموں کی طرف مائل بھی نہ ہونا ورنہ تمہیں جہنم کی آگ آ لپٹے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لاترکنوسے مرادمیلان بھی نہ رکھو'عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں'اس سے مرادہے کہ تم ان کی بات نہ مانوان سے محبت اورلگاؤنہ رکھو' سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں'جو ظالموں کے ظلم کے لیے دوات بنائے یاقلم تراش دے یاانہیں کاغذ پکڑادے وہ بھی اس آیت کی وعید میں آتاہے۔

(مجموعۃ التوحید:۱۱۸)

فضیلۃ الشیخ عبدالرشید اظہر فرماتے ہیں۔

بالخصوص عصر حاضر میں اسلام کانام استعمال کرنے اوراس کے پردے میں کفر کی نشرواشاعت کرنے والے باطل فرقوں کایہی حکم ہے جیسے البابیہ'بہائیہ'قادیانیت'سوشلزم'علمانیت'قومیت'استشراق'وحدت الوجود'حلول واتحاد' مادیت پرستی'روشن خیالی'وحدت ادیان'برابری کی بنیادپر مکالمہ بین المذاہب وغیرہ۔یہ اہل بدعت نام کی حد تک بدعتی ہیں اصلاً یہ سب کفر کی شکلیں ہیں...بدعت کے اس نوع کے کفراوراس کے مرتکبین کے کفار ہونے میں کسی تردد کی ضرورت نہیں ہے۔اہل ایمان کوان کے فریب سے نکالنا'سازشوں سے آگاہ رکھنا'ان کا حکم بیان کرنا'ممکن ہوتوانہیں نصیحت کرنااور حق کی دعوت دینا'استطاعت ہوتوان سے بحث کرکے حق واضح کرنابصورت دیگران سے مکمل قطع تعلقی اوراظہاربیزاری حضرات محدثین کاعقائدی منہج ہے جس کی پیروی ان کی جماعت اہل الحدیث والسنہ کافرض منصبی ہے۔

(مقالات تربیت:۱۰۹)

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق (مرتد) لائے گئے پس آپ نے انھیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری:٦٩٢٢)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور (دیگر صحابہ) کے نقش قدم پر چلنے والے اہل حق مسلمان ہر زمانہ میں مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے 'یعنی جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے مرتدین 'اہل یمامہ سے ارتداد کی بنا پر جنگ کی تھی 'اسی طرح ان کے متبعین اہل حق بھی اپنے زمانے کے مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے 'بالفاظ دیگر ہر زمانہ میں اہل یمامہ کے متبعین مرتدین بھی پیدا ہوتے رہیں گے اوران کو قتل کرنے والے اہل حق بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔

(منہاج السنۃ:٢-٢٣٠)

اہل کفروارتداد سے تعامل میں تفریط

اہل کفروارتداد کو اسلام سے خارج سمجھنا 'ان سے دلی نفرت اور بغض رکھنا اور شریعت کے مطابق ان پر ارتداد کا حکم نافذ کرنا واجب ہے۔ اہل کفروارتداد کو اہل اسلام میں سے سمجھنا اوران کو مسلمانوں کے حقوق دینا جائز نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واحل ذبیحتنا فذلك مسلم۔

(صحیح بخاری:٣٩١)

جو ہمارے طریقے پر نماز پڑھتا ہے ہمارے قبلے کی طرف رخ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء کے قول ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہنا جائز نہیں سمجھتے سے صرف قبلہ کی طرف منہ کرنا مراد لینا(یا محض کلمہ پڑھ لینا) کافی نہیں' روافض میں ایسے غالی بھی ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ جبرائیل امین نے وحی لانے میں غلطی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں رسالت کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ معبود ہیں' یہ قبلہ کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں تب بھی مومن نہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان من صلی صلاتنا...سے یہ مراد نہیں لہذا اس سے مطلقاً اہل قبلہ سے تکفیر کی نفی قطعاً صحیح نہیں ہے۔

(شرح الفقہ الاکبر:۱۶۲)

ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اصول دین اور ضروریات دین کی مخالفت کرتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(مسائرہ:۲-۲۱۲)

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے پس آپ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری:۶۹۲۲)

زندیق وہ ہوتے ہیں جو اسلام سے خود کو منسوب کریں لیکن اپنے عقیدے اور عمل سے کفر کا ارتکاب کریں۔

امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایسے گمراہ فرقے جن کی گمراہی اس طرح ظاہر ہوجائے اور منظر عام پر آجائے کہ ان کی تکفیر واجب ہوجائے' تو اگر وہ اس گمراہی سے باز نہ آئیں یا توبہ نہ کریں تو ان سب کا قتل کردینا جائز ہے' ہاں اگر توبہ کرلیں اور مسلمان ہوجائیں تو ان کی توبہ قبول کرلی جائے گی۔

(درالمختار:۳-۲۹۷)

فضیلۃ الشیخ ناصر بن عبد الکریم العقل فرماتے ہیں۔

ان گمراہ فرقوں میں سے بعض ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کے سبب ان بہتر گروہوں سے بھی خارج ہوتے ہیں جیسے غالی جہمیہ 'غالی رافضہ 'باطنیہ 'خالص فلاسفہ 'اہل حلول واتحاد 'وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے اور اہل بدعت میں سے وہ مشرکین جو شرک اکبر میں واقع ہوئے ہیں۔

(دراسات فی الاھواء والفرق والبدع وموقف السلف منھا:۹۰)

اللجنۃ الدائمۃ دارالافتاء سعودی عرب کا فتویٰ

فوت شدہ افراد مثلاً عبد القادر جیلانی 'احمد تیجانی 'وغیرہ کو پکارنا اوران سے کسی نفع کے حصول یا نقصان سے بچنے کے لیے یا مصیبت ٹالنے کے لیے فریاد کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی ہے اور کفر بھی 'وہ اہل جاہلیت جن کو نبی رحمت نے توحید کی دعوت دی تھی اور جن سے اپنے شرک پر اڑے رہنے والوں سے جنگ کی تھی ان کا شرک وکفر بھی اسی قسم کا تھا۔

(اللجنۃ دارالافتا سعودیہ:۲-۲۸۸)

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو شخص نماز پڑھے 'روزے رکھے اورارکان اسلام پر عمل کرے مگر اس کے ساتھ وہ مردوں 'غیر حاضر بزرگوں اور فرشتوں وغیرہ کو مدد کے لیے پکارے وہ مشرک ہے اوراگر وہ نصیحت قبول نہ کرے اور مرتے دم تک اس عقیدے پر رہے تو اس کی موت شرک پر ہے۔اس کا شرک شرک اکبر ہے جو اسلام سے ہی خارج کر دیتا ہے۔اسے نہ تو مرنے کے بعد غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا 'اور نہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے گی اور نہ ہی اس کی اولاد 'والدین اور بھائی اگر موحدین ہوں اس کے وارث ہوں گے۔

(الجنۃ دارالافتا سعودیہ:۲-۶۹۷)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ابن عربی نے وحدت الوجود والوں کے تصوف کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور اس کی تصانیف میں سے سب سے گھٹیا تصنیف حکم الفصوص ہے اگر اس میں کفر نہیں تو پھر دنیا میں کہیں کفر ہے ہی نہیں۔

(سیر اعلام النبلاء:۲۳-۴۸)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جس کسی نہ یہ زعم رکھا کہ قرآن کی آیات کم ہو گئی ہیں یا چھپالی گئی ہیں یا اس زعم میں مبتلا ہوا کہ قرآن کی ایسی باطنی تاویلات ہیں کہ جو مشروع اعمال کو ساقط کر دیتی ہیں تو ایسوں کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں'اور جس کسی نے یہ زعم رکھا کہ سوائے چند صحابہ کے جو کہ دس اور کچھ کی تعداد کو بھی نہیں پہنچے باقی تمام صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے یا یہ کہ ان کے عام افراد فاسق ہو گئے تھے تو ایسے شخص کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔اس قول(باتوں)کا کفر ہونا ان امور میں آتا ہے کہ جو معلوم من الدین بالضرورۃ ہیں۔

(الصارم المسلول:۵۸۶)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

میں ایک جہمی یا رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں اور کسی یہودی اور نصرانی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کوئی فرق نہیں سمجھتا'نہ ان کو سلام کرنا چاہیے'نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرنی چاہیے'نہ ان سے نکاح کرنا چاہیے'نہ ان کی شہادت قبول کرنی چاہیے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ کھانا چاہیے۔

(اکفار الملحدین:۱۷۰)

امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا میرا ہمسایہ رافضی ہے کیا میں اسے سلام کہہ سکتا ہوں'آپ نے فرمایا'نہیں اگر وہ سلام کہے اسے جواب نہ دیا جائے۔

(السنۃ الخلال:۱-۴۹۴)

بشر بن حارث جہمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ان کو اپنے ساتھ مت بٹھاؤان سے کلام نہ کرو'اگر وہ بیمار پڑ جائیں توان کی عیادت مت کرواور اگر وہ مر جائیں ان کے جنازے میں مت شریک ہو۔

(السنۃ لعبد اللہ:۱-۱۲۶)

اہل کفر وارتداد سے تعامل میں تفریط

ایمان وتوحید کے مخفی مسائل میں کفر کرنے والوں کو عذر دینا اوراس پر حکم لگانے سے پہلے اس کی جہالت وتاویل دور کرنااوراس پر حجت تمام کرناضروری ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

چنانچہ جو شخص جو اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لاچکاہے مگر بعض ایسے امور کااسے علم نہیں ہو اجنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔اس بناپر وہ ان امور کے ساتھ ایمان مفصل نہ لاسکا'یااس نے ان کے بارے میں سن نہیں رکھااگر سناہے تونا قابل اعتماد ذریعہ سے'یاپھر وہ کسی ایسی تاویل وغیرہ کی بناپر جو قابل عذر ہے کسی اور مطلب ومعنی کااعتقادرکھتاہے'توایسا شخص اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان والاہے جس پر اللہ کی طرف سے ثواب کا مستحق ہے اور جن باتوں کے ساتھ وہ ایمان نہیں لاسکاتواس سلسلے میں اس پر وہ حجت قائم نہیں ہوئی جس کامخالف کافر قرار پاتاہے۔

(مجموع الفتاویٰ:۱۲-۴۹۴)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر کوئی شخص صفات باری تعالیٰ کاحجت قائم ہو جانے کے بعد انکار کرے تووہ کافرہے البتہ حجت قائم ہونے سے پہلے اسے جہالت کاعذر دیاجائے گاکیونکہ صفات کاادراک عقل'فکراور تدبر سے ممکن نہیں'اس لیے ان سے جاہل کوئی شخص اس وقت تک کافر نہیں ہوتاجب تک اسے اس کی خبر نہ پہنچ جائے۔

(اثبات صفۃ العلوابن قدامہ المقدسی:۱۲۴)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اسماء وصفات میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ ہمارے مخالفین ایسی بات کرتے ہیں کہ اس سے کفر لازم آتا ہے لیکن یہ کفریہ معنی ثابت کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسے شخص کی ہم بھی تکفیر نہیں کرتے جب تک وہ خود اس لازم معنی کو تسلیم نہ کرے جو ہمارے نزدیک ان الفاظ سے نکلتا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ:۵-۳۰۶)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

پھر اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ جس کسی نے ابن عربی کے عقیدے کے درست ہونے کا عقیدہ رکھا تو ایسا آدمی بغیر کسی اختلاف کے بالاجماع کافر ہے' اختلاف اور کلام صرف اسی وقت ہے جب وہ اپنے کلام کی ایسی تاویل کرتا ہے جو اس کے مقصد کے اچھا ہونے کا تقاضہ کرتی ہو۔

(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود:۱۵۵)

اللجنہ الدائمہ دارالافتاء سعودی عرب کا فتویٰ

کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ دینی مسائل میں اسے لاعلمی کی بنیاد پر معذور قرار دیا جائے یا نہیں اس کا دارومدار اس بات پر بھی ہے کہ اسے یہ مسئلہ کماحقہ پہنچا بھی ہے یا نہیں اور اس بات پر بھی کہ یہ مسئلہ کس حد تک واضح ہے اور کس حد تک اس میں غموض اور اخفاء پایا جاتا ہے' اور اس بات پر بھی کہ کسی شخص میں اس بات کو سمجھنے کی استعداد کس حد تک ہے۔ اس لیے جو شخص کسی مصیبت یا تکلیف کو دور کرنے کے لیے قبروں میں مدفون افراد سے فریاد کرتا ہے اسے وضاحت سے بتانا چاہیے کہ یہ شرک ہے اور اس پر اس حد تک اتمام حجت ہونا چاہیے کہ تبلیغ کا فرض ادا ہو جائے اس کے بعد بھی اگر وہ شخص قبر پرستی پر اصرار کرے تو وہ مشرک ہے اس سے دنیا میں غیر مسلموں والا سلوک کیا جائے اور اگر اسی عقیدے پر مر جائے تو آخرت میں سخت عذاب کا مستحق ہے۔

(اللجنہ دارالافتا سعودیہ:۲-۱۰)

شیخ عبد الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ضروریات دین کا منکر کافر ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مرتد ہے جیسے قادیانیوں کے بارے میں عموماً اہل علم کی رائے ہے اس لیے ضروریات دین کا منکر مرتد ہے تو اسے اہل کتاب پر قیاس کرنا قطعاً درست نہیں'البتہ ان کے کفر وارتداد کا خصوصی حکم حجت قائم ہونے اوران کے شبہات کا ازالہ ہونے کے بعد لگایا جائے گا'اسی بنا پر تو ایسی صورت میں اہل علم لکھتے ہیں'یستتاب ولا بقتل'کہ اسے توبہ کروائی جائے گی اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب اس پر حجت قاہو'اگر وہ توبہ کرے تو فبھا ورنہ ارتداد کی وجہ سے اس کی سزا قتل ہے۔

(مقالات تربیت:۲۰۲)

باب:اٹھارہ

خلافت و ظہور امام مہدی

ملک شام کی فتح اور خلافت کا قیام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب تک اللہ چاہے تم میں نبوت رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے پھر جب تک اللہ چاہیں نبوت کے طریقے پر خلافت ہو گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے' پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی وہ جب تک اللہ چاہے رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے' پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہو گی وہ جب تک اللہ چاہے رہے گی پھر آپ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد:۴-۲۷۳)

ابن حوالہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عنقریب ایسا وقت آجائے گا جب تمہارے لشکر جدا جدا ہو جائیں گے۔ایک لشکر شام میں ہو گا تو ایک یمن میں تو ایک عراق میں' ابن حوالہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو میں کس لشکر میں جاؤں' آپ نے فرمایا ملک شام کو اختیار کرنا کیونکہ ملک شام اللہ کی زمین میں بہترین ملک ہے۔اللہ تعالیٰ اس ملک میں اپنے بہترین بندوں کو جمع فرمائے گا' اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر یمن کو اختیار کرنا اور اپنے حوضوں سے پانی پلاتے رہنا۔اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے ملک شام کی اور اہل شام کی کفالت کی ہے۔

(ابو داؤد:۲۴۸۳)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ملک شام کے لیے خوشخبری ہے ہم نے عرض کیا کس لئے اے اللہ کے رسول' تو فرمایا کیونکہ رحمان کے فرشتے اس پر پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (ترمذی:۳۹۵۴)

اہل روم سے صلح و لڑائی

حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔
کہ تم لوگ عنقریب اہل روم سے معاہدہ صلح کروگے امن کا'پھر تم اور وہ مل کر اپنے پیچھے سے آنے والے دشمن سے جنگ کروگے پس تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہیں مال غنیمت ملے گا اور تم سلامتی کے ساتھ واپس لوٹ آؤگے یہاںتک کہ تم ٹیلے والی چراگاہ میں اتروگے تو ایک نصرانی شخص صلیب اٹھائے گا اور کہے گا کہ صلیب غالب آگئی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص غضبناک ہو کر اسے مارے گا اس وقت اہل روم غداری کریں گے اور (مقام دابق میں) جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔

(ابو داؤد:۴۲۹۲)

امام مہدی کا ظہور

حضرت ام المومنین ام سلمہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ایک خلیفہ کی موت کے وقت لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اس دوران ایک آدمی مدینہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگے گا'لوگ اسے خلافت کے لیے نکالیں گے لیکن وہ اسے ناپسند کرتے ہوں گے پھر لوگ ان کے ہاتھ پر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پھر ان (مہدی) سے مقابلے کے لیے ملک شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا تو وہ لشکر بیداء کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جب لوگ اس صورتحال کو دیکھیں گے تو اہل شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں ان کے پاس آئیں گی ان سے بیعت کریں گی پھر ایک آدمی اٹھے گا قریش میں سے جس کے ننھیال بنی کلب میں ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا تو وہ اس لشکر پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور وہ بنی کلب کا لشکر ہو گا اور ناکامی ہو اس شخص کے لیے جو بنو کلب کے اموال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو'مہدی مال غنیمت تقسیم کریں گے اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کو جاری کریں گے'اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا پھر اس کے بعد سات سال تک وہ زندہ رہیں گے پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابو داؤد:۸۸۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مہدی مجھ سے ہوں گے روشن پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے' وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر دی گئی تھی اور سات سال تک حکومت کریں گے۔

(ابو داؤد:۸۸۲)

باب:انیس

دجال اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت فاطمہ بنت قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز میں تاخیر کی پھر گھر سے باہر نکلے تو فرمایا کہ مجھے ایک بات نے جو تمیم داری ایک شخص کے بارے میں مجھ سے کررہے تھے روک لیا'وہ شخص سمندروں کے جزیروں میں سے کسی جزیرہ میں تھاوہ کہتاہے کہ اچانک میں ایک عورت کے سامنے آگیاجواپنے بال گھسٹ رہی تھی وہ کہنے لگاتوکون ہے'اس عورت نے کہامیں جساسہ ہوں تواس محل کی جانب چل پس میں وہاں آیاتودیکھاکہ ایک آدمی اپنے بال کھینچ رہاہے'اورزنجیروں میں جکڑاہواہے زمین وآسمان کے درمیان اچھل کودکررہاہے'میں نے کہاتوکون ہے'وہ کہنے لگاکہ میں دجال ہوں کیاامیوں کے نبی ظاہر ہوگئے ہیں'میں نے کہاکہ ہاں'توکہنے لگاکہ انھوں نے اس کی اطاعت کی ہے یانافرمانی کی'میں نے کہانہیں بلکہ اس کی اطاعت کی ہے کہنے لگاکہ وہی ان کے لیے بہتر ہے۔

(ابوداؤد:۴۳۲۵)

حضرت انس بن مالک'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں مبعوث کیاگیابلکہ یہ کہ اس نے اپنی امت کودجال سے ڈرایاجوکہ کاناہے اور جھوٹاہے'خبردار بے شک وہ کاناہے اور بے شک تمہاراپروردگارکانانہیں ہے اور بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافرلکھاہواہے۔

(ابوداؤد:۴۳۱۶)

حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ دونوں کہیں اکھٹے ہوگئے توحزیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایاکہ میں دجال کہ ساتھی کواس سے زیادہ جانتاہوں کہ اس کے ساتھ پانی کا دریاہوگااور آگ کی نہرہوگی پس جس کوتم دیکھوگے کہ وہ آگ ہے اسے عنقریب پانی پاؤگے'ابومسعودبدری رضی اللہ عنہ نے کہاکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سناہے۔ (ابوداؤد:۴۳۱۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'جو شخص بھی دجال کی آواز سنے تو اسے چاہیے اس سے دور ہو جائے تو خدا کی قسم ایک آدمی اس کے پاس آئے گا اور وہ یہ گمان کرے گا کہ وہ مومن ہے تو وہ اس کی اتباع کرے گا'اس وجہ سے کہ اس کے پاس شبہات پھیلانے والی چیزیں ہوں گی یا فرمایا کہ اس وجہ سے کہ وہ شبہات پھیلائے گا۔

(ابو داؤد:۴۳۱۹)

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'جس شخص نے سورۃ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کیں تو وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ کر دیا جائے گا۔

(ابو داؤد:۴۳۲۳)

حضرت نواس بن سمعان الکلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ نکلا اور میں تمہارے اندر رہا تو پھر میں اس سے حجت کرنے والا ہوں گا تمہارے علاوہ'اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر شخص خود ہی اس سے حجت کرنے والا ہو گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے اوپر میرے خلیفہ ہیں' پس تم میں سے جو اسے پائے تو اس کے اوپر سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے اس لیے کہ وہ آیات دجال کے فتنہ سے تمہاری پناہ گاہ ہیں۔ہم نے عرض کیا کہ وہ زمین پر کب تک رہے گا فرمایا کے چالیس دن تک'ایک دن ایک سال کے برابر ہو گا اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک جمعہ (ہفتہ) کے برابر ہو گا اور بقیہ تمام دن تمہارے ایام کی طرح ہوں گے'ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو ایک سال کا ایک دن ہو گا کیا اس میں ہمارے لیے ایک ہی دن رات کی نمازیں کافی ہوں گی'فرمایا کہ نہیں بلکہ اس دن کے اعتبار سے اندازہ کر لینا پھر عیسی بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے جامع مسجد دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر اور وہ اسے (دجال کو) باب لد کے قریب پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔

(ابو داؤد:۴۳۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'میرے اور عیسی علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہو گا اور بے شک وہ اتریں گے پس جب تم انہیں

دیکھو توانہیں پہچان لو کہ وہ سرخ وسفید رنگ کے درمیانی رنگ کے مرد ہیں' درمیانے قدو قامت کے ہیں گویا کہ ان کا سر ٹپک رہا ہو گا پانی سے اگرچہ وہ تر نہیں ہو گا پس وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے' اوراللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام اقوام مذہب (کفار) کو ہلاک کر دیں گے' اور مسیح دجال کو بھی ہلاک کر دیں گے پھر دنیامیں چالیس برس تک رہیں گے پھر انتقال کر جائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(ابوداؤد:۴۳۲۴)

علامات قیامت

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے سایہ میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے تو ہم نے قیامت کا ذکر کیا پس ہماری آوازیں بلند ہو گئیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گز قیامت نہیں ہو گی یا فرمایا قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ اس سے پہلے دس علامات ظاہر ہوں گی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دابۃ الارض کا نکلنا' یاجوج ماجوج کا نکلنا' عیسی بن مریم کا نزول' دھواں' تین جگہ زمین کا دھنسنا ایک مغرب میں ایک مشرق میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اوران سب کے آخر میں یمن میں عدن کی گہرائی سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔

(ابوداؤد:۴۳۱۱)

باب:بیس

اہلسنت فرقہ ناجیہ کا بنیادی اصول

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فان امنو بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدو۔

(البقرہ:۳۷)

اگر وہ ایمان لائیں جیسے کہ تم (صحابہ رضی اللہ عنھم) ایمان لائے ہو تو بے شک ہدایت پا جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے صحابہ کے طریقہ پر چلنا' پھر ان کے بعد آنے والے یعنی تابعین کے طریقہ پر اور پھر ان کے بعد آنے والے یعنی تبع تابعین کے طریقے پر چلتے رہنا' پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا حتی کہ لوگ بغیر مطالبے کے ہی جھوٹی قسمیں اٹھاتے پھریں گے' اور بغیر مطالبے کے جھوٹی گواہیاں دیں گے۔ جماعت (اہلسنہ) کو لازم پکڑو اور فرقہ بندی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو کیونکہ شیطان اکیلے آدمی پر قبضہ جما لیتا ہے اور دو سے دور بھاگتا ہے جو جنت کی خوشبو پانا چاہتا ہے اسے چاہیے کے جماعت سے چمٹ جائے۔

(ترمذی:۲۱۶۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جو کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ فوت شدگان کا طریقہ اختیار کرے کیونکہ زندہ انسان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے' یہ فوت شدگان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں جو کہ اس امت میں سب سے بہترین لوگ تھے' دل کے سب سے زیادہ صاف' علم میں گہرے اور تکلفات میں پڑنے کے حوالے سے سب سے کم تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے چن لیا تھا۔ اس لیے تم ان کی قدر پہچانو' ان کے آثار واقوال کی اتباع کرو اور حتی الوسع ان کے اخلاق وعادات کو لازم پکڑو کیونکہ یہ سب سیدھے راستے پر تھے۔ (تفسیر البغوی:۲-۴۵۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میرے بعد شدید اختلاف دیکھو گے'اس وقت تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا اس پر مضبوطی سے جمے رہنا'دین میں نئے پیدا ہونے والے امور سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ:۴۲)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سنت کی راہ پر جمے رہو ان پہلوں کے قدم جہاں رک گئے ہیں وہاں تم بھی ضرور رک جاؤ'جس بات کے وہ قائل ہوئے ہیں تم بھی اسی بات کے قائل رہو جس بات سے وہ خاموش رہے ہوں تم بھی اس سے خاموش رہو چلو تو اپنے ان سلف صالحین کی راہ پر چلو۔

(شرح اصول السنۃ والجماعۃ للالکائی:۱-۱۵۴)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جن لوگوں کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے'ان کی علامت اللہ عزوجل کی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کے پیروکاروں کے آثار کی اتباع کرنا ہے'نیز وہ اس راستے پر چلتے ہیں جس پر ہر علاقے کے ائمہ مسلمین اور اب تک کے علمائے کرام مثلاً امام اوزاعی'امام سفیان ثوری'امام مالک بن انس'امام شافعی'امام احمد بن حنبل'امام قاسم بن سلام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل علم چلے اور ہر اس طریقے سے بچتے ہیں جسے ان علمائے کرام نے اختیار نہیں کیا۔

(الشریعہ للآجری:۱۴)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ معاویہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تمہارے علماء کدھر ہیں'میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک جماعت قیامت قائم ہونے تک لوگوں پر غالب رہے گی'انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ کون ان کی مخالفت کرتا ہے اور کون ان کا حمائتی ہے۔(ابن ماجہ:۹)

اہلسنت فرقہ ناجیہ کے اہم خصائص

الولاءوالبراء

اہلسنت فرقہ ناجیہ اور ایمان کا اہم فریضہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اس کے ساتھ محبت'دوستی اور موالات کے تقاضے ادا کیے جائیں اور جو شخص اللہ اور رسول کے ساتھ کفر وشرک کرتا ہے اس کے ساتھ نفرت'دشمنی اور برأت کے تقاضے ادا کیے جائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

(الفتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے بغض رکھنا ایمان کی سب سے مضبوط کڑی ہے۔

(السلسلۃ الصحیحہ:۱۷۲۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

افضل ترین عمل اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے بغض رکھنا ہے۔

(ابو داؤد:۴۵۹۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے کسی سے بغض رکھا اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے ہاتھ کھینچا اس نے ایمان مکمل کرلیا۔

(ابو داؤد:۴۶۸۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔

(المائدہ:۵۴)

اے ایمان والو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر تا ہے (تو پھر جائے) عنقریب اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن سے اللہ محبت رکھے اور وہ اللہ سے محبت رکھیں مومنوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت ہوں' اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے وہ بہت فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت میں طائفۃ المنصورہ کی یہ نشانیاں ذکر کی گئی ہیں۔

اذلۃ علی المومنین (مومنوں کیلئے نرم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۔

(المائدہ:۵۵)

بے شک تمہارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۔

(التوبہ:۷۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہیں لاؤ گے اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت نہیں کرو گے کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ تم اسے اختیار کرو تو باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے اور وہ یہ کہ تم آپس میں سلام پھیلاؤ۔

(صحیح مسلم: ۵۴)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر زیادتی کرتا ہے 'نہ اسے (بے یار و مددگار چھوڑ کر) دشمن کے سپرد کرتا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو 'اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے 'جو کسی مسلمان سے کوئی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(صحیح بخاری: ۲۴۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم 'ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کروں گا لیکن یہ بتایئے اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے کروں 'آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو تم ظلم کرنے سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۴۴۴)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

دین خیر خواہی کا نام ہے 'پوچھا گیا کس کی 'فرمایا۔ اللہ کی 'اس کی کتاب کی 'اس کے رسول کی 'خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی۔

(صحیح مسلم:۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیااور کہنے لگا'اے اللہ کے رسول'اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتاہوں'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر سیلاب سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آزمائشیں نازل ہوتی ہیں۔

(السلسلۃ الصحیحۃ:۱۰۸۶)

جب مدینہ والوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت عقبہ ثانیہ کرنی چاہیے تواچانک سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا'تاکہ وہ انہیں ان کے اس اقدام کے خطرناک پہلوؤں سے آگاہ کردیں'وہ فرمانے لگے'آج ان کو نکالنے کا فیصلہ تمام عرب نے کرلیاہے'ان کی حمایت کی صورت میں تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کردیاجائے گااور تلواریں تمہیں کاٹ کھائیں گی'اگر تم اس پر صبر کرنے والے ہوتو انھیں اپنے ساتھ ملالواوراس کااللہ تعالیٰ تمہیں اجر عطافرمائے گا'اگر تمہیں ان کی مدد کی صورت میں اپنی جان کاخطرہ ہواور جان زیادہ پیاری ہوتو انہیں آج ہی چھوڑدواورانھیں کھل کر بتادو'اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارایہ عذر قابل قبول ہوگا۔

(مسند احمد'بیہقی)

اعزۃ علی الکفرین(کافروں پر سخت)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبۡرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُۥ إِذۡ قَالُوا لِقَوۡمِهِمۡ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤۡمِنُوا بِاللَّهِ وَحۡدَهُۥ۔

(الممتحنۃ:۴)

البتہ تحقیق تمہارے لئے ابراہیم اوران کے ساتھیوں(کے طریقے)میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہاہم تم سے اوران سے جن کی تم اللہ کے سواعبادت کرتے ہو بری ہیں ہم نے

تمہارا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک عداوت اور دشمنی ہے یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
یہود و نصاری سے سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور ان میں سے کسی سے راستے میں ملو تو اسے تنگ راستے سے گزرنے پر مجبور کر دو۔

(صحیح مسلم:۲۱۶۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔

(المائدہ:۵۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں باہم دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا بیشک وہ انہی میں سے ہو گا بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۔

(المجادلہ:۲۲)

اے نبی آپ اس جماعت کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے رشتہ دار ہوں۔

یجاھدون فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔

(المائدہ:۵۴)

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت موجود رہے گی جو حق پر قتال کرتی رہے گی۔

(صحیح مسلم:۱۹۲۳)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا قیامت قائم ہونے تک مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی سربلندی کے لیے قتال کرتی رہے گی۔

(صحیح مسلم:۱۹۲۲)

نیز ارشاد فرمایا۔

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ کامیاب رہے گی' قیامت قائم ہونے تک انہیں کوئی فتنہ پرداز نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(صحیح بخاری:۳۶۴۰)

نیز ارشاد فرمایا۔

یہ امت جہاں کہیں چلی جائے ہمیشہ غالب رہے گی قیامت قائم ہونے تک ان کا کوئی دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا' وہ شام میں موجود ہوں گے' اور فرمایا جب اہل شام بگڑ گئے تو تم میں کوئی خیر باقی نہ رہے گی (البتہ) میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا قیامت قائم ہونے تک ان کا کوئی مخالف انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(ترمذی:۲۱۹۲)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیااور کہنے لگاایک آدمی شہرت کے حصول کے لیے لڑتا ہے'ایک مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے اورایک اپنے علاقے کے لیے لڑتا ہے۔ان میں کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کررہاہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے لڑے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کررہاہے۔

(صحیح بخاری:۲۸۱۰)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جب تم سودی کاروبار کروگے اور بیلوں کی دمیں پکڑلوگے کھیتی باڑی کے ساتھ خوش ہو جاؤگے اور جہاد چھوڑدوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ورسوائی مسلط کردے گا'یہ رسوائی اس وقت تک تم سے دور نہیں کی جائے گی جب تک تم اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف واپس لوٹ نہیں آؤگے۔

(ابو داؤد:۳۴۶۲)

اخوانکم فی الاسلام

الموحدین اسلامی لائبریری

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان